

# تالیخ و مشاریح لصوفیاء

مفتی  
مفتی محمد امجد حسین

اکابر اہل حقانیت و اہل سنتی پرستہ

## تالیف و مشائخ تصوف

مشرقی دنیا کی ساری فقہی اسکولوں کی ساری اصولی فرقہ وارانہ عقائد ایک ایک مسلمان دیکھا تھا۔ یہ عام اصولی فرقہ وارانہ عقائد تھے جن کی بنیاد پر خطرات کی صورت میں چاروں کے مفاد کے لیے بڑا سا زور دیا گیا تھا۔ حضرت مشائخ و صوفیاء کے مشن اور دامن دیکھ کر اس کے لیے بڑا سا زور دیا گیا تھا۔ یہ عقائد، کچھ تصوف و سہلک کے سلسلوں میں سماج کے اندر درجہ اول پیدا کر رہے تھے اور اس کا پورا پورا فائدہ اٹھا رہے تھے۔ وہی حالت سے کائنات کا تمام ترین مرحلہ ہوتا ہے۔ یہ مرحلہ کم کر کے ہی سماج کے قلب و روح میں محبت و معرفت کا بیج بکھیر رہا ہے۔ اور انہی دو حالتوں کی بدولت دیکھائی دے سکتی ہے۔

اس لیے لوہا گرم تھا، ضرب لگانے کی روحانی ضرب لگانے والے آگے بڑھے اور مس خاتم کو کھنڈن دیتے چلے گئے اور یہ کھنڈن جس بھی کی آغوش سے بڑھا تھا، وہ تصوف کی بھی تھی۔ مشائخ و صوفیاء کی دوسریوں کی آگ تھی اس لیے زمانہ پر ان بھیڑیوں کی چھاپ پڑ گئی۔ ان کا فیضان عام ہو گیا، ان کا آواز اور مشرق سے مغرب تک بلند ہو گیا۔ ان کی ناک میں پرہیزگاری تھی۔

ان کے فیض و فطانت اور عقل و علم میں گئے حرارت ایمانی شعور اور یہ گئی، سب سے سیر ہو گیا۔ سب سے سیر ہو گیا۔

یہ آگ پھر جنگ کی آگ کی طرح بکھلتی چلتی تھی اور وحشی فاحشوں اور ماکوں کی دلیلی بھی پڑ کر گئی۔ جو کھار کے جڑ کے سوا کوئی بھی نہ جانتے تھے محبت کا عالم نے ان فاحشوں کو کھنڈن میں داخل کر کے ملتوڑ کر دیا۔

اکابر و مجتہدین  
راویہ سیدی چشتی

بہ تائی

حصہ

کتابت خانہ جہانگیر خان اکبر از پروف

از  
مہر علی  
۱۳۴۵/۱۰/۱۵  
۱۳۴۶/۱۰/۱۵  
شکل



# تاریخ و مشائخ تصوف

زمانہ خیر القرون سے لے کر تھکتا تا تاریخ اور اس کے بعد کے ادوار تک  
 عہد بہ عہد تصوف کے ادارہ کی سرگزشت اور اس کے شعیب و فرائز پر تیسرہ  
 ہر صدی کے نامور مشائخ تصوف و کتب تصوف کا تذکرہ  
 اہل السنۃ والجماعۃ کے چاروں مساعلی تصوف کے ہائی مشائخ کی سوانح  
 اور چاروں سلسلوں کے شجرہائے نسب  
 مولانا یارم کی سوانح اور مشکوٰیِ مردم کا جائزہ اور مشکوٰی سے منتخب اشعار کی تخریج  
 اللہ والوں کی موت و آخرت کے حقائق و گہر معنی کے واقعات

مصنف

مفتی محمد امجد حسین

(ملاحضیٰ کن درہ غفران مکتوبہ)

تاریخ و مشرق تصوف

مفتی محمد امجد حسین

سنز اشعار 1437ھ - نومبر 2015ء

280

نام کتاب:

مصنف:

طبعیت اول:

صفحات:

ملے کے پے

## اقسام

شیخ و مرشد عارف باللہ حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رسالہ  
والد محترم لطیف الامت مولانا عبداللطیف صاحب نور اللہ مرقدہ

## کے نام

شہیدم کہ از روزہ امید و بیم

بدان را بد نیستان و خشت کرم

## شعر

پادشاه اور انگیزم از دلالت عشق  
 کہ در حرم خطرے از بختاوست برداست  
 گماں ببر کہ در در احساب و محاسن نیست  
 لگا و بچا سو کن قیاس برداست

(شاعر مشرق، شاعری جس کا نام نہ کرنا)



## فہرست

صفحہ نمبر

مضامین

۶

۶

21	تاثرات و دعائیہ کلمات مفت محمد رفیع صاحب دامت برکاتہم
22	تہذیب (از مولف)
24	حصہ اول (تصوف کی تاریخ، حقیقت اور اس کا نظریہ بتاتی صورت گری، بعد کے احوال)
25	(باب اول) کائنات میں جاری نگوینی و تشریحی نظام
26	نظام قدرت کے دو نگوینی نظام
27	پہلا نگو
27	دوسرا نگو
28	ایک اور آفاقی مثال

30	اسو رکھنے میں اس نگوینی نگوینی کا اسحاق
31	اسم ساجد پر اعلیٰ نظر
31	نئی اسرار نگلی کی تاریخ کا موند
32	ایک قرآنی اصطلاح کی وضاحت
33	حاصل استدلال
34	افراد میں بھی مذکورہ قانون نگوینی کا اجراء
35	(باب دوم) شریعت میں تصوف کا درجہ
38	دین اسلام کی جامعیت و ہمہ گیری
38	امت سے کمال دین پانچنے کا مطالبہ
39	تصوف کے حلقہ و طرح کے مطالعے
40	اندھی عقیدت کا مطالعہ
40	رہی تصوف سے بڑا لوگوں کا مطالعہ
41	اکبر کا الحاد اور محمد زائف جانی کی خدمات
42	(باب سوم) تصوف ایک تہائی اسلام
42	احکام اسلام کی تین بنیادی قسمیں

45	(۱) عقائد و ایمانیات (علم الکلام)
46	(۲) فقہی احکام
47	(۳) تزکیہ قلب (تصوف)
48	(باب چہارم) خیر القرون میں تصوف
49	صحابہ و تابعین کا دور
50	صحابہ کرام کا مقام صحبت و صحابیت
51	صحابہ کی تفسیر میں اور کمالات
53	خیر القرون میں تصوف کے لئے اذہبی اصطلاح
55	صحابہ کرام کے مذہب کے کچھ نمونے
57	علاسا اقبال کے دہر اذہبی متبادل تعبیری
58	مستشرقین کی ملاحظہ میری
61	(باب پنجم) تصوف عہد بہ عہد
62	صحابہ و تابعین کے بعد کے صوفیائے عظام
62	دوسری تیسری صدی ہجری کی اہم کتب تصوف
63	چوتھی صدی ہجری کی پہلی ذکر کتب تصوف

64	پانچویں صدی ہجری کا خصوصیات و تاریخ
65	امام غزالی اور سلسلہ اور پیر کا زمانہ
66	(اب چشم) فتنہ تاتار کے بعد تصوف کا فروغ
67	سلسلہ اربودیکہ معروف سلسلوں کا آغاز
68	ساتویں صدی ہجری کا پندرہ شوبہ
69	"پاساں مل گئے کبھے کو ختم خانے سے"
70	مسلماں ہمارے ماسلام بیت گیا
71	طہاب اٹھی کی ایک بدترین فعل
72	بکھرم نامہ و عشق کا تاریخ ساز کردار
73	فتنہ تاتار کے زلم خور وادوں کا مرام
74	ایک نئی سلسلہ اسلام کی گود میں
75	تاتاریوں کو اپنا نام نہ سب مٹانے کی عالم گیر مرام
76	مستشرقین کا تہذیب و تمدن
77	سلطان محمد خدا بندہ کا قول اسلام
78	سلطان قادر علی خان کا قول اسلام
79	تاتاریوں کی چٹائی تاریخ میں اسلام کی اشاعت
80	اسلام کی طہر واری قریب بہت

79	(باب ہفتم) چار معروف سلسلوں کے شجرہائے نسبت
81	حضرات مشائخ چشت اہل بہشت
82	سلسلہ نقشبندیہ کی سنہری کڑیاں
85	سلسلہ قادریہ کا شجرہ نسبت
87	سلسلہ سرودہ کی شجرہ طبریہ
88	تصوف کے سید شاہ و شاہ کیسے ہوئے؟
89	فتنہ تاتار کے سوا مصطفیٰ تصوف
92	تصوف کے چار سلسلے اور جنت کی چار نہریں
94	حصہ دوم (۴۰ برس سلسلوں کے اپنی دنیا کے سوانح، بیخ و بن، چراغ و دلی، سچاں ہوا)
95	(باب اول) حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ
۱۰۱	نام و نسب
۱۰۱	دار و دہ و مساجد
۱۰۱	وفات و عوف

96	ہندو میں دژورو
97	اسلامی تاریخ کا ایک خوشگوار واقعہ
98	روحانی تغیر اور سیاسی قلب ایک ساتھ
99	رائے و حضور کے لئے آپ کی بددعا
100	آپ کا اسلام کا کہیں غروب کہیں طلوع
101	آپ کے چہرہ گرد و چہل کار
101	ابتدائی حالات اور عملی زندگی کا آغاز
105	گوہر حضور تک رسائی
106	غزوات خلافت
106	اسلامی دنیا کی طویل سیاست
108	غزوات سے لاکھ آباد
108	اجیر میں آہ
111	اجیر میں سرور عظیم فرعون
112	رام دین کا قہر اسلام
113	غولہ کی خربہ بگھی
115	بھڑو اور کرامت مہتمم فرق
116	ساحرا میں ہنگامہ مع سترہ عظیم قبول اسلام
117	ازدواج دادا داد
118	آپ کی تصانیف

118	انجمن دار و اح (مجموعہ مکتوبات)
120	اہل حق کا تسلسل ہر زمانے میں
121	شاہانِ وقت کا حضرت خواجہ سے اظہارِ عقیدت
123	حضرت خواجہ کے عقیدت مند سلاطین
۱۱	سلطان جلال الدین خلجی بادشاہِ ہند
۱۱	مغلِ اعظم جہانگیر کی حاضری
124	جہانگیر کی حاضری
۱۱	شاہجہاں کی عقیدت مندی
125	اورنگزیب عالمگیر کی حاضری
۱۱	امیرِ صوبہ شاہ خان شاہ افغانستان کی حاضری
۱۱	دکن، الہ آباد کی حاضری
۱۱	اگرچہ حکام کی حاضری
126	خواجہ کے سوا ملک دار شادوات
127	وفاتِ مسرت آیات
	(پابدم)
129	محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ
۱۱	ولادت، نام و نسب اور تعلیم
130	ترکیہ باطن اور مسندِ ولایت دار شاد و پرچلوہ افروزی

131	آپ کی کرامات
132	آپ کی مجالس و دعا، اشاعت اسلام کی ذمہ داریاں
133	شیخ کا مہدار، مسلم معاشرے کا اندرونی باز
134	کیا چھو ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں؟
135	مواہجہ کے کچے ٹوٹنے
137	کتاب شیخ الاسلامین
139	دقائق حسرت آیات
140	(باب سوم) شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ
141	شیخ کا زمانہ
141	شیخ سیدی رحمہ اللہ آپ کے مقررہ ارادت میں
142	شجرہ طریقت
142	شیخ کا طبع مقام
145	خلفہ دو کھازین
146	شیخ کی سیاسی خدمات
147	شیخ الشیوخ کا نامور بھائی
148	شیخ الشیوخ کی تالیفات علمیہ
148	معارف المعارف کا تعارف



150	(باب چہارم) خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمہ اللہ
11	فقیر قادری
151	برصغیر میں سلسلہ نقشبندیہ کا آغاز
152	حضرت محمد ابراہیم دہلوی کا نقشبندیہ شریعتیہ
154	(باب پنجم) حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمہ اللہ
11	ابتدائی حالات
11	کس فیض یافتہ
156	ریاضت و محبت
11	مرشد کی ہاشمی
157	تعلیمی سہولت
11	رشد و ہدایت
11	چراغ دہلی کی حدیث
158	کاغذ و قلم
11	وصال
159	حضرت خواجہ صاحب کے ارشادات و واقعات
163	اشاعت اسماء میں آپ کا اثر آپ کے خلفاء کا حصہ

166	(باب ششم)
	حضرت سلطان بابہ رحمہ اللہ اور آپ کا عارفانہ کلام
۱۱	دین، نام و نسب، تعلیم
۱۱	روحی خدمات، ازواج و اولاد
167	ایمان و باور سے لے کر موت تک کلام
173	حصہ سوم
	تذکرہ مولانا رومی، شخصیت پرستی کا بحران اور مثنوی اللہ والوں کے واقعات و تصوف کی لطافتیں
۱۷۴	(باب اول)
	تذکرہ مولانا رومی کا
۱۱	نام و نسب اور دین
۱۱	کسب علوم
175	علمی کمال
176	مولانا رومی کی زندگی کا دوسرا دور
177	علمی تخریج کی جگہ مختصر حال
179	علمی تخریج کی مولانا رومی سے ملاقات کا حال

183	صدر مالدین زکریا کی دکان پر
185	شمس تبریزی کا قہر میں قیام اور شادی
187	شمس تبریزی کی پراسرار طبیعت
187	مشغی کی تہذیب و ادب
188	”مثنوی نے جس حکایت کی کہ“
189	مشغی کا اہل خانہ
192	مشغی کی چھ جہات
193	مشغی کا ملی جاتی
194	مشغی کے پہلے شعری تجربے
195	(باب دوم) عقلمیت پرستی کا عام دور دورہ اور مثنوی
197	”تانیلم کے بھائی“
199	مستور کی تحریک اعتراض کا آغاز
201	مستور کا نظریہ بھائی
202	اہل سنت کے امام احمد رضاؒ کی اشعار کا دور
202	مستور کا زوال اور اہل سنت (اشاعرہ) کا عروج
203	اشاعرہ کا چوتھی سے ساتویں صدی تک کا زمانہ
203	دوسرے عقلمیت پرستوں اور مثنوی پر

204	اشعار کے چند معروف اثر وقت اور حکمتیں
205	ہر کمالے راژدالے
206	ایمان گئی یقین سے وجود پاتا ہے
207	مشغولی کا بیجا مآج بھی تروتازہ ہے
208	عقیدہ کلام کی درہنگی
209	بعد اطمینانی حقائق تک رسائی کا ذریعہ صرف وہی
210	نہیں حقائق اور عقل منطقی مباحث
211	منطق و کلام و دین کو خدا فرام کر تے ہیں، دل کو نہیں
212	مشغولی کے بنیادی مضموعات و مباحث
213	محبت کی اقسام
214	محبت کے درجات
215	پیسے کا بادل ہر مشاہدہ
216	اعلیٰ مشاہدہ کے مقامات
217	(باب سوم)
218	مشغولی کے منتخب اشعار مع تشریح
219	حقیقت و ظاہر پرستی پر نقد و جرح
220	حواس ظاہرہ اور عقل کی عیوب پر دوا
221	عیوبات اور بعد اطمینانیت کا ذریعہ اور اک دینی الہی ہے
222	

224	محل عیسویت کی جانچ کا جائز نہیں ہیں مسکا
225	باطنی وجدان کا نور باطن کی قدر و قیمت
228	محل حیدرانی اور محل ایمانی
229	ادوات کے قریب و مشاہد کا دائرہ کار
231	”خردا بھی ہوئی رنگ و بو میں ہے“
233	ہادی اشعہ کا اصل جوہر بھی اس میں محلی غیر ہادی اسر ہے
234	محل حیدرانی اپنی اوقات میں رہے
235	چند فطری سوالات اور محل کا ان سے کلر محل
236	محل حیدرانی کے ماحلیین کا جمل مرکب
237	محل خدا اور سے روشن ہے زمانہ
239	فلسفی کو بحث میں خدا تھا نہیں
241	محل حیدرانی اور محل ایمانی کی کار گزار میں کا موازنہ
245	روحانہ و جہاں جس دل میں آئے ہے
246	اپنے من میں ڈوب کر
247	طبیعی محل اور شرعی طریق مراتب
248	محبت سے دلوں کی حیات ہے
249	محبت قریح عالم

253	(باب چہارم) اللہ والوں کے اثر انگیز واقعات و ارشادات
۱۱	دنیو سعدی شگاتا
255	حضرت ابن اسحاق کے ارشادات
256	بشر حافی کی نساخ
۱۱	حاتم ام
۱۱	ربیع بن خثیم کا ایک واقعہ
257	مالک بن دینار
۱۱	سفیان ثوری کا حال
۱۱	حماد بن زید کی عاجزی
258	حاتم بن عبد الجلیل کا عجیب طریقہ
۱۱	قیامت کے منظر
260	حسن بن صالح کا خوف و خشیت
۱۱	داؤد حافی اور ربیع پر فحش حادی ہوتا
261	فضیل بن عیاض کے بیٹے کی کفر آخرت
۱۱	حسن بصری کا تہرہ
262	سلطان قاری کا کلمہ حال
۱۱	مرض و بیماری میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع و تائبیت

263	حسان بن سنان کا واقعہ
264	رائج بن قثم کا ایک واقعہ
265	عمر بن عبدالمعز اور خوف خدا
266	ابوبکر بن عباس کی ایمانی قیادت
267	تاہاتف ہوں منزل سے
268	ایک نکتہ
269	کتاب دست کی اجازت کی اہمیت
270	اپنا سوا ملا اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا
271	علم و عمل میں اخلاص
272	خود حسن امری کی باتیں
273	ملاقات کو چھوڑنا اور اس سے بچنا
274	غیرت اسلامی
275	گمراہوں سے حسن سلوک
276	تجربہ پر مدامت و پختگی
277	علامہ اقبال اور غیب زدہ ہرادی
278	(خیر)
279	راہ تصوف کی لغزشیں اور ان کا حل
280	خاندان شاہ اسرچنگ پرائیوٹ (Searching Point)

	”خندہ مک“
276	اپنے بزرگوں کی وفات پر منظوم تاثرات
”	کتنی کس پھوس کا دین آس مر اپنا ڈکوبارو (حضرت نواب قیصر صاحب کاسمیہ)
277	بمرد درخت سڑکا نہ لکھ کے تنہی کے سر پہ گئے (ابانی مرحوم کاسمیہ)
278	دلاء الشیخ (استاذ کرام فتح اللہ بیٹ حضرت قاری سید الرحمن دہرانی کی ہدائی ہے)
279	چار آئینہ سرور ہانا مرحوم مولانا محمود خان صاحب
280	قہر اسے اشک (حضرت اکبر شاہ خواجہ خان صاحب کاسمیہ)
”	الغیر بدعت اور شانِ عشرت

یہ وہی نیرمہ زمانہ کا امام برحق

جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

سوت کے آگے سے دکھا کر رخ دوست

زندگی نیرمہ لے لے اور بھی دشوار کرے

نہ کہ احساسِ زیبائی تیرا لہو گرمانے

نظر کی سیل چڑھا کر مجھے ملوار کرے



## تاثرات و دعائے کلمات

مفتی محمد رضوان صاحب دامت رحمہ

(مدیر ادارہ غفران راولپنڈی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مفتی محمد امجد حسین صاحب سدرہ اندھ نے تصوف اور مشائخ تصوف سے متعلق مختلف اوقات میں مضمین تحریر کئے اور ماہنامہ ”التقویٰ“ میں بھی شائع ہوئے، جن کو بعض اصحاب کی خواہش پر کتابی صورت میں طبع دہائی کے بعد شائع کیا جا رہا ہے۔

تصوف کی تاریخ اور مشائخ تصوف کے حالات کے متعلق یہ کوئی مختصر و مستقل کتاب تو نہیں ہے، البتہ اس موضوع پر کافی حد تک معلومات اور معروف تصوف کی معرفت حاصل کرنے والوں کے لئے ایک مفید مجموعہ ہے۔

تاہم تصوف کے راستے سے بے غار بدعات و منکرات نے بھی جنم لیا ہے، اور اس موضوع کا سہارا حاصل کر کے حلقوں کی گمراہی کا ایک طوفان برپا کیا گیا ہے، جس پر ضلالتاں مجموعہ میں کلام کیا گیا ہے، لیکن اس موضوع پر قرآن و سنت کی مختصر تفصیل کی روشنی میں مستقل کام کرنے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے مسنون ترکہ کو اچا کر کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ موجودہ دور میں اہل بدعت کے علاوہ، اہل السنۃ والجماعہ کی طرف منسوب منحور و بدعت میں بھی منکرات کی جھلک نظر آنے لگی ہے، جس سے آگاہ رہنے کی ضرورت ہے، بندہ کی نشاندہی پر اس کتاب میں نہ کوئی بعض مضامین کی جزوی اصلاح بھی کی گئی ہے۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو مفید اور اصلاح بخشی کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

نقطہ۔ محمد رضوان۔ ۱۴۵ شعبان/ ۱۴۳۶ھ / ۱۳ جون/ 2015ء بروز ہفتہ

ادارہ غفران راولپنڈی، پاکستان

toobaa-elibrary.blogspot.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## تہذیب

(از مؤلف)

جامعہ اومصلحہ و مصلحا، تصوف کا شعبہ دین اسلام کے ایک تہائی حصہ کا ترجمان اور اس کا پاسان و پشتیبان ہے، جیسا کہ حدیث جبریل میں حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے آقا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین چیزوں کے بارے میں سوال کیا تھا۔ کہ اسے اللہ کے رسول! ایمان کیا ہے؟ اسلام کیا ہے؟ اور احسان کیا ہے؟ یہی تین چیزیں پورے دین سے عبارت ہیں۔ ایمان میں عقائد و ایمانیات آگئے، اسلام میں تمام احکام اسلام جو ظاہر بدن سے سرانجام پاتے ہیں وہ آگئے، اور احسان میں دل کے اعمال یعنی اخلاقی حمید و اخلاقی مذموم آگئے کہ اخلاقی حمید سے دل و نفس آراستہ اور اخلاقی مذموم سے دل پاک و صاف ہو جائے۔ یہی احسان کا دوسرا نام تصوف ہے۔

آج ہائی دین و دینی کے شعبوں کی طرح احسان و تزکیہ اور اصلاح نفوس کے اس شعبے پر بھی زور دیا و ملحوظ رکھا گیا کہ علم ظاہری ہے۔ بڑا ہاں اقبال

زخموں کے تعریف میں ہیں مقالوں کے نظمیں

زیر نظر کتاب تصوف و احسان کے حلقہ سیرے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو 2006ء سے 2011ء کے دوران مختلف مواقع پر میں نے "ہمارا تبلیغ کے مستقل سلسلہ" تذکرہ اولیاء کے لئے لکھے۔ اس میں ایک حصہ تصوف کی تاریخ و پس منظر پر مشتمل ہے، ایک حصہ تصوف کے چاروں سطحوں کے بانی و مشائخ اور بعض دیگر مشائخ و صوفیاء کی سوانح پر مشتمل ہے، ایک مستقل حصہ مولانا رام کے سوانح اور ان کی شہرے کے تعارف اور قافلے پر مشتمل ہے، ایک حصہ شہرے مولانا رام کے کچھ شعراء منتخب کر کے ان کی تخریج و وضاحت پر مشتمل ہے۔

اور کچھ ائمہ والوں کے اثر انگیز واقعات ہیں، آخر میں ایک ضمیر ہے، اور اپنے بزرگوں کی ہدائی پر ایک خاتمہ بندہ کے حکوم کلام پر مشتمل ہے۔

بعض اصحاب کا حرم سے تعلق تھا کہ یہ مضامین کافی مفید ہیں، کتابی شکل میں شائع ہونے چاہئیں، اس لئے اس مضامین کی نظر دانی اور تک و اضافہ کے بعد اشاعت ہو رہی ہے، ہمارے شیخ حضرت مفتی محمد رضوان دامت برکاتہم نے ان مضامین کی ایک حد تک اصلاح بھی فرمائی، اور پیش نامہ لکھا ہے، اللہ تعالیٰ دے کہ آئندہ اس موضوع پر حریہ محققانہ کام شروع اصولوں اور خصوص کے تناظر میں ہو، اس وقت تک دفعہ کے قیام تکمیل کے درجہ میں اس کتابچہ کو سمجھا جائے، یہ اشاعت تو اس کا نقشہ اولین ہے اور مشہور ہے کہ

خداش نقش چاہی بہر کمال زائل

میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اس نوبنی پھوٹی مضمون دینی خدمت کو قبول فرما، کہ اس کا اجر میرے مستحق، مرحوم والد اور بطور خاص میری باحیات مرحومہ والدہ کو عطا فرمائے کہ والد مرحوم کے بعد زمانہ کی تنہا دھوپ میں میری ماں میرے سر کا ساتہاں ہے، بڑا حادثہ غمت پھل نہیں دیتا شاید بتا ہے اور والدین کا سایہ بسکی چھاؤں ہے جس کا کوئی بدل نہیں آئین۔

محمد امجد حسین

11 / صفر / 1437ھ 24 / اکتوبر / 2015ء، بروز منگل

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

# حصہ اول

تصوف کی تاریخ، حقیقت و رہنمائی  
ایضاً ان صورتوں کی روشنی میں



اسلام، حضرت اسرار الملک علیہ السلام۔

مشہور مقدس آسمانی الہامی کتابیں چار ہیں:

تورات، زبور، انجیل اور قرآن مجید

نئی کریمہ <sup>ﷺ</sup> کے خطائے راشدین چار ہیں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی

رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

عالم کبیر یعنی کائنات کے بنیادی عناصر چار ہیں

پانی، مٹی، ہوا اور آگ ۱

پتہ عالم اکبر کے بنیادی عناصر ہیں۔

عالم صغیر یعنی انسان (یونگر مین) میں دیکھیں تو اخلاط کی تعداد چار ہے

خون، صفرا، سودا، بلغم

اسی طرح مفرد مرکب کائنات بھی چار ہیں، مفرود چار ہیں

گرم، سرد، خشک، تر

اور مرکب یہ چار ہیں:

گرم تر، گرم خشک، سرد تر، سرد خشک

اسی طرح بالعموم دنیا کے موسم چار ہیں

بہار، خزاں، سرما، گرما

اسی طرح ہر کچھ میں بھی ہیں، وحدانیت کے نظام میں خلائق راشدین کے علاوہ حیل دیکھیں

تو اہل حق کے معروف و متداول فقہی مذاہب چار ہیں

۱۔ سورہ سائیس ۱۰۰ صحر کی تعداد ۱۰۰۰ اس سے بھی زیادہ ہے، ذرا دلی سے ذرا دلی میں کی جس سے ہی تحلیل و تجویز کے طلب حاضر توجہ کے ہیں، یا جان کے ہم جس میں کھل گئیں ہیں اس نے جو حد تک کے ہم جس ہی اہل مثال

ہیں، اہم

مثنوی ماکھی، مثنوی اور مثنوی

اور فقہ باطن یعنی تصوف و سلوک کے معرکوں و متداول سلسلے بھی چار ہیں۔

پیشہ، دکان، پیر، سمہ و دہ پیر، قشند پیر

حالانکہ فقہ و تصوف دونوں میدانوں میں صدیوں سے بڑے بڑے نام گذر رہے ہیں جو مستقل سلسلوں کے بانی ہوئے اور جن کے سلسلے ایک عرصہ تک چلے اور پھر پھوٹے ہوئے بھی لیکن آخر الامر امت کی غالب اکثریت میں دونوں دھاروں میں چار چار سلسلوں کو ہی زیادہ مقبولیت و شہرت حاصل ہوئی۔

دوسرا نکتہ

دوسرا نکتہ جو آیت

ثُمَّ لَمْ يَزَلْ يَدْعُو إِلَى شَأْنِ ذِي الْقُرْبَىٰ

(یعنی ہر آن اور زمانہ میں اس اللہ کی ایک نئی شان ظاہر ہوتی ہے)

کے تاثر میں ہے کہ کسی خاص زمانے میں اللہ تعالیٰ عالم خلق یا عالم امر میں کسی خاص نکتے کو ظاہر فرماتے ہیں اور پھر اسے اتمام و تکمیل تک پہنچا دیتے ہیں۔ یہ سارا ممل ایک تدریج، عظیم تدریج کے ساتھ اس طرح انجام پاتا ہے کہ اس زمانے کے حالات، فضا اور زندگی کی ساری سرگرمیوں اسی نکتے کے گرد گھومتی گئی ہیں اور اسی کو پران چڑھانے کے کام میں مصروف رہتی ہیں، عالم خلق میں تو قدم قدم پر اس کی مثالیں ملتی ہیں اور ہر خاص و عام پر واضح ہیں اگر کوئی اسے اس نظر سے نہ دیکھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی اس خاص صنعت گری کی عکاسی کرتی نظر آئے تو یہ نظر کا قصور ہے، مثلاً برسات ایک موسم ہے جب یہ زمانہ آتا ہے تو وہی زمین جو خشک ہو جانے میں پتھری لگتی کو مت دے وہی تھی اور ایک بڑھتی لگانے کی بھی مردار اور نہیں تھی اس میں زندگی کی صلاحیت دیکھتے ہی دیکھتے ایسی مستزاد ہو جاتی ہے کہ وہ ہریالی کے لگانے کے

لئے ہے تاب ہو جاتی ہے اور اس کے ہموار و سطوح سب جیسے پہنے پڑتے ہیں، اہانتات  
 قوتِ خسو سے بھر بھر جاتے ہیں، اور وہاں نیچے والا رب جب آسمان سے بڑی تیزخیز  
 کام نکھولتا ہے تو یہ سب اُحیات، ماہِ طہور زمین پر زرقعات ہو کر اسے اپنے مہو بہ فیضان سے  
 نہال کر دیتا ہے، گھاس، چارہ، پھول، پھل، گل ہونے، فصل اُتانے، نئے ترکاریاں، سبز گئی کو  
 شربابی سے جو بھل کر دیتی ہیں۔ رنگارنگ سبز، لہلہاتی کھیتیاں، اور اشعاعی بریالیاں شگ  
 ہوئی زمین کو بڑی ہلکا چپتا کر اور رنگارنگ دروازہ ہوا کر دیا ہوا (نئی نویلی، دلن) کا ہنسن  
 فراہم کر دیتی ہیں اور جسمِ عالم کو دھستے دکھارہ دیتی ہیں، اور اس منظر کو ان آیات کے  
 کاغذ میں دیکھا جائے

اَنشَبْنَا السَّمَاءَ رَبًّا فَمِنْ خَلْقِنَا الْاَرْضَ شَقًّا فَنُفِثْنَا فِيهَا حَبًّا وَجَبًّا  
 وَقَطَبًا وَزَنَنُوْنَا وَنَخْلًا وَحَدائقِ غُلْبًا وَفَاكِهِةً وَآبَا فَاكِهِةً لَّكُم  
 وَلَا تَعْلَمُكُمْ (سورۃ ص، آیہ ۳۲ تا ۳۵)

ترجمہ ہم نے پانی پر سماں اوپر سے موٹا دھار، مگر پھاڑا زمین کو چھ کر، پھرا گھائے  
 اس میں اُتانے، نئے اور انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور بھجوریں، اور کھجے، پائت،  
 اور میوہ اور گھاس چارہ، خاکدہ کے لئے تیار کئے اور تیار کئے مویشیوں کے۔

## ایک اور آفاقی مثال

ایک اور مثال جو کہ آفاقی بھی ہے اور روزمرہ مشاہدہ میں آتی ہے ہر صبح مشرق کے افق سے  
 آفتاب صاحبِ کاطور ہے کہ ہر صبح نورِ حق کے چمکدہ پر نور و خوش طہور آفتاب کی آمد سے  
 پہلے ہی اس کے اہلچی و ماحض و رہنما یعنی کراس کی آمد آمد کی خبر سناتے ہیں اور ٹہنی ٹہنی اس  
 ڈاں خفا کر غل پھاتے ہیں۔ ۱

۱۔ سورہ ہج، ص ۱۲۷ کے آیتوں کا مجموعہ ہے کہ ۔

نور کی ٹہنی نہ مڑتا تو خدا آگے نہ بڑھتا



اس شردغل سے ہی رات کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں کے اوسان خطا ہونے لگتے ہیں اور افق کی لالی ابھی کڑوا آفتاب کو اپنے غروب جگر سے غسل آفتابی دے رہی ہوتی ہے کہ شب غفلت کی تاریکیوں اور اندھیروں کا دم دال نہیں ہو چکا ہے، اندھیرا بے کچھ ایسے حواس باختہ ہو کر رہ گئے ہیں کہ انہیں منہ چھپانے کی جگہ بھی بھرس نہیں آتی

”واضو قبت الا و حق بنو ذر انھا“

اور بزبان حال یہ کہتے جاتے ہیں ع

بار بار بغیر میں مجھ کو وطن سے دور

حال تک یہی اندھیرے تھے کہ ابھی کچھ دیر پہلے تیرہ تارشب کے آفری لمحات تک چاند اپنی چاندنی کی ساری پہاڑی تار بھی انہیں نس سے کس نہ کر سکا، اپنی کروں کے اول بھر بھر کر روشنی کی پیاسی زمین پر اٹھ بھڑا، لیکن اندھیروں کی اور بڑتوں کا سامنا کرتے ہی اس کی اپنی روشنی سسکنے اور غمر لے لگتی۔ ع

بے کاراے ملک افسر مہتاب بھی ہوئی

ستارے جھلکا جھلکا کر تھلا اٹھے، اور وہ ہلکے سناٹروں اور صحرانورد کافلوں اور ہادیہ بچا کاروانوں کو نشان منزل کا پتہ بتاتا کر تھک گئے، لیکن شب و بکھر کی زلفت پر چٹاں کا ڈرا بھی بچا وغم نہ ٹلاں سکے، اور انے میں زہد مرتاض کی محفل شب کا ہم نشین منہ نہ چڑھا، رہبانِ اندھیروں کے آگے روتا، جان کھوتا، گھٹا اور پھٹا رہا اور پردانے پردانہ دارا آ کر اس کے حرمِ الفت میں خود سوزی کر کے ہانپیں لٹھا اور کرتے رہے، اور اس قربان کا وہ محبت کے بیجٹ چڑھ کر نڈا کا ریہہ جاں سپاری کی خونیں داستانیں رقم کرتے رہے، لیکن اندھیرے ہیں کہ نس سے کس نہاوتے۔ ع

شیخ کا گھٹنا، پردانے کا جھلا ستاروں کا ٹوٹا ہزاروں مرتلے ہیں سج کے بھگام سے پیسے

امور تشریع میں اس نکتہ کی نکتہ کا اطلاق

جو کہ جی، جبرائیل اور جبرائیل اور نور و غلات کے درمیانوں اور مرغلوں کا بھی ہے۔ انسانیات کفر و شرک ظلم و ظفیان میں مرغا را دلی ہوتی ہے۔

[illegible]

وقت کا ایک نیا آٹا ہے وہ گمراہی کی دلدل میں گھسی ہوئی جاس بلب انسانیت کو ہی اٹھی سے  
 تجویز شدہ نسخہ کیا استعمال کرتا ہے تو ہدایت کی حلقائی سیڑ رو میں نئی زندگی پالتی ہیں  
 اور حیات چاروں کی راہ پر گامزن ہو جاتی ہیں اور ہاتھوں پر حق واضح ہو کر اتمام حجت ہو جاتا  
 ہے پھر دھت دھری اور سرکشی سے باز نہ آئیں تو ایک معجزہ مدت تک صحت کے بعد زمین  
 کو ان کے نام مبارک و جود سے پاک کر دیا جاتا ہے اسی طرح نسل در نسل ہوتا آ رہا ہے۔

### اہم سابقہ پراجیکٹوں کی نظر

ہدایت و خطرات کا اپنے اپنے وقت پر آنے اور چمکانے کا یہ علم بہت پرالایک گزشتہ اقوام میں

[illegible]

سے بنی اسرائیل کے حالات چونکہ نسبتاً زیادہ واضح ہیں اور جو کچھ ہم بیان کر رہے ہیں اس کی بحالگی کے سلسلہ رسالت اور دین و ملت میں کافی نمایاں ہے اس لئے اس کا کچھ ذکر کر لکھ کر، پھر ہم اسلامی دور کی طرف متوجہ ہو گئے، اور آگائے نامہ حضور رسالت پہ پہنچنے کی آفاقی نبوت کے کمالات و برکات اور ملت مرحومہ صلی علیہ وسلم کی اسلام کے فضائل کو اخذ کر کے جو ملا جلتیں اور ثمرات و ہدایت کے مختلف شعبوں میں تاریخ اسلامی کے مختلف ادوار میں نمایاں ہوئیں خصوصاً تصوف کے حوالے سے ان مثالیں بیان کا ذکر کریں گے۔

## بنی اسرائیل کی تاریخ سے نمونہ

بنی اسرائیل کی تاریخ اور ان کے ابتدائی حالات کا قرآن مجید اور خود اسرائیلی ماخذ سے جو نقشہ سامنے آتا ہے، اس میں ہم دیکھتے ہیں کہ قدیم مصر ایک زیر دست تہذیب و تمدن کا گہوارہ تھا، فرعون کے مختلف خاندان صدیوں یہاں کامیابی سے حکومت کرتے رہے، ان کی مملکت و پائیدار مستعمرات تھیں جن میں ضعف و کمزوری کے دور و درمیان آتا رہا، پہلے ان کے جو بھی افلاقی و مذہبی حالات تھے اس کی تفصیل میں جانے بھر پور دیکھ جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے پہلے ایک عرصہ سے یہ سلطنت کیا حیثیت اختیار کر چکی تھی اور کیا رنگ و روپ احوال رکھتی تھی؟ فرعون طاقت کے گھمنڈ اور مادی وسائل و اسباب کی فراوانی کی ترنگ میں آ کر مذہبی کار و بار دین بیضا تھا اس کی قبلی قوم تہذیب و تمدن اور طاقت و عظمت کے نئے میں جھلا ہو کر نکھر رہا تھا، امت کی شکست و ذلت اور زیر دست و کمزور قوموں پر (جن میں سبھی قوم یعنی بنی اسرائیل سرگرم تھی) جبر و ظہر اعلیٰ نے فرعون وقت کی ہموافقی، قرآن مجید نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے پہلے اور آپ کی بعثت کے بعد ان کے جن جن مظالم اور مظنیان و سرکشی کے سبب کارناموں کی خبر دی ہے اور بنی اسرائیل کی مظلومیت اور موسیٰ علیہ السلام کی طرف ان کا رجوع اور شکوہ شکایت اور موسیٰ علیہ السلام کا ان



حکومت و طاقت اور سلطنت و جبروت کی فرکانی کی صورت میں آگے نکلا ہونے والی تھی

## حاصل استدلال

حاصل استدلال یہ ہے کہ عالم فطری میں جس طرح برسات و فرائ اور رات و دن کے رنگ الگ اوقات و زمانے اور دائرے و احاطے ہیں ایک میں دوسرے کے مظاہر و دلہا نہیں ہوتے اور جب دوسرا آجائے تو اس پہلے کا نام دستان نہیں رہتا اسی طرح عالم امر میں ہر نظام ہر جذب و تہون ہر حکومت ہر معاشرے کے نشو و نما پانے، بکھلنے پھولنے، کمال تک پہنچنے، بگاڑ دینے اور بھرنے کے گمات اتر کر زوال آٹھا ہونے کے لئے لوح محفوظ لکھنے والے رب نے ایک اصل و مبدع اور مکی ہے وہ مبدع پوری ہو کر رہتی ہے اس مبدع کے چہرہ ہونے تک اس نقشے کو کوئی نہا نہیں سکتا، اور جب وہ اصل مکی آن لگے جو اس نقشے کے چہرہ ہونے سے بھی پہلے مقدر ہو چکی تھی تو ہر اس نقشے کو مبدع ہونے سے کوئی چیز بچا نہیں سکتی یا تو یہ چیز سہوی گرفت و آفتوں سے فنا کے گمات اترتی ہے یا زہنی و فکری اسباب اللہ تعالیٰ اس پر مسلط کر کے اسے حرفِ لہو کی طرح مٹا دیتے ہیں۔

تو سوں کے عروج اور زوال اور جرم و سزا کے معاشے میں قدرت کا بھی ضابطہ ہے، مگر جائز دیکھا جائے تو عروج و زوال کے تکنیکی نظام کے ضمن میں زندگی کے سارے ہنگامے اور حوادثِ عالم کے نقشے آتے ہیں قرآن مجید کی اس جامع اصطلاح ”اجعل“ یا ”اجعل فی“ کی وضاحت یوں بھی کی گئی ہے

”ہر قوم کو دنیا میں کام کرنے کا جو موقع دیا جاتا ہے اس کی ایک اختلافی حد مقرر کر دی جاتی ہے، ایسی معنی کے اس کے اعمال میں خیر و شر کا کم سے کم تناسب برداشت کیا جاسکتا ہے جب تک ایک قوم کی بری صفات اس کی اچھی صفات کے مقابلہ میں تناسب کی اس آخری حد سے فرور نہ جاتی ہیں اس وقت تک اسے اس کی

تمام برائیوں کے باوجود مہلت دی جاتی رہتی ہے اور جب وہ اس حد سے گذر جاتی ہے تو پھر اس بدکار، بد مضامین قوم کو حریف مہلت نہیں دی جاتی۔

(ترجمہ مستطاب قرآن ص ۱۰)

## افراد میں بھی مذکورہ قانونِ بگومین کا اجراء

اس وضاحت سے اہلِ کامنیم قوموں، رعایتوں اور معاشروں کے مہلتِ عمل کے دورانیوں کے متعلق سامنے آ گیا، ہر فرد اور کامنیم قوم اس سے بھی زیادہ واضح ہے، ہر انسان کی زندگی کا دورانیہ اور اس کی موتِ مقدر ہے، یہ ایک بدیہی حقیقت ہونے کی وجہ سے قرآن مجید نے اسے ”الغین“ کے نام سے موسوم کیا ہے، ہر دینا

”وَ الْغُلُوبُكُنْ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ“ (مفسر امری ص ۱۰)

(یعنی اپنے رب کی بدیہی اپنی موت آنے تک کر)

اور اہلِ کامنیم قرآنِ فرد کی موت کے لئے بھی استہلال کرتا ہے، اور اصولِ دونوں جگہ ایک ہی کارفرما ہے کہ وہ اہلِ سمجھ و غور فرد کی ہو یا قوم کی جب آن پہنچتی ہے تو کچھ بھی تقدیرِ خدا خبر کی گنجائش نہیں رکھتی۔

”اِذَا جَاءَ اَحَدُهُمْ لَاسْتَاغْوٰرُ وْنَ مَآءٍ وَّلَا يَنْظُرُوْنَ (الاعراف ص ۱۰)

ترجمہ: جب ان کا مقررہ وقت آ جاتا ہے تو نہ کوئی پھرنا خیر ہوتی ہے اور نہ تقدیر۔

اور ایک تیسری اہلِ خود اس نظامِ کائنات کی بھی ہے وہ بھی جب آن لگے گی تو آگے پیچھے نہ ہوگی، اور عالمِ دنیا کا خاتمہ ہو کر آخرت و قیامت کا عالم قائم ہو جائے گا، اہلِ مسیٰ و فحش کے بعد حریف مہلتِ عمل نہ ملتا اور سزاوارتہ دونوں کے ساتھ اس تیسری (یعنی عالمِ دنیا) میں بھی قدر مشترک ہے، چنانچہ عالمِ دنیا کی جان کی گارانتی سورج کے طلوعِ مغرب سے ہوگا، اور اس کے ساتھ از روئے حدیثِ توبہ کے دوا دے بند ہو جائیں گے، جو جس حالت میں تھا سو میں یہ کافر، مصلح یا مفسد ان اسی پر ہے گا اب توبہ قبول نہ ہوگی۔

## (باب دوم)

## شریعت میں تصوف کا درجہ

تصوف کے مختلف سلسلوں کے تاریخی ارتقاء اور تمدنی سلسلوں کا آغاز اور عروج و انحیل تک پہنچنے کے مراحل اور دیگر بدعات و خرافات اور دیگر چیزوں کا بعد کے دور میں جزوی یا عمومی طور پر بہت سے سلسلوں پر غالب آنا اور اس کی شرعی تقدیریت و مقصودیت کا نام نظر میں نہ ملے جانا اور دیگر مذہبی قوانین میں اصلاح و ہلکانی کی شکل کا برپا ہونا اور دیگر تقسیم و تقسیم کا عمل جاری ہونا، ان سب امور کے جان کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تصوف کی حقیقت اور شریعت میں اس کا درجہ و مقام تحقیق کیا جائے، اس طرح ایک معیار بھی سامنے آئے گا کہ آگے کے مراحل میں کوئی چیز مقصود میں داخل ہے اور کوئی غیر مقصود ہے اور کونسا عمل یا طریقہ کس درجہ کا ہے؟ اور تصوف کا درجہ شریعت میں جب ہی تحقیق ہو سکتا ہے جب خود شریعت کی حقیقت اور اس کی حدود اور دستوروں کا اندازہ ہو۔

## دین اسلام کی جامعیت و ہمہ گیری

جاننا چاہئے کہ دین اسلام جو کہ دین فطرت ہے اور نبی ﷺ کی بعثت سے لے کر قیامت تک کے تمام انسانوں کے لئے جامع و مکمل شریعت اور دستور زندگی ہے، خواہ وہ انسان مشرق میں رہے ہوں یا مغرب میں یا ایشیا میں ہوں یا افریقہ میں یا کسی اور براعظم میں یا اس کے کسی جزیرہ میں اور خواہ پہلی صدی ہجری، چہر و آخر دن کے زمانے میں ہوں یا اس کے بعد کے کسی دور میں، جیسا کہ قرآن مجید کی ان نصوص اور آیتوں سے واضح ہے۔

(۱) سورہ آل عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَآفٍ كَارٍ (۱۰)

ترجمہ: بے شک قبیل و پسندیدہ دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے (سورہ ان

مرآن)

(۲) سورہ آل عمران میں ہی ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

وَمَنْ يَتَّبِعْ غُورَ الْإِسْلَامِ وَنَسَا لِسَانَ يُقْبَلُ مِنَّا وَهُوَ مِنَ الْأَجْرَاءِ مِنَ

الْخَبِيرِينَ (۱۰۰)

ترجمہ: اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کسی اور دین میں کامیابی اور جانتی تلاش

کرے گا تو ہرگز اس سے وہ قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ خسارہ پانے

والے لوگوں میں ہوگا (سورہ آل عمران)

(۳) سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاحِدًا وَمُنْذِرًا وَنَذِيرًا وَخَاسِعًا إِلَى اللَّهِ يَهْدِيهِ

وَيُؤَيِّدُ الْفَيْيُذِينَ (۱۰۰)

ترجمہ: اے نبی (ﷺ) ہم نے آپ کو بھیجا گواہ بنا کر اور خوشخبری سنانے والا

(مظہر و نہات کی) اور ڈراوا سنانے والا (کفر و کفرانی کی صورت میں اللہ

کے عذاب سے) اور اللہ کی طرف لانے والا اسکے حکم سے اور آپ روشن چراغ

جیسا (سورہ احزاب)

(۴) سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا وَحْدَةً لِلْعَالَمِينَ (۱۰۰)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو سارے جہان کے لوگوں کے لئے سراپا وحدت ہی بنا کر

بھیجا ہے (سورہ انعام)

(۵) سورہ مہم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ



وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَمَا يَذَّكَّرُ بِهِ إِلَّا الْقَلِيلُ ۝۸

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو انہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لئے بشارت دینے والے اور ڈراؤ سناتے والے (سجده)

(۶) سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رُسُلُ اللَّهِ إِنِّي بَعَثْتُ لِكُلِّ قَبِيلٍ نَذِيرًا ۝۸۹

ترجمہ: آپ فرماد دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں (سجہ)

اسی طرح قرآن مجید میں نبی علیہ السلام کی وساطت سے امت پر یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ ہم نے ایک مکمل شریعت آپ کو عطا کر دی اب بھی آپ کے لئے کامل عمل ہے اور اس کو چھوڑ کر کسی اور ازم، نظام، دستور، قانون، آئین، سوچ اور طرز زندگی کی اتباع نہ کریں جو ان انسانوں کا بنایا ہوا جو جو اللہ کے قانون اور اللہ کی عطا کردہ کو نہیں جانتے کیونکہ اللہ کی عطا کردہ اور جو انسانوں کے ہارے میں ہے اور ان کی دنیا کی زندگی کے ہارے میں ہے وہ خود اللہ تعالیٰ کے کسی کو بتانے ہی سے مطوم ہو سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی اس عطا کردہ اور اکملہ وحی کے ذریعے انبیاء علیہم السلام کو عطا فرماتے ہیں، ایسی یہ شریعت جو آپ ﷺ کو دی گئی یہ اللہ کی اس عطا کردہ اور اکملہ مجموعہ ہے جو قیامت تک کے انسانوں سے اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے اس میں ان کی زندگی کے سب گوشوں کا احاطہ کیا گیا ہے کہ ہر گوشہ زندگی اور ہر شعبہ حیات میں اللہ تعالیٰ ان سے کس طرح کی زندگی اور کس طرح کا طرز و طریقہ چاہتے ہیں اور اس مجموعہ احکام پر ”شریعت“ کے لفظ کا اطلاق کیا جو کہ زندگی کے لئے ایک مکمل دستور و قانون کا مطوم خدا اپنے اندر سمونے ہوئے ہے لہذا شریعت کہہ کر اس آسمانی قانون اور نظام کی تمام آنکلی اور دستور و حیثیت اور وصیت واضح کر دی کہ یہ پوری زندگی پر حاوی ہے۔

جیسا کہ اس آیت میں ہے۔

لَمْ جَعَلْكَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّنْ أَمْرٍ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (المعین: ۱۸)

ترجمہ: ”مگر ہم نے کر دیا آپ کو اسے نبی (ﷺ) ایک شریعت پر دین میں سے  
 پس آپ اسی کی اتباع کریں اور ان لوگوں کی مرضی اور خواہشات کی اتباع نہ  
 کریں جو نہیں جانتے۔“

### امت سے کامل دین اپنانے کا مطالبہ

اس کی حریدت امت اس آیت سے بھی ہوتی ہے جس میں ساری امت کو خطاب فرما کر ان کو  
 کامل دین میں داخل ہونے یعنی اس پر عمل سے اس نے کاظم دیا گیا ہے، کہ یہ نہ ہو کہ کچھ  
 نظریات اسلام کے ہوں کچھ کسی اور اہرام اور نظام کے یا عبادات میں اسلام کی اتباع ہو  
 تو معاصات و معاشرات میں یا احکامات میں کسی اور مذہب یا قوم اور معاشرے کی جیسا کہ  
 آج کل بد قسمتی سے مسلمانوں میں یہ مرض بہت پھیل گیا ہے۔ آیت مدحت ہو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّخِذُوا إِلَىٰ السَّلَامِ تَحَلُّفًا وَلَا تَتَّبِعُوا هَوَايَا  
 الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ عِندَهُ قُلُوبًا (۴۰۸)

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اسلام میں ہمارے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نفس قدم  
 کی اتباع نہ کرو۔ بے شک وہ تمہارا نکلا دشمن ہے۔“

اس آیت میں واضح ہے کہ شریعت سے کلی یا جزوی طور پر پٹنا شیطان کی راہ پر چلنا ہے، زندگی  
 گزارنے کا ایک طریقہ یہ ہے جو مرضی نے متعین اور مقرر کیا اور اس سے ہٹ کر جو بھی زندگی  
 کا کوئی طور طریقہ اختیار کیا جائے گا وہ یا تو لوگوں کی اپنی خواہشات اور اس کے نفس کی تجویز  
 کردہ کوئی سوچ ہوگی (جیسا کہ کجلی آیت سے معلوم ہوا) اور یا کفر شیطان نے دوسرا وغیرہ  
 ڈال کر ان کو دھراسے بکھایا اور نکلا یا ہوگا (جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوا) اس سے انکار نہ

کیا چا سکتا ہے وحسن اسلام کی جامعیت اور وسعت کا اور اس کے ہم گیر مطالبات کا کہ وہ ہماری زندگی میں خود پیردگی کا مطالبہ کرتا ہے، کسی ایک شیعہ میں یا کسی ایک چیز میں اجماع کو کافی قرار نہیں دیتا اور اسی کامل خود پیردگی کو کامل ایمان، اکمال جماعت اور اکمال نبیات کی بنیاد مانتا ہے اس سے بہت کرشماتی خواہشات یعنی من مانی زندگی گزارنے والا راستہ ہے یا شیطان کے توجہ کردہ کاموں اور انتخاب کردہ راستوں پر زندگی گزارنا ہے اور نفس و شیطان دونوں کی اجماع چاکت کی طرف لے جانے والی ہے۔

## تصوف کے متعلق دو طرح کے مقالے

تصوف کی حقیقت اور شرعی حیثیت کیا ہے؟

اس کو جاننے کے لئے جگہ جگہ قائم اور اپنے گرد و پیش میں پھیلی ہوئی بہت سی دہلیزوں اور نام نہاد گدی نشینوں کے حالات و کردار کو ملاحظہ کر کے فیصلہ کیا جائے؟ یا اسلام کی اصل تعلیمات، شریعت، مقصد اور ان مقاصد کے تحت زمانہ خیر القرون اور اس کے بعد کے ادوار میں اس خالص اسلامی شیعہ کے وجود میں آنے اور بتدریج اس کے اصول قائم ہونے، مضبوط ہونے اور نظم و ہونے کے مرحلوں کو اور اس شیعہ کے مشائخ کی تعلیمات اور ان کی مثال عملی زندگی کے نمونے کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جائے؟

اس حوالہ سے لوگ ائمہ اربعہ کی روکھائوں میں جھکا رہے ہیں۔

## اندھی عقیدت کا مقالہ

ایک بے اعتدالی کی گھائی نام نہاد کی تصوف کے اندھے عقیدت مندوں کی ہے جو شریعت کی صحیح تعلیمات سے بے خبر ہیں، اور تصوف کی اصل روح سے ناواقف ہیں، اور جن میں سے اکثر کی دینی و ملی زندگی بھی شریعت کے احکام کی پابندی سے خالی ہوتی ہے، اس نسل و نسل سے ایک، حوالہ ان کے سامنے ہے، آج کا اہلاد سے آستانوں، بیخ خانوں سے اندھی عقیدت

بغیر کسی اصوں اور شرعی تفصیل کے ان کو ورثہ میں ملی ہوئی ہے، نماز روزہ اور دیگر احکام شرع کی بجائے بیہوش ٹھیلوں کی روٹی بڑھانا اور بہت سے شرعی فرائض و عسکرات اور کھلے فرائض اور عمرات کے ساتھ دھوم دھام سے عرس منانا اور حراؤں پر چڑھنا ان کے نزدیک مسلمانی کا اونچا کام اور نہات کی نگہی ہے، جو ان مشائخ سے محروم ہو تو وہ قرآن وحدیث کے سارے مطالبے بھی پڑے کرے اور دین کے واسطے میں جن میں دھن منارے تو بھی اس کے کٹھن نظر سے مراد دھن ہے، یہ تو افراتوا (عقیدت میں حد سے بڑھنے) کے شاعرانے ہیں۔

### رسمی تصوف سے بیزار لوگوں کا مقالہ

تقریباً (چھ کوس کے اوقی دور ہے سے گھٹنا) کی گراہی کا وہ لوگ نکارہوتے ہیں جو صوفیت اور مشائخ کے نام پر اپنے زمانے کے رائج فرائض کو دیکھ کر اول سے آخر تک اس خاص اسلامی شیعہ کا پوری صاف کر دیتے ہیں، کبھی اس کو کبھی سازش قرار دیتے ہیں، کبھی شیعیت اور باطنیت سے اس کی کڑیاں جوڑتے ہیں اور ان بڑے بڑے مشائخ اور احمد وقت سے بدگمانی اور ان کی بدگوئی کرنے سے بھی نہیں بچتے، جو اس زمین پر ہدایت کے نشان تھے، دین حق کے پاسان تھے، دین حق کی اشاعت اور خلق خدا کی رشد و صلاح دین کی زندگی کا دہم مقصد تھا، اس راستے میں انہوں نے اپنی زندگیاں کھپائیں، انہیں کی قربانیوں، کوششوں اور کادشوں سے دین کے مختلف حصوں اور سطحوں میں اسلام نے روٹی پائی اس طرح ملکوں ملکوں اسلامی معاشرے وجود میں آئے، خود اس خطہ میں مشرک نظام اور صوفیائے کرام کی اسلامی خدمات کی جو درخشش تاریخی ہے کون کہہ سکتا ہے کہ اس کے بغیر اس عظمت کدہ ہند میں اسلامی سلطنت اور اسلامی معاشرت کا بگاڑ کس تھا، حضرت علی جمہوری، حضرت خواجہ حسین الدین چشتی، امیرری، حضرت نظام الدین اولیاء دہلوی، حضرت بابا غریب الدین گنج شکر، جمہ الدین وغیرہم

بسیوں مشائخِ قویہ میں اسلام کی ابتدائی اشاعت کرنے والوں میں سے ہیں، خود ہند کے دور میں جب غیروں کی ریشہ دانیوں اور اپنوں کی مخالفتوں سے اسلام کی جگہ اس سرزمین سے لپٹے جانے کے منصوبے بنے تو میدان میں اتر کر عزیمت کی راستا میں رقم کرنے والوں میں کہ اس طبقہ کے لوگ اور مشائخِ حق کسی سے چھپے رہے ہیں؟ یا آج کے دوکاندار جاہل غیروں کی طرح زندگی اور اس کے حقائق، اسلام اور اس کے فرائض سے غرا کر انہوں نے دھڑ بھڑایا؟ تاریخِ خبرہ بتا ہے کہ اس میدان میں بھی یہ لوگ سر فرست رہے ہیں، ہر ایک بھی، صرف ایک مثال، جیسے نمونہ کے طور پر۔

## اکبر کا الحاد اور مجدد الف ثانی کی خدمات

مظلّم قمران اکبر نے جب لکھنؤ کی چالوں میں آ کر وہیں الٰہی کا ذکر تک رچا دیا تو وہ شریعت اسلامیہ کی جیب کھینچی کا زمانہ تھا، بلخیش مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے اپنے اسلامی اور تہذیبی کارناموں سے اس سرزمین میں وہی مظلّمی کا جو اقتدار قائم کیا اور اس کی بنیادوں کو بہت مضبوط کیا ایک صوفی مانی اور تصوف کے ایک شیخِ وقت کے اس کارنامے اور خدمت کا ہمارا احسان برصغیر کے بیشتر مسلمانوں کی گرجیوں پر ہے، انکا اقبال مرحوم نے شیخ مجدد کو اہل کے اشعار میں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے اور ساتھ ہی نام نہادوں زادوں کو بھی آئینہ دکھائے ہیں:

”میر ہو میں شیخِ مجدد کی لہر ہے، وہ خاک کہ ہے زبرِ فلک مطیعِ قوم  
اس خاک کے اردوں سے ہیں شرمندہ ستارے، اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار“

وہ ہند میں سر، یہ مت کا نگہبان	اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار
کی عرض پہ جس نے کہ مٹا خیر ہو گھڑا	آنکھیں میری نہا ہیں لیکن نہیں بیدار
آئی یہ صد افسوس نظر ہوا بند	جس اہل نظر کشور بجاپ سے بیدار
عارف کا لکنا نہیں وہ خط کہ جس میں	بند اکھ خیر سے ہو طرز و دستار

## (باب سوم)

## تصوف ایک تہائی اسلام

## احکام اسلام کی تین بنیادی قسمیں

اسی سلسلہ کو قرآن و سنت میں جتنے احکام دیئے گئے ہیں وہ تین قسم کے ہیں۔

(۱) وہ احکام جو عطا کر کے تعلق رکھتے ہیں جیسے توحید، رسالت، قیامت کے عقیدے، اسی طرح اللہ کی کتابوں پر، فرشتوں پر اور تقدیر پر ایمان اور عقیدہ۔

(۲) وہ احکام جو عملی درجے کے ہیں اور ظاہری اصحاء، باجمہ، پاؤں، کان، زبان وغیرہ سے وجود میں آتے ہیں، جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد، نکاح، طلاق، خرید و فروخت، تجارت، زراعت، طہارت، مذکور، طہارت وغیرہ۔

(۳) وہ احکام جو باطنی اخلاق اور عادت سے تعلق رکھتے ہیں، اللہ ان کو اپنے باطن اور اس سے انجام دیتا ہے، ان میں دل کے اچھے افعال اور اخلاق بھی ہیں جیسے مہربان، توکل، شکر، شفقت و رحمت، تواضع و انکساری، رضا باقتضا وغیرہ، جن کو قلبی حمیدہ اور لطفائیل کہتے ہیں، اور دل کے برے افعال اور اخلاق بھی ہیں جیسے تکبر، حسد، منافقت، بزدلی، خود پسندی، حرص وغیرہ ان کو رذائل کہتے ہیں۔ اس باب میں شریعت کے احکام لطفائیل سے دل کو آراستہ کرنے، نفس کو سنوارنے اور رذائل سے دل کو پاک کرنے اور نفس کا تزکیہ کرنے کے تعلق آئے ہیں۔

تصوف کو تزکیہ باطن، سلوک اور احسان کے ناموں سے بھی یاد کیا جاتا ہے، حدیث شریف میں (حدیث جبریل میں) اس کا احسان کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔

احکام کی یہ تینوں قسمیں ایک دوسرے کے ساتھ جڑی ہوئی اور پیوستہ ہیں اور شریعت

کو تینوں مطہوب ہیں قرآن مجید میں ان تینوں قسموں کا بیان الگ الگ عنوان سے نہیں ہوا، بلکہ تجا ان کو یہاں کیا گیا ہے، بلکہ اس کے کہ ہر ایک قسم کا الگ نام اور اصطلاح ذکر کر کے اس کو بیان کیا ہو۔

اسی طرح احدیت میں بھی ان سب احکام کا ذکر ہوتا ہے، کیونکہ شریعت کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی پوری زندگی کو اپنے تمام حرکات و سکنات کو دین کے سانچے میں داخل کرے، اور دین کو زندگی کے لئے ایک عمل دستور اور کامل ضابطے کی شکل میں سامنے رکھے، اور اس معیار پر زندگی کو بحال کرے، آدلی کامل مومن بن سکتا ہے۔

احکام کی مذکورہ درجہ بندی اور ان کے الگ الگ عنوان ثانوی درجہ اور ضمنی حیثیت رکھتے ہیں، جن کو انسان اپنی سہولت اور انتظام کے تحت خود درجوں اور قسموں میں تقسیم کر سکتا ہے، تاکہ سمجھے، سمجھانے میں آسانی پیدا ہو اور ان کے فرق و مراتب کی رعایت بھی ہو سکے، چنانچہ احکام کی یہ تقسیم اور اس تقسیم کے تحت دین کے مختلف شعبوں کو قائم کرنا اور ہر ایک کو الگ الگ باقاعدہ فن کی شکل دینا اور پھر اس کے اصول و فروع کی تشکیل کرنا اور ان میں سے ہر فن کے لئے الگ الگ ماہرین شرع مقرر ہونا اور خاص اس فن کے میدان میں ان ماہرین کا خدمات انجام دینا تصنیف و تالیف کرنا اداروں کا وجود میں آنا اور ہر فن والوں کا اپنی بنیادی صلاحیتیں خاص اسی فن کی خدمت اور نشر و اشاعت میں لگانا۔

یہ سارا نظام نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام کے بعد کے زمانوں میں وجود میں آیا۔ اس کی ابتداء یوں ہوئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد تابعین کے دور میں جب مسلمانوں پر فتوحات کا دار و دارہ کھل گیا، ممالک کے ملک فتح ہوتے گئے اور قوموں کی قومیں اسلام میں داخل ہوتی گئیں، جن سے جن سے متحدان ملک اور ترقی یافتہ تہذیبیں اور معاشرے اسلام کی حکومت اور مسلمانوں کی قلمرو میں شامل ہو گئے، پھر وکسرتی کے قارس و دردم مسلمانوں کی مصلحت داری میں آ گئے تو مسلمانوں کو عربوں کی سادہ معاشرتی و تہذیبی زندگی سے باہر نکل کر ایک دم ان

یہ سے بڑے متعدد معاشروں اور دنیوی اعتبار سے ترقی یافتہ قوموں سے واسطہ پڑا، انہی غنی چیزیں سامنے آئیں، مختلف نظریات اور تمدنی طریقوں سے ساجد ہوا۔ یہ صورت حال سب مسئلہ کے لئے عموماً اور نبی علیہ السلام کے دارِ ثینِ اہلِ علم کے لئے خصوصاً بڑا پیچیدہ تھی، اب قرآن و سنت میں اصول تو سب موجود ہیں، جو حقیت تک انسانیت کی ہر شعبہ زندگی میں رہائی کے لئے کافی ہیں، لیکن ان اصولوں کو نئے نئے پیش آنے والے واقعات و حوادث پر منطبق کرنا، اور ان جدید متعدد معاشروں کی عملی و اجتماعی اور معاشرتی زندگی کی ایک ایک بات کو شریعت کے اصولوں کے تناظر میں دیکھنا اور اسلام کی کسوٹی پر پرکھنا اور ان کے صحیح و غلط ہونے کا فیصلہ کرنا اور اس بات کا فیصلہ کرنا کہ کون سی چیز کس حد تک ترمیم سے جواز کے دائرے میں آ سکتی ہے، یہ ایک بڑا وسیع کام تھا۔

پھر خود ان معاشروں اور قوموں میں اخلاقیات اور روحانیت کی رواج پھولک کر اسلام کا ہر رنگ ان پر چھانا جس طرح صحابہ کرام پر نبی علیہ السلام کی صحبت و تربیت سے اور انھیں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت و تربیت سے چڑھا تھا، اس کی بھی اہمیت کچھ کم نہ تھی، اس کام کے لئے حکومتی قوانین اور ریاستی نظام جو اگرچہ اسلام ہی کا حصہ کر دیا جاتی تھا، یہ کافی نہ تھا بلکہ ضروری تھا کہ معاشرتی سطح پر خدا کا رازہ طور پر اہلِ علم اور اہلِ صلاح افراد و سازش (یعنی افراد کی کردار سازی) کے ذریعے اس عمل کو تکمیل تک پہنچائیں، کیونکہ ریاست اور حکومت جتنے بھی احکامات کر لے اور نظام اجتماعی کو جتنا بھی منظم کر لے وہ معاشرے کو بیرونی طور پر رضا ہلوں کا پابند بنا سکتی ہے۔

جبکہ اسلام کا مزاج یہ ہے کہ وہ اصلاح کا عمل فرد کی تربیت اور اس کے دل میں تعلق مع اللہ پیدا کر کے اور خدا خوفی اور خود احتسابی کی چنگاری سلا کر شروع کرتا ہے، اس مضبوط بنیاد پر جب افراد چارہ ہو کہ معاشرہ اور قوم کی تشکیل کرتے ہیں تو اس معاشرہ کے ریاستی اداروں اور حکومتی نظام کی عمارت بہت پائیداری اور استحکام کے ساتھ وجود میں آتی ہے، اداروں



کو مثالی سیرت و کردار اور ایمانت و ایمانیات کے اوصاف سے متصف افراد بھرا کر ”مذکورہ غرض“ کی تکمیل کرتے ہیں۔ یہ افراد ایک طرف روحانیت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر اپنی انفرادی سعادت کی فکر کرتے ہیں تو دوسری طرف اپنے سیرت و کردار اور عمل سے دنیوی اعتبار سے بھی معاشرے کو ایک مثالی معاشرہ بناتے ہیں۔ اب افراد کے اندر یہ قوی ترین محرک پیدا کرنا جو خدا خوفی اور خود احتسابی سے عبارت ہے اور جس کی وجہ سے ان افراد سے تکمیل پانے والا معاشرہ ہر قسم کی دنیوی و انفرادی سعادتوں کا جامع ہوتا ہے اس کے لئے مستقل اداروں اور رجال کا ریکی ضرورت تھی جو ہرے طور پر شریعت کے رنگ میں رنگے ہوئے ہوں اور پھر وہ دنیوی منہج پر افراد کی تربیت سازی کا نظام قائم کریں۔

پس یہ دوسرا ایسا مقررہ جس کی وجہ سے غیر اقران کے بعد کے افراد میں دینی احکام کی تذکرہ دہانہ میں قسموں کی بنیاد پر ملنا و پختہ ہوا وقت نے عین الگ الگ شعبے تکمیل دے کر دین کی حفاظت و بقاء اور اشاعت و تبلیغ کا کام شروع کیا۔

### (۱) عقائد و ایمانیات (علم الکلام)

جو حضرات نے عقائد اور ایمانیات کے شعبے کو لیا اور قرآن و سنت کے خصوص جو اس باب میں ہیں ان کو منہج و حرب کیا، مادی عقائد کے اصول ان خصوص کی روشنی میں حرب کئے اور پھر شارح و در شارح اس کی فروعات جمع کیں اور صحابہ کے آخری دور سے ہی امت میں جو مختلف گروہ فرقوں نے جنم لیا شروع کیا تھا اور سنت و صحابہ کے طریقے سے ہٹ گئے تھے ان کے اعتقادات اور شبہات کا جائزہ لیا اور ان کے ٹکٹے اور بھگتے کے اسباب کی تحقیق کی اور پھر قرآن و حدیث کے دلائل و دہماجین کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ان کی گمراہی کو واضح کیا اور امت کو ان کے فریب میں آنے اور ان کے پھیلائے ہوئے شکوک و شبہات سے بچانے کا انتظام کیا۔ یہ حضرات حلقہ میں اسلام کہلاتے ان کی دماغ سر میں اور محنتوں سے علم الکلام

ایک مستقل علم فن بن گیا اور اس کے لڑکچر پر مشتمل وسیع اسلامی کتب خانہ وجود میں آیا۔  
 متکلمین اسلام کے دو تین سطیے معروف ہیں، ایک اشعر یہ جس کے بانی شیخ ابوالحسن اشعری  
 ہیں دوسرے ماترید یہ جس کے بانی شیخ ابو منصور ماتریدی ہیں تیسرے حنبلیہ۔ مسلمانوں کی  
 فرقہ بندی کے علاوہ دیگر ادیان و مذاہب ہلچہ دیکھو بیت، عیسائیت، دہریت، دھرم کے  
 اعتراضات کا جواب اور خود ان کے بڑے نظریات کی تردید بھی علم حکام کا سرفہرست بحثہ رہا ہے۔  
 انہوں نے ایسے بارگاہِ دقت میں امت کی رجحانی اور ان کے عقائد کی حفاظت کا کام سرانجام  
 دیا جب مسئلہ بردافض، خوارج، باطنی، طہیجین، قہر یہ، جریہ وغیرہ گمراہ فرقے  
 اور فلاسفہ پر ان کے قبیح بعض اسلامی فلاسفہ مسلمان معاشرے میں درآئے تھے اور اپنے فاسد  
 نظریات اور نفس نہایت و مبالغہ آمیزی پر مبنی خیالات اور عقائد سے امت کو ہٹانے کے راستے پر  
 ڈالنے کے لئے کوشاں تھے۔

## (۲) فقہی احکام

دوسرے شعبہ زندگی کے عملی احکام کا ہے، جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ سچے سچے تہون اور معاشرے  
 کثرت سے اسامی کی مصداقی میں آ گئے جن کی زندگی عربوں کی طرح سادہ اور بالکل ابتدائی  
 نظری طریقوں پر تھی بلکہ زندگی کے مختلف میدانوں میں اس وقت کے لحاظ سے وہ بہت ترقی  
 یافتہ تھے، حکومت، سیاست، معاشرت، اقتصادیات، قانون، لطیف و خوب ذراعت ان سب  
 میدانوں میں دنیائے ان کا لوہا بانی قہمی جیسے کہ فارسی اور روم کی قہروں میں لہنے والی قواہم کا حال تھا۔  
 اب ان کا اسلامی معاشرت میں رنگنے کے لئے پورے اسلامی تہون اور معاشرت کا خاکہ ان  
 کے سامنے رکھنا اور جو چیزیں خود ان کے تہون میں انکی تھیں کہ شریعت کے اصولوں سے ان کا  
 جواز ثابت ہو یا معمولی اصلاح سے ان کے تہون و ثقافت کی بہت سی منہی چیزیں ان کو اسلامی  
 بنایا جاسکتا ہو تو یہ بہت بڑا کام کا میدان تھا اور وقت کا پہنچنا تھا اس پہنچنے سے مہربم آ جوتے

کے لئے اجتہاد و استنباط کی صلاحیت کے مالک قرآن و سنت کے گہرے علم کے حامل علماء و فقہاء کی ضرورت تھی سو اس قابلیت کے لوگ اس میدان میں اتر آئے اور مختلف فقہی مذاہب کی شکل میں اسلامی عملی زندگی کا پورا ایک دستور اور مرقع امت کے سامنے رکھ دیا۔ چونکہ اسلامی معاشرت کے حوالے سے نئے معاشرہ کو اسلام کے رنگ میں چہرہ پرا رنگنے کے لئے اس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت تھی اس لئے امت اس چشمہ صافی پر ٹوٹ پڑی اور قوموں نے ہی اس میں ہمہ دیکھتے ہیں کہ امت کی غالب اکثریت ہمارے فقہی مذاہب سے روشنی لے کر زندگی کی اسلامی شاہراہ پر گامزن ہو گئی۔

### (۳) تزکیہ قلب (تصوف)

اس شعبے کے تحت اس بہت کی ضرورت محسوس کی گئی کہ یہ لاکھوں کروڑوں لوگ جو دین اسلام کی روشنی میں آگئے اور ہدایت پانگئے اور عقائد کے باب میں بھی ان کی ہمہ دہی شرعی رہنمائی کا انتظام ہو گیا، نیز عملی زندگی کے احکام میں بھی فقہی مسائل کی تدوین کی صورت میں ان کی رہنمائی کا انتظام ہو گیا اور اسلامی سلطنت موجود ہونے کی وجہ سے سارا ماحول اور ماحول سے ادارے اسلامیات کے رنگ میں ہی رنگے ہوئے ہیں تو اب کی صرف اس چیز کی ہے کہ ان لوگوں کے دلوں پر بھی صحت کر کے ان کے دلوں کو اعلیٰ اخلاق اور فاضلہ صفت سے مزین کیا جائے اور برے اخلاق اور رذائل سے ان کے قلوب اور ان کے نفس کو پاک کر دیا جائے۔ اور حقیقت ایمان کے بعد یہی چیز سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے، تمام آسمانی شریعتوں میں انبیاء و مشیم السلام اپنے پیغمبر کی (یعنی جو ان پر ایمان لائے تھے) اسی اعجاز میں تربیت کرتے رہے ہیں کہ ان کے دلوں کو فاضلہ و معصی کرتے رہے، یہی حکمت کے بھی فرض تھے کہ اب ہم صرف تقاضے کا ارشاد ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ

ایہ زُوْخِفْنِہُمْ وَتُغْلِبْنِہُمُ الْکُتُبُ وَفُتِحَ لَہُمْ سُوْرُ الْقُرْاٰنِ عِصْرًا ۝۱۳۱

ترجمہ البتہ اللہ نے اہل ایمان پر احسان فرمایا جب اس نے کچھ ایک رسول الہی میں سے جو ان کو پڑھ کر سنا تھا قرآن کی آیتیں اور ان کے دلوں کو پاک کرنا تھا اور ان کو نصیم دینا تھا کتاب اور حکمت کی۔

لوگ عداوت آیت کے نتیجے میں جب ایمان لے آئیں تو انکا عمل بھران کے دلوں کی نصیم اور تزکیہ کا ہے اور پھر کتاب و سنت کی تعلیمات سے اس روشن دل کو زندگی کی شاہراہ پر استوار کرنے کا عمل ہے، نبی علیہ السلام نے صحابہ کی جو تربیت فرمائی وہ اس آیت کی رہنمائی کے مطابق فرمائی۔

اب اسنے لوگ جب ایک دم اسلام میں داخل ہوئے تو ضرورت تھی کہ اس طرح باطنی صفائی کرنے اور عقوب و نفوس کی اصلاح کرنے کے لئے مستقل انتظام ہو یہ میدان جن بزرگوں نے سنبھالا وہ مشائخ اور صوفیاء کہلائے اور تربیت کا یہ ادارہ سلوک و احسان اور حصول کے نام سے معروف ہو گیا۔ غور کیا جائے اس ذکر و بار آیت میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تین فرض منصبی جو یہاں ہوئے ہیں۔ یعنی تلاوت آیات، تعلیمات کتاب و سنت اور تزکیہ عقوب یہ ذکر و تین شعبوں کی اصل بنیاد ہیں جو امت میں کلام (عقائد و ایمانات) فقہ و اصول کے تین عنوانوں سے پہلے اس تفصیل سے یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ علم الکلام و فقہانہ، ہم فقہ اور علم تصوف شریعت کے تین بنیادی مقاصد اور احکام شریعت کی اصل تین قسموں کے اصطلاحی نام ہیں قرآن وحدیث میں ان سب کے احکام بغیر تقسیم و تبیین اور عنوان و اصطلاح کے مذکور ہیں مابقی بنیادوں پر نبی علیہ السلام نے صحابہ کی تربیت فرمائی اور صحابہ نے بعد ازاں کی، لیکن بعد کے ادارہ میں مختلف اسباب و وجوہات سے (جن کا ذکر ہو چکا لیکن مقاصد شرعی کی تقسیم اور الگ الگ تدوین ہوئی اور الگ الگ اصطلاحات ان کے اندر مقرر ہوئیں) اور ان کے الگ الگ شعبے قائم کر کے ہر شعبے کی خدمات و انتظامات کا الگ ادارہ کار و جو میں آباد تاکہ حکیم کار کے حصول پر آسانی سے ہر شعبے کے مقاصد حاصل کئے جاسکیں۔

## (باب چہارم)

## خیر القرون میں تصوف

## صحابہ و تابعین کا دور

خیر القرون کا زمانہ جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین کرام اور تبع تابعین کے اور ان میں لکھنا ہے۔<sup>۱</sup>  
 اس میں تصوف کی حقیقت تو سرور موجودی لیکن وہ انتہائی حدود و حدود اور قیام و مصلحتات  
 موجود نہیں جو بعد میں بتدریج مصلحت و تقسیم و جود میں آئیں۔

## صحابہ کرام کا مقام محبت و صحابیت

دین فطرت و شریعت مطہرہ کے جہتِ سانی سے سب سے پہلے سیراب ہونے اور نبی کریم  
 ﷺ کی محبت و تربیت سے براہِ راست فیضیاب ہونے والی جہت حضرات صحابہ کرام  
 رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ جہت ہے، نبی ﷺ کی محبت و تربیت و ہدایت اور سعادت کے  
 حصوں کا ہی نسخہ کبیر تھا کہ جس سے مرتبہ امتسان حاصل ہو پاتا، مرتبہ امتسان ہی سعادت و  
 ہدایت کی مخرج ہے۔<sup>۲</sup>

۱۔ اس جہل و نادانی کو حدیث میں فراموشی کہا ہے وہ کیا کہہ سکیا کہ حدیث ہے جسے انھیں الطریق العین  
 بالوہی، نہ انھیں بالوہم نہ انھیں بالوہم (مسلم کہ نہیں، نادانی میں نہ کے حال نے اس حدیث کے کتاب میں  
 کی تردید کی ہے۔) یہی حال اس دور میں ہر مسلمان کے ساتھ تھا کہ حدیث کے شاگردوں اور تابعین کا دور ہے، تیسرے  
 تبع تابعین تک انھیں کے شاگردوں و تابعین کا دور ہے وہ ان کے شاگردوں کی کلمہ و حدیث میں پہچانتے ہیں۔  
 ۲۔ حدیث میں نہیں کہتا کہ حدیث ہے امتان کی ہر حقیقت چار اہل ہے  
 ﴿میں حدیث لگے سے براہِ امتان﴾



اسی وجہ سے صحابی کا لقب اور صحابیت کا منصب اس قدر ہی جماعت کی پہچان اور ان کا سر و پہ  
الٹا کر قرار پایا، صحابی کے نقطہ میں سارے روحانی کمالات اور عظمت و سعادت کے سارے  
مقامات سموئے ہوئے ہیں، یہ لقب نبوت کے بعد ہدایت کے اس رفیع و اعلیٰ ترین مقام کا عنوان  
مطلی ہے، چنانچہ خود صحابہ کرام پہلے بھی تھے اور ایسے پہلے کہ چار دانگ عالم میں جنہوں نے  
اسلام کا سکہ بنایا اور گمراہیوں کے اندھ حیاروں میں آسمانی ہدایت کا فانگ بکھارا، یہ بقول انہیں  
دشتِ توہمت ہے، دریا بھی نہ گھوڑے ہم نے بحرِ عظمت میں دوزاں ہے گھوڑے ہم نے

اور

وہی ادا نہیں، کبھی ہر پ کے کیساؤں میں کبھی طریقہ کے چتے ہوئے صحراؤں میں

### صحابہ کی مختلف شاخیں اور کمالات

اس طرح صحابہ طیبہ، حاکم وقت، گورنر فوجوں کے سپہ سالار، لشکروں کے کمانڈر، جرنیل،  
ریاستی، انتظامی اور سیاسی قوانین کے مدون و مقرر تھے۔ بڑے بڑے ہاجرات شہنشاہوں  
اور فیروز کسری کے درباروں میں اسلامی سلطنت کے سفارتکار اور سفیر بھی بن کر گئے، اور ان  
خالص دنیوی و مادی مناصب اور کشور کشائی و جہان پائی کے عہدوں پر قائم ہو کر اپنی لیاقت،  
صلاحیت، مہارت اور قابلیت کے جس طرح کے جوہر انہوں نے دکھائے وہ آج تک غیر شمس  
و قمر کے دور میں بھی ان سب میدانوں میں ان کا لوہا نہاتی ہے اور اس کا مشرِ شکر بھی پیش نہیں  
کر سکتی۔

اسی طرح صحابہ مطہر قرآن و فاری، محدث، مشرِ مبلغِ دہائی، درافتوں کے دروہان، انوں کے  
غازی و فرسان، بخیہ، مجتہد، علمی مجالس کے معلم، تعلیمی سطحوں کے مدرس، منبر و محراب کے  
بہترین خطیب و داعی بھی تھے، جن میں سے ہر بر لقب شرف و کمال کا مستقل عنوان ہے لیکن  
خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں، نبی علیہ السلام نے اپنی احادیث میں اور سلف سے خلف تک پوری

امت نے ان کی چوری چوری تحریف، تعارف اور بچکان کے لئے جو لقب چنا وہ صحابی کا لقب ہے جو محبت سے نکلا جائے اور نبی کی محبت اٹھانے کی وجہ سے اس کو ملا ہے۔

یہ ایک نقطہ ہی ہے احمد انسانی مساواتوں اور کمالات کی دو ساری تفسیریں سمجھنے ہوئے ہے جو صحابہ کو حاصل تھیں چنانچہ ہر ایک کے لئے کہ صحابہ کے بعد کے طبقات میں امت میں بڑے بڑے فقیر امام ابو حنیفہ و شافعی جیسے بڑے بڑے محدث امام بخاری جیسے بڑے بڑے مفسر امام رازی طبری اور ابن کثیر جیسے چوٹی کے مہامہ، صلاح الدین ابوہیثم جیسے بڑے بڑے داماد و خطیب ابن جوزی جیسے بڑے بڑے مصلحین اور اسلام کے قریبان امام غزالی جیسے بڑے بڑے صوفی اور زہاد فاضل و باجید اور جنید جیسے آئے اور اپنے اس خاص میدان میں عزیت و عظمت کی تاریخ رقم کرنے کی وجہ سے وہ اپنے اپنے شعبہ میں امت کے نام و نشیوان بنے اور اپنے دائرہ عمل کے مناسب لقب سے مطلب ہوئے۔

کوئی محدث کہلایا در کوئی فقیر، کوئی مفسر کوئی صوفی اور امام اور امت نے اسی لقب سے ان کی عظمت کے گن گائے لیکن یہ ان کمالات کی وجہ سے صحابہ والے کمال سے ہاڑی نہ لے جاسکے اور کیونکر ہاڑی سے جاسکتے تھے جب خود صحابہ جو لازم میں بھی یہ سارے کمال ہونے کے باوجود ان کا صحبت والا شرف ہی ان کے لئے درجہ امتیاز قرار پایا تھا۔ بعد کے زمانے میں جب (ان مقاصد کے تحت جن کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے) تصوف کا مستقل ادارہ وجود میں آیا تو اس میں اصلاح و تزکیہ کے عمل میں محبت کی بنیادی اہمیت رہی اور آج بھی مشائخ تصوف کے ہاں اس کی یہی اہمیت ہے۔ محبت ہی سے اللہ والے بزرگان دین و مشائخ جو اللہ کے رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے ہیں ان کا یہ رنگ مرید ہی سے دین پر غفل ہوتا ہے اور بدترجی مرتبہ احسان کی طرف وہ گامزن ہو جاتے ہیں حضرت شیخ شرف الدین بنی منیری رحمہ اللہ اپنے معروف مکتوبات صدی میں ایک موقع پر فرماتے ہیں

”صحبت بھی ایک بڑی اہم چیز ہے اور طہیجوں میں محبت کی غیر معمولی تاثیر ہوا



کرتی ہے یہاں تک کہ باز جو ایک پرندہ ہے آدمی کی صحبت میں رہتا ہو گا تا ہے اور  
طوطا بولنے لگتا ہے، و تربیت سے نکھڑے انسان کی صحبت میں رہ کر حیوانیت چھوڑ  
دیتے ہیں اور آدمی کی عادتوں کا اختیار کر لیتے ہیں، مثلاً اگر برائے کے یہاں صحبت  
فریبت کا درجہ رکھتی ہے اور ان سب کی اصل بنیاد یہی ہے کہ نفس سرکش عادات کا  
تعلیم ہے اس کو اسی سے آرام و سکون حاصل ہوتا ہے یہ جس گروہ کی صحبت  
اختیار کرے گا انہی کے افعال کو اپنے لئے گامیخ (نمود حسن و بد)

## خیر القرون میں تصوف کے لئے زہد کی اصطلاح

صحابہ و تابعین کے ادوار میں تصوف کے باب کی تعبیر ہمیں زہد کے عام اور جامع معنی ان کے  
وقت تھی ہے، خیر القرون کے تینوں طبقوں کے حالت المسلمین عموماً اور اہل علم و فضل حضرات  
فقہ و محدثین اور مفسرین خصوصاً اسی زہد کے رنگ میں رنگے نظر آتے ہیں ان کی سیرت  
و سوانح کے مطالعہ سے واضح نظر آتا ہے کہ یہی وہ ان حضرات کے حراج کا عمومی رنگ  
ہے ان کے ذاتی ذریعہات پر اسی کی چھاپ لگی ہوئی ہے ان کے اقوال و افعال اور عادات  
و اطوار کی صدائے ہر اگشت میں اسی کی گونج سنائی دیتی ہے۔

اس زمانہ میں خیر نقاب تھی پورا اسلامی معاشرہ نیک اور بشاری کے رنگ میں رنگا ہوا تھا، شریعت  
کے مقاصد اور ان کے احکام کا شعور عام تھا، امتیں بلند تھیں، جذبے جوان تھے، دلوں کی  
آگیاں جھلکتی تھیں، معرفت کی آغوش آتش جہاں تھی، تقویٰ و طہارت اور اخلاص و طہارت نے  
گھر گھر ڈھانکا ہوا تھا، دین کی خرد و شامت اور اسلام کی سر بلندی زندگی کا بڑا مقصد تھی، کسی  
منکر اور خلاف شرع بات کا ارتکاب معاشرتی سطح پر عموماً درجہ تھا کہ جس کا تہنہ میں ارتکاب  
کرنے والے کو بھی گلی باریس پہنچتا تھا کہ اس کا نتیجہ کیا نکل سکتا ہے؟

مسلمان معاشرہ عمومی طور پر اخلاقی اور نفسی زندگی میں بھی اور اجتماعی و معاشرتی زندگی میں بھی احساسی ذمہ داری کا حامل تھا اور صحت مسلم ہونے کی حیثیت سے قرآن مجید میں اور نئی طبعی اسلام کی احادیث میں ان کا جو فرض بھی تھیں یہ کیا تھا اور آخری آسمانی برحق دین کے حامل ہونے کی وجہ سے شروع کے ان سے جو مطالبات تھے اور اس آسمانی شریعت کے جو معصیات تھے ان کا وہ گہرا شعور کچھ تھا اور اسی میں منظر میں انہوں نے ترجیحات کی تعیین کر کے اپنی زندگی کو خیر الام کے سانچے میں ڈھال دیا تھا۔

اس لئے دین کے ہر شعبے کا الگ الگ رنگ بھی خیر القرون کے معاشرہ میں اسی طرح نمایاں تھا جس طرح دین اسلام کا مجموعی مزاج اور تمام شعبوں کے مجموعے کا مزاج ان کے ایک ایک فرد کی ایک ایک ادا سے جھلکتا تھا۔ اور ایک ایک عمل میں چمکتا تھا، اور چونکہ تصوف ابھی باقاعدہ ایک فن اور مستقل اسلامی شعبہ کی صورت میں تشکیل نہ پاتا تھا نہ اس کی الگ ملی اصطلاحات مروج و مقدر ہوئی تھیں، نہ الگ سے کتب تصوف کی تدوین ہوئی تھی اور نہ ہی اس کا اسی طرح نصاب و کلام وجود میں آیا تھا جو بعد کی صدیوں میں سلاسل اور پیر سرور و پیر کاوریہ وغیرہ اور دیگر سلسلہ ہائے تصوف میں نظر آتا ہے (جس طرح کہ فقہ اور علم کلام میں بھی یہ ترتیب، تنظیم، تقسیم و تدوین بعد میں بدلتا ہوا ہوئی) لیکن تصوف کی روح اور حقیقت یعنی دلوں کی صفائی اور تزکیہ اور تعلق مع اللہ کی دولت و مشرور سے ہی موجود تھی۔

### ﴿ گزشتہ سلسلے کا نتیجہ ﴾

اور خلاصہ یہ کہ ابتدائی دور اور دور دورہ کے افکار ان کے سامنے پہنچا رہے تھے اور ان کی بہت اور حفاظت و تحکمت کے اور سے تھے جو ان کا چھان بھان ہو رہی تھی اور جو آگے بڑھتے ہی میں خون عرب و ہندی اور دم و دھن بھی کی خلاف ورزی تھی۔ عام نظریاتی جہان کے اثرات کثرت و کمیّت و دھن و مقدار و کم و ان کے اثرات اس کے پچھلے دور سے آگے تھے، امت کی غالب اکثریت جو اس سلسلہ میں پہلی صدیوں میں تھی وہ ان کے اثرات سے متاثر تھی، نچ و پچھلی میں تھیں جن کے دماغ میں ان کی فطرت، کوئی اور مصلحت تھی اور ان کی فطرت ان کی برکت و تقویٰ و حریّت کے کھنڈن میں معاشرہ میں پڑنے والی طرح سے متاثر تھے کہ یہی دور سے ہی نکلا

اور اسامی معاشرے میں سرایت کی ہوئی تھی۔

اسلامیات تو محض تعلیم و تربیت کی آسانی کے لئے مقرر ہوئیں۔ اور مخصوص طریقہ کار و نظام کی سہولت کے لئے ہوئیں۔ آہستہ آہستہ وجود میں آیا اور نہ بعد کے ادوار میں بھی اصل حق صوفیاء کا مقصود تصوف کی وہی روح اور حقیقت ہی تھی جو زمانہ خیر القرون سے ایک تسلسل کے ساتھ چلی آ رہی تھی، اور شریعت کے چشمہ صافی سے ماخوذ تھی، اگر یہ روح اور حقیقت ہاتھ نہ آئے تو محض اصطلاحات فقہ اور ریاضیاتوں میں کیا رکھا ہے؟

## صحابہ کرام کے زہد کے کچھ نمونے

مرتب احسان کا لازمی اثر دنیا سے بے رغبتی یعنی زہد اور ہر دم اللہ تعالیٰ سے ہونگے رکھنے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے خیر القرون میں یہ دولت سب زمانوں کے مقابلے میں زیادہ عام تھی اور بعد میں مشرک تصوف نے ہر زمانے میں اس کو پھر سے طور پر زندہ رکھا اور اسامی معاشرے میں اس کو عام کر کے لئے کوشاں رہے۔ بادشاہوں کے درباروں سے لے کر ایک قاذو مست مسلمان کی چھوٹی سی دکان تک یہ دولت عام کرتے رہے۔

سلف میں زہد کی دولت کس قدر عام تھی اس کا اندازہ امام محمد ثناء اللہ ابن مبارک کی کتاب الزہد، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الزہد اور اسی طرح امام ابو یوسف (المصنف ابن ابی الدنیا) کی کتاب الزہد سے لگایا جاسکتا ہے یہ دوسری اور تیسری صدی ہجری کے بزرگ ہیں انہوں نے صحابہ و تابعین سے لے کر اپنے زمانے تک سلف کے اقوال اور احوال ان کتابوں میں جمع کئے ہیں، جس سے زہد کے ایسے بے مثال نمونے سامنے آتے ہیں کہ آج کی مادی جہالت کے عہد میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ یہ بہر حال جاری رہا ہو اسبقی ہے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سند سے (جو کتاب الزہد میں پوری نگلی ہوئی ہے) نقل فرماتے

ہیں کہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ روایا کرو (اللہ تعالیٰ کی محبت و عظمت اور موت کے بعد پیش آنے والے مشکل مرحلوں کی ہولناکی سے) اگر روایا نہیں آتا تو رونے والوں کی صورت ہی بنالیا کرو۔ دوسری سند سے نقل فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا کاش میں موسیٰ آدمی کے پہلو کا ایک ہال ہوتا (جس کو حساب کتاب کا) رکھیں)

ایک اور سند سے نقل فرمایا کہ

ایک صحابی حضرت اسلم رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس حال میں دیکھا کہ اپنی زبان کو ہاتھ سے پکڑا ہوا تھا اور فرما رہے تھے کہ یہ مجھے بدست کی گھاٹی میں بے چارہ لگا ہوا ہے۔

ایک اور سند سے نقل فرمایا ہے کہ

جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مرض الموات شروع ہوا تو اپنی بیٹی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میرے یہ دو کپڑے (جو استعمال میں تھے) کو تم کو انہیں میں مجھے کفن دینا چاہیے۔ لے کر سٹے کپڑوں کے ذرخہ لوگ مرنے والوں سے زیادہ ملتان ہیں (کتاب زاد المعاد میں منقول ہے) (مکرمہ اسلام)

ابن ابی دنیا کتاب لڑہ میں اپنی سند سے نقل فرماتے ہیں کہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے خلیے میں فرمایا کرتے تھے کہاں گئے وہ حسین و جمیل چہروں والے جنہیں اپنی جوانی و محبت پر نارتھا؟ کہاں ہیں وہ بادشاہ جنہوں نے بڑے بڑے شہر آباد کئے اور انہیں دیوہوں کے ذریعے قلعوں کی فراع محفوظ کر دیا؟ وہ لوگ کہاں گئے جو ہمیشہ میدان جنگ میں غالب رہتے تھے؟ عداوت زمانہ نے انہیں ملا کر رکھ دیا چنانچہ وہ سب کے سب قبر کی تاریکیوں

میں جا ہے، جلدی کرو، جلدی کرو، نجات حاصل کرو، نجات حاصل کرو۔

خلیل وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایک سزا کا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک سیاہی مائل اونٹ پر سوار ہو کر مقام جاپہ تشریف لے گئے، نگے سر ہونے کی وجہ سے دھوپ کی تیزات سے سر چمک رہا تھا، درکاب نہ ہونے کی وجہ سے پاؤں سہلک کھا رہے تھے، دونوں طرف نگہ رہے تھے اور ایک اونٹنی چارو زمین کے طور پر اونٹ پر ڈالی ہوئی تھی چڑاؤ کے وقت وہی چارو بستر بن جاتی ایک قھیلا جس میں سمجھو کی پھال بھری تھی سڑ کے دوران قھیلے کے طور پر اور چڑاؤ کے وقت نگے کے طور پر استعمال میں تھا، ایک سوئی کرتہ جو سیلا لپیٹا ہو چکا تھا پہنے ہوئے تھے جو کہ کئی جگہ سے پھٹ بھی چکا تھا، فرمانے لگے یہاں (مقام جاپہ) کے اسمیر (حاکم علاقہ) کو بلاؤ، آنے پر فرمایا کہ میرا کرتہ دھواؤ اور اسے بچھو، نگہ دار اور عادیہ لگے کوئی کرتہ یا کپڑا جسم لا حاصل کرنے دے دو، حسب حکم کنان پکڑنے کی ایک قمیص پیش کی گئی تو فرمایا یہ کیا ہے بتایا گیا کنان ہے فرمایا کنان کیا چیز ہے لوگوں نے بتا دیا جب آپ نے اپنا کرتہ اتار کر دیکھن لیا جب اپنا کرتہ دھس کر بچھ لگ کر آ گیا تو وہ دیکھن لیا اور یہ کرتہ دیکھ کر دیا۔

## علامہ اقبال کے ہاں زُہد کی متبادل تعبیریں

یہ زُہد کیا ہے اس کو ہم فقر سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں اس کی حقیقت دیا سے بے رغبتی ہے اور نفس کے خواہشات کی قید سے آزاد ہو کر ملکوتی شان کے ساتھ عہدیت و بندگی سے معمور زندگی گزارنا ہے، اور نفس کی نگرانی اور اس کا بندوبست صحابہ کرتے رہنا ہے، علامہ اقبال کے فارسی اور اردو دونوں قسم کے کلام میں فقر اور خودی کی مدح و ستائش اور صدر اسلام کے مسلمانوں کا فقر اور خودی کے صفات سے موصوف ہونے کا جو نہایت دل آویز تذکرہ ہے اور

موجودہ مسلمانوں کو بھی اپنے اندر غفر اور خودی کا جو ہر عید اُکرنے کی پڑا اور دولت ہے، وہ اسی حقیقت کے گرد گھومتی ہے، اور اس کے پہلو پہ پہلو اقبال نے جو رنگی بھری سریدی اور مختلف فراہیوں پر مبنی خاندانی نظام پر تنقید کی ہے وہ اسی انحصار یافتہ اور زوال پذیر تصوف پر تنقید ہے، جس کا پیچھے ہم نے تذکرہ کیا ہے، تصوف کا اصل مرکز قلب اور دل ہے، قلب جب سلیم ہوتا ہے تو زہد و فقر اس کا شعار ہوتا ہے، یہی قلب سلیم خداوند قدوس کی تعلیمات کی جھوٹا گواہ، شریعت کو مطلوب اور قرآن کی آواز ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ

”الْأَمْرُ هِيَ الظُّهْلُفُ مَبْنِيہُمْ“ (المائدہ: ۶۶)

کہ جو اظہر ضاتی کے پاس قلب سلیم لے کر آئے وہی مراد کو پائے گا۔

غیر محروم میں نبی علیہ السلام کے فیضِ صحبت سے سجا پہ کو اور سجا پہ کے فیضان اور نفوسِ گرم کی تاثیر سے تابعین اور تبع تابعین کو قلبِ سلیم کی دولت عطا ہوئی تھی، اور اس قلبِ سلیم میں زہد و فقر کی چمکی ان کا سرمایہ حیات تھا، اس وجہ کی وجہ سے وہ فقیری میں بادشاہی اور بادشاہی میں فقیری کرتے تھے، بقول اقبال ۔

در شہنشاہی فقیری کردہ اند

آں مسلماناں کہ میری کردہ اند

## مستشرقین کی مغالطہ آمیزی

زہد کا محرک بھی دیگر شرعی محرکات کی طرح قرآن مجید کی تعلیمات اور نبی کریم ﷺ کا ہمارا طرز زندگی آپ کا انداز تربیت اور عبادت مہار کی شکل میں آپ کے ارشادات ہیں، مستشرقین (Orientalist) یعنی ”اسلامی علوم و فنون اور لٹریچر کے مغربی فضلا و ماہرین“ اس باب میں بھی بہت دور کی کوزی لائے ہیں، وہ سماجی معاشرے میں تصوف کے آثار و شیعہ کی کڑیاں کہیں سبکی دہ بانییت سے ملاتے نظر آتے ہیں۔ ۱۔

۱۔ علامہ محمد زکریا (Goldsmith) کے تصوف کے تعلق پہلے صفحہ ۲۲ تصوف اسلامی اور سنی، علامہ غفران دہلوی کے تحت کتاب ”تاریخ و سبب تصوف“ میں۔

اور کہیں جو بنائی نوافل طہنیت سے اور کہیں ہندی جوگ اور بدھ مت سے۔ یہ من کا فریبہ نظر ہے، کیونکہ خود نبی علیہ السلام کے ارشادات میں رہبانیت کی کوئی موجود ہے، اور قرآن مجید کی سورۃ حدید میں رہبانیت کے حوالے سے نصاریٰ کی بے اعتدالیوں اور اس باب میں انجیل کی تعمیرات سے ہٹ کر اس کی خود ساختہ یہ روایت ڈالنے کا اور پھر اس کو نہایت سچے کا ذکر ہے۔ ۱

قرآن وحدیث کی ان تعمیرات کے سامنے ہوتے ہوئے مسلمانوں سے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ زہد کی شہداء پر گامزن ہوں تو قرآن وحدیث کی صاف خلاف تعمیرات اور بیانیات کو چھوڑ کر جہاں ”لکھنا کھلاؤ خا“ کی شان پائی جاتی ہے اس باب میں گمراہ مسیحیوں کی ایک خود ساختہ بدعت اور ان کے کھولے سکوں پر فریفتہ ہو جائیں جس کی ایمان و عقائد کے بار میں کوئی قدر و قیمت ہی نہیں؟

قرآن مجید میں درج اور تقویٰ پر ابھارا گیا ہے، دنیا اور اس کی رنگینیوں کی بے ثباتی کا بہت سوئر اور دل آویز نقش چاہا کھینچا گیا ہے، اور گرد و پیش میں پھیلی ہوئی وحشیانہ کائناتی، مخلوق اور انسان کے رات دن کے مشاہدات کے قاعریں دینے کی حقیقت ذہن نشین کرائی گئی ہے، اور ان رنگینیوں سے کنارہ کش رہنے کی تلقین کی گئی ہے، اور دنیا کی بے ثباتی و بے وقعتی اور آخرت کی عظمت شان کو مختلف جہات سے کھمایا گیا ہے، اور موت کے بعد کے حقائق اور ”آخرت و قیامت کے ہولناک واقعات کا جتنا نقش کھینچا گیا ہے، ان حقائق کی ایسی سوئر منظر کشی کی گئی ہے کہ روح آخرت کی رفعت و گہر سے لبریز ہو جاتی ہے، اور اس لرز جاتے ہیں، اگر دل میں ایمان و یقین کی پہلی موجود ہو تو قرآن کے آجیسے میں یہ کچھ ملاحظہ

۱۔ لَمْ يَلْقَئَهُمْ اَحَدٌ مِّنْهُمْ اَوْ رَمَوْاْ عَلَيْهِمْ حِجَابًا وَّلَقَّوْهُمُ اَوْ تَوَلَّوْاْ وَكَانَ عَلَيْهِمْ اَكْبَادٌ وَّخِزَانٌ  
الَّتِي لَّمْ يَصْغُرْ عَلَيْهَا سَقٌّ وَتَوَلَّوْاْ ظُهُورَ النَّفْسِ اَنۡهَوۡاْ عَنْهُمْ اَقْبَابَهُمْ وَكَلِمَتُہُمْ لَبْسٌ لِّسُوۡرَةٍ  
الْحَمْدُ وَلَهُمُ الْاٰلَاہُ ۙ ۛ ۛ

کرنے کے بعد دنیا کی وقعت اور اس کی رنگینوں اور جلالوں کی کوئی قدر و قیمت لگا ہوں  
میں نہیں رہتی، اس سادہ سطرخی کے پہلو پہ پہلو قرآن نے مختلف عبادات نماز، روزہ، حج،  
قیام اللیل، استغفار، ذکر، ثابت و رجوع الی اللہ کی صورت میں اپنے امکانات اور مقامات  
رکھے ہیں اور عبادت و بندگی کے آداب بتائے ہیں، عباد الرحمن یعنی اللہ کے نیک بندوں  
کی صفات بتائی اور گواہی ہیں کہ بندے میں بندگی اور عبادت کی نشان دہی چاہئے، اس  
طرح انبیائے سابقین اور سابقہ استوں کے مومنین صالحین کے احوال جان کر کے نیکی اور  
خدا پرستی کا عملی نمونہ پیش کیا ہے، مزید قرآن جنت اور اس کی نعمتوں اور جہنم اور اس کی  
معصیتوں کا آنکھوں میں گھوسا ہوا نقش پیش کرتا ہے، جس سے ایک مسلمان میں جنت کے  
حصوں کے لئے جنتیوں کے اعمال کی رغبت اور جہنم سے بچنے کے لئے جہنمیوں کے اعمال کی  
نکرت و کراہیت پیدا ہوتی ہے۔

اس کا دل خوف اور امید دونوں سے نریز ہو جاتا ہے، یہ خوف بھی قوی ہو کر اپنا اثر دکھاتا ہے  
اور امید بھی حوصلے پر حوصلہ بخاتی ہے اس امید اور خوف کے درمیان درمیان علیحدگی نہیں ہے،  
یہی چیز زندگی کو بڑا کرتی اور بڑھاتی ہے خود احتسابی پر بھی انسان کو آمادہ کرتی ہے، یہی تصوف  
کی حقیقت ہے، اور خیر القردان میں یہی ہر گھر کی دولت، ہر فرد ہر دل کی پالنی تھی،  
اور معاشرے کی زندگی تھی، اس تصوف کا مخصوص نام نہیں تھا، بلکہ یہاں یہاں حالت نہیں تھیں،  
جو بعد میں اہل تصوف میں رائج ہوئیں، اور عام سے کیا ہوتا ہے، اصل تو کام ہے وہ حاصل  
ہے تو سب حاصل ہے، وہ حاصل نہیں تو نام سے کچھ حاصل نہیں۔۔۔

وَلَقَدْ لَا يَنْفِرُ لَهُمْ بِلَاغِي

كُلُّ بِلَاغِي وَصَلَا بِلَاغِي

آگ اس کی بھونک دیتی ہے ہر مہمراز کو  
لاکھوں میں ایک بھی ہو اگر صاحبِ یقین



## (باب پنجم)

## تصوف عہد بہ عہد

(خیر القرون کے عہد سے قرونِ تاریک)

## صحابہ و تابعین کے بعد کے صوفیائے عظام

پانچویں صدی کے آخر تک عہد بہد جو بزرگ تصوف کے راہوں کے راہی اور چہ و درویشی کے قائلے کے رہبر اور محرک اور الہ بننے رہے جو صدق و صفا، اخلاص و عزیمت کے میدان کے شہسوار اور توحید و معرفت کے نایب اکابر و مستند کے شمار تھے، اور امت نے ان کو سرانگھوں پر بٹھایا، ان میں زیادہ مشہور ذیل کی ہستیاں ہیں۔

(۱) شیخ حسن بصری (م ۱۱۰ھ) تصوف کے چار مشہور سلسلوں میں سے نقشہ بند یہ کے علاوہ باقی تینوں کی نسبت ان ہی کے واسطے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔

(۲) امام سلیمان ثوری (عظیم محدث بھی ہیں، متوفی ۱۶۱ھ)

(۳) شیخ اصوفی عبد الواسع بن زیار (متوفی ۱۷۰ھ)

(۴) حضرت حبیب لکی (شیخ حسن بصری کے ہم عصر)

(۵) حضرت دلفاز حاکمی (متوفی ۲۰۶ھ)

(۶) حضرت ابراہیم بن لوطم (متوفی ۱۶۴ھ)

(۷) حضرت فضیل بن عیاض (متوفی ۱۸۷ھ)

(۸) حضرت علی (حضرت فضیل بن عیاض کے بیٹے)

- (۹) شیخ شفیق ٹٹنی (متوفی ۱۷۴۳ھ)
- (۱۰) شیخ یوسف بن سہاوا (متوفی ۱۹۵ھ)
- (۱۱) شیخ معروف کرنی (متوفی ۲۰۰ھ)
- (۱۲) شیخ ذوالنورین مصری (متوفی ۲۴۵ھ)
- (۱۳) شیخ بشر حافی (متوفی ۲۲۷ھ)
- (۱۴) شیخ ابوسلیمان دارانی (متوفی ۲۸۵ھ)
- (۱۵) شیخ زید بسطامی (متوفی ۲۶۱ھ)
- (۱۶) شیخ سری عظمیٰ (متوفی ۲۵۲ھ)
- (۱۷) شیخ حارث عباسی (متوفی ۲۲۳ھ)
- (۱۸) شیخ حمید بغدادی (متوفی ۲۹۸ھ)
- (۱۹) شیخ حاتم اسم (متوفی ۲۲۷ھ)
- (۲۰) شیخ محمد بن مہدائے ابوبکر الدقاق (متوفی ۲۹۰ھ)
- (۲۱) شیخ ابو جعفر منصور الصوفی (متوفی ۲۵۹ھ)
- (۲۲) ابو مہدایہ البزاز الشاشی (متوفی ۳۳۸ھ)
- (۲۳) شیخ الصوفیہ محمد بن دودا (متوفی ۳۲۲ھ)
- (۲۴) محمد بن دودا ابوبکر الصوفی (متوفی ۳۶۰ھ)
- (۲۵) ابو عمر الزمعه (متوفی ۳۶۰ھ)
- (۲۶) منصور بن مہدایہ الصوفی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہما۔

## دوسری تیسری صدی ہجری کی اہم کتب تصوف

ان صدیوں میں جو فیضانِ فقر دان اور اسی کے بعد قریبی دور پر مشتمل زمانہ ہے، جو اہم کتب اور قائل

ذکر تفسیلی کام، تصوف کے باب میں اس شعبہ کے اکثر صوفیاء کی جانب سے ہوا، اور جن میں سے کئی کتابوں کی اہمیت، شہرت اور ترقی دہائی کی آج تک برقرار ہے، درج ذیل ہیں:

- (۱) شیخ حسن بھری (متوفی ۱۱۰ھ) کی ”کتاب الاخلاص“
  - (۲) عظیم مجدد عبداللہ بن مبارک (۱۸۱ھ) کی ”کتاب الزہد“
  - (۳) امام احمد بن حنبل (۲۴۱ھ) کی ”کتاب الزہد“
  - (۴) ابو مہدیش محمد بن ربیعہ (۲۳۱ھ) کی ”کرامات الاولیاء“
  - (۵) ابو سعید دکی ”کتاب الادب الی“
  - (۶) ابو مہدیش محمد بن زیاد (۲۳۱ھ) کی ”مقام الاولیاء“
  - (۷) شیخ یحییٰ بن سعید رازی کی ”کتاب المریدین“
  - (۸) شیخ حارث بن اسد الحارثی (۲۷۳ھ) کی ”کتاب الفکر والاعتبار“ اور ”رسالہ المسترشدین“
  - (۹) ابن ابی الحدادی کی ”کتاب الزہد“ ”کتاب الاخلاق“ ”کتاب التہذیب“ ”کتاب مکارم الاخلاق“ ”کتاب مکاتیب الہدیان“
  - (۱۰) شیخ ابو یوسف یحییٰ (۲۹۹ھ) کی ”کتاب المعتمدين“ ”الہدایہ للصوفیین“
  - (۱۱) بشام القاری (۲۹۳ھ) کی ”کتاب الخوئل“
  - (۱۲) شیخ ابوالحسن احمد بن محمد انوری (۳۹۵ھ) کی ”کتاب العقبہ“
  - (۱۳) شیخ حمید بغدادی کی ”کتاب الرسائل“ ”کتاب امثال القرآن“۔
- پیداوار تیسری صدی ہجری کا سلوک و احسان کے باب میں تفسیلی کام ہے۔

## چوتھی صدی ہجری کی قابل ذکر کتب تصوف

چوتھی صدی کی اہم کتب تصوف جو بعد کے زمانوں میں تصوف کے سلسلوں کے لئے اخذ کی

حقیقت رکھتی ہیں، یہ ہیں

- (۱) شیخ ابو نصر سراج طوسی (۷۲۷ھ) کی ”کتاب الصغریٰ فی الحصول“
  - (۲) شیخ ابو بکر محمد بن ابی امام بخاری (۳۸۰ھ) کی ”کتاب السرف“
  - (۳) شیخ سہیل بن عبداللہ نسفی کی ”مواضع الصوفیہ“
  - (۴) شیخ ابو طالب بنی (۴۸۶ھ) کی ”توت اقلوب فی حلالۃ الخمر“
- اور ”وصف طریق المرید الی مقام التوحید“

## پانچویں صدی ہجری کا متصوفانہ لٹریچر

اس صدی ہجری کی معروف کتب یہ ہیں

- (۱) شیخ محمد بن حسین نیشاپوری (۴۱۴ھ) کی ”طبقات الصوفیہ“ یہ کتاب اس بات کا دستاویز ثبوت ہے کہ سلب صالحین میں علم و فن کے ہر میدان میں حدیث، تفسیر، فقہ، تصوف وغیرہ کے حاملین کا ملین رہا اور تذکیر باطن کی بھی چوری چوری جمع ہوئی اپنے دل کے کیمر میں رکھتے تھے، اور معرفت و حقیقت کی بلند سے بلند نسبتوں کے حامل تھے۔
- (۲) عظیم محدث ابو نعیم (۴۳۰ھ) کی ”طبقات الاولیاء و طبقات الامتیاء“ (کئی ضخیم جلدوں میں ہے، اور وہ میں خیر جم شائع ہو چکی ہے)
- (۳) محدث امام شافعی (۴۵۸ھ) کی ”کتاب الارواح“
- (۴) امام عبدالحکیم قشیری (۴۶۵ھ) کا ”رسالہ تفسیریہ“ اور ”مدارج الاعمال“
- (۵) غزنی سے لایا ہوا کراچیاں واپس کی فتح اس عکسیت کہ وہ حد میں فروزاں کرنے والے عظیم بزرگ اور سرخیل اولیاء، شیخ ابو الحسن علی ہمدانی (۴۷۰ھ) کی

”صوفیہ المکچوب“

(۶) خواجہ عبداللہ انصاری عرووی (۷۸۱ھ) کی ”طبقات الصوفیہ“ اور

”منازل السالکین“

## امام غزالی اور سلاسل اربعہ کا زمانہ

پانچویں صدی کی بہت بڑی قدرت اور شخصیت، حیدر الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ کی ہے جن کا تصنیفی کام تصوف و سلوک اور شریعت کے سب شعبوں میں تجدیدی شان کا حامل ہے، آپ کی کئی بے سعادۃ، مسہاج العبادین اور انبیاء علوم الدین شریعت و طریقت کی عظمت کے دو نشان ہیں، جن کی سرسبزی و شاہدانی آج بھی روزِ ازل کی طرح ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ مجددانہ شان کی حامل بستی تھی، آپ کی خدمات و تہنیتات، کاموں اور کارناموں کے اثرات صرف اپنے زمانے پر نہیں بلکہ آنے والے سب زمانوں پر بھی گہرے مرتب ہوئے، آپ نے بگاڑ و بھار کے اصل و حصاروں کا رخ موڑا، پرانی فلسفیانہ صوم کے سیلاب سے تیزی کے آگے بڑھنا، حقا، تصوف اور اصلاح و تزکیہ کے شعبہ کو انہوں نے نئی آب و تاب اور نیا آہنگ عطا کیا اس لئے ان کی ذات گذشتہ اور آئندہ کے درمیان ایک نئی کام دہی ہے، آپ کا زمانہ پانچویں صدی ہے آپ کے فضل و شجاعت اور جیلانی (دہائی سلسلہ قادریہ) اور شیخ شہاب الدین سموددی کا زمانہ ہے (بعضی صدی ہجری) اور ان کے ساتھ بدست شیخ مصعب الدین چشتی اجمیری کا زمانہ ہے، اللہ تعالیٰ کی اس میں کیا کموتی حکمتیں ہوں گی کہ مذکورہ سب برہنہ جو ایک دوسرے کے ہم عصر اور قریب قریب زمانے کے ہیں آگے تصوف کے سلسلے زیادہ وسیع بنانے پر انہی سے پہلے اور آج تک کسی نہ کسی شکل میں قائم ہیں۔

## (باب ششم)

## فتنہ تاتار کے بعد تصوف کا فروغ

(اسلام کی تباہ کاریوں کا مہم)

## سلاسل اور بعد و دیگر معروف سلسلوں کا آغاز

پچھلے جو تفصیلات ذکر ہوئیں ان سے یہ معلوم ہو گیا کہ خیر المقران کے زمانہ میں تصوف کی کیا اہمیت تھی؟ اور اس کے بعد پانچویں صدی ہجری تک کے نامور مشائخ تصوف اور کتب تصوف کا بھی ایسی تذکرہ ہو گیا۔ اب آگے بھٹتی اور ساتویں صدی ہجری سے تصوف کے خالص اسلامی ماصلاحی ادارے کا حوالہ دینا اور شروع ہوتا ہے اس کا تذکرہ کیا جائے گا۔

یہاں یہ امر ملحوظ رہے کہ پچھنی صدی ہجری اور اس کے بعد کے زمانے میں تصوف کے جو دھندوں میں تصوف و مقبول ہوئے جن میں سلاسل اور بعد (یعنی چار مشہور سلسلے چشتیہ، سہروردیہ، نقادریہ اور نقشبندیہ) بھی شامل ہیں۔ ان سلسلوں کے بانی حضرات مشائخ کو فیض اپنے شیوخ اور اساتذہ سے ہی حاصل ہوا جن سے یہ مقدم تھے اور ان کو اپنے سے پہلے شیوخ و اساتذہ سے فیض حاصل ہوا یہاں تک کہ یہ سلسلہ فیض اور روحانیت کی لازمی مسلسل طرح سے بغیر کسی اختطاف کے درجہ بدرجہ اوپر جا کر حضرات تاجین عظام، پھر مہماتہ کرام اور پھر نبی کریم آقائے نامہ دار صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی جاتا ہے جیسا کہ مختصراً پہلے ہم ذکر کر آئے ہیں کہ سلاسل اور بعد میں سے تین سلسلے یعنی چشتیہ نقادریہ اور سہروردیہ تاجین میں حضرت خواجہ حسن بھری علیہ الرحمہ تک اور پھر ان کے واسطے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچتے ہیں اور چوتھے سلسلہ نقشبندیہ یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے (نقشبندیہ کی ایک مخصوص







اس طرح وہ سلفیتیں اور علاقے جہاں وحشی جنگلوں نے مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہا کر  
تھپہ نے تھپہ خداوند قدوس کی محنت ہاتھ سے تھوڑے عرصہ میں کسی گشت و وطن کے بغیر  
تاتاریوں کے اسلام لانے کی صورت میں واپس اسلام کی بھولی میں آ کرے، اور ان خارج  
عالم حاکموں نے اپنے ان مفتوح ملکوں کے دین کے آگے تھپہ راول دیے جن کے سروں  
کی فصل کو انہوں نے کل کا 2 سو فی صد کی طرح کات کر ان سروں سے چند گزے کر کے اپنی  
لذت و زندگی کو تسکین پہنچائی تھی۔ خدا اکبر۔

ہے میاں پرورش تاتار کے لسانے سے پاساں مل گئے کچھ کو ختم خانے سے۔  
ہیں ساتویں صدی ہجری میں خداوند قدوس کے اس شاعر فرمان کا دستِ بچانے پر مظاہر ہوا۔  
يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّبِعُوا الْفَصْرَةَ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْعِصْمَةُ اتَّبِعُوا  
يُنْشَأُ لَكُمْ وَيَأْتِ بِصَلِّيْ خَيْرِيْ وَعَاذُكَ عَلَى اللَّهِ بِعَفْوِ سِرِّهِ

بیت ۱۰۵

ترجمہ: ”اے لوگوں! تم سب اللہ کے کھجور ہو اور اللہ تعالیٰ ہے نیاز و قریبوں کے  
یاقی ہے، اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور کوئی حق قوم لے آئے اور یہ اللہ کے  
نے کوئی دشوار نہیں“

## مسلمان ہار گئے، اسلام جیت گیا

تاریخ تار کے نتیجہ میں مسلمان ہار گئے، اسلام جیت گیا۔

آج کے طاغوت کے متھے میں بھی عالم اسلام چاروں شانے چت ہے جبکہ اسلام آج کے  
طاغوت کے دروازوں پر دھک دے رہا ہے اور بہت سوں کے گمروں میں ایسے بھی اہل چکا  
ہے۔ یہ قحط تار گواہ ہے کہ امت مسلمہ عمومی طور پر نافرمانی کا راستہ اختیار کرے تو اللہ چڑک و تعالیٰ  
کو اپنے دین کی حفاظت و جواہر اشاعت کے لئے ان کی کوئی احتیاج نہیں ان کی کوئی پروا نہیں۔

## عذاب الہی کی ایک بدترین شکل

جو قوم اللہ سے منسوبی ہے دین داناں اور ان کے درمیان کی ساری گھڑاوت اس سے منسوب لگتی ہیں پھر اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے دشمنوں اور منکروں کو ان بے وقار دوستوں پر مسلط کر دیتے ہیں جو دینی اور عبادی کا مہد و جان کر کے برسر عام، علی الاطلاق، ڈانگے کی چوٹ پر اسے توڑ دیتے ہیں، مسلمان نے عجب مسئلہ کے ایک ایک فرد نے، ہر مرد و عورت، بچان اور یوز سے لے کر چاند کو بین الہی شریعت محمدی کا دم بھر کر اللہ تعالیٰ سے نکلائی اور عہدیت کا مہد کر رکھا ہے۔

جب یہ حکام شرع کو پامال کر کے مہد لگتی کرتے ہیں اور یہ مہد فنی عام ہو جاتی ہے تو پھر خداوند قدوس کو ہوا دشاہوں کے بادشاہ کو غیرت آتی ہے پھر وہ ذات ان بے وقار دوستوں کو اپنے ہاتھ سے سزا دینا بھی پسند نہیں فرماتے بلکہ اپنے دشمنوں کو ان بے وقار دوستوں پر مسلط فرما دیتے ہیں۔ دیکھ جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی بہت سی رسوا کن شکل ہے۔

آسمان سے پھر برسنے اور زلزلے برپا ہونے سے بھی زیادہ بڑی ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے عذاب دینے کی شکل ہے اور چاہنے ہاتھ سے عذاب دینے کو بھی گوارا نہ کرتے ہوئے دشمنوں اور اپنے مصلوح لوگوں سے بڑا کرنے کی شکل ہے۔ جیسے کوئی آقا اپنے ایسے غلام کو جس پر اس نے بے پایاں احسانات کئے ہوں اور ہر احماد اس پر رکھا ہو پھر وہ آقا کی امیدوں اور آرزوؤں پر پانی بھیرتے ہوئے بے وقافی کرے، خدا داری کرے، علم ہدوی کرے، آقا کے مہد و جفا کی دیکھیاں اڑا دے تو آقا اپنے ہاتھ سے سزا دینے کے قابل بھی اسے نہ سمجھتے ہوئے اپنے پالنے والے کو اس پر مسلط کرے اور وہ کتا بھوکا بھی ہو جو آن کی آں میں اس ناخبر غلام کی تھک ہوئی کر دے اور ہڈی پھل ایک کر دے، ہڈی اور میز دے اور کھال اتار لے۔ اور آخرت کا عذاب سوا لگ۔ وللعذاب العاجزۃ ان یخیر لوز غفوا یغلغنون۔

## کچھ گم نام درویشوں کا تاریخ ساز کردار

تاریخ میں گو اسلام سے روشناس کرنے اور ہر حق کو حق اسلام بنانے میں درپردہ اسلام کے جن خاصوں پہنچوں کی دوسریں، اتر پائیں اور کوششیں شامل ہیں ان میں حق کے بعض اصل واصل صوفی درویشوں کا کردار تاریخ میں نمایاں ہیں۔ جنہوں نے وسطی ایشیا اور ترکستان میں تاریخوں کے طوفانی دھاروں کا رخ سوزا، یہاں تک کہ ان کے حکمرانوں میں اسلام پھیل گیا۔ ۱

تقریباً تاریخ کے نتیجے میں مسلمانوں کا سب کو کٹ گیا تھا۔ اس بزرگ و پر آشوب دور میں خانوں، برہادر مسلمانوں کو جو کل تک تاج و تخت کے مالک اور چھ سو سال عظیم اسلامی تمدن کے ورثہ و امین تھے اور آج اپنے ہی وطن اور علاقوں میں انجمنی اور بے آسرا بن چکے تھے اور تاریخوں کے دم و دم پر تھے۔ ان کو سنبھالنا، اور ان میں نئی اسلامی روح پیدا کرنا، ایمانی ہیرت ان میں بھرنا، ان کے مرید و حوصلوں کو دلولہ باز و صلا کرنا، ان کے گمراہ دلوں، مضطرب روح اور زلجی احساس پر امید و یقین کا مرہم دیکھنا تو بے محبت سے ان کے پست کو ہلا کرنا۔ قبول اقبال مرحوم:۔

قوتِ مشن سے ہر پست کو ہلا کر دے      دہر میں ہم گر گئے سے اہلِ کردے  
یہاں بڑا کام تھا، دیکھ اور ہر جہت مشنِ خارجہ کے لئے بڑے دل گردے کی، بڑے جو بھڑکی،  
دوسری کی اور تیسری محبت کی ضرورت تھی۔ اور یہ دولتِ حضراتِ صوفیہ، کرام کے پاس تھی اور اس خاصوں خدمت کے گزروی جانتے تھے کہ وہ بے کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو اور اندوہی اندوہ نظر نہ

۱۔ سلطان کا شہر نقل ہو کر بغداد کے ایک درگاہ گیل خانہ بن گیا تھا شہر نے اس کے دور میں آہستہ آہستہ اپنا اور اس کا رخ سے بہت حد تک بدلتی آئی اور کچھ سے ہی کوہِ نور شیخ کا عجیب جاذبِ جواب و چارہاں صوفیہ کا بہت بڑا کھانا ہو گیا، ہر ایک مرید صوفی اپنی اپنی جگہ پر اپنے شیخ کے پیچھے چلا جاتا تھا اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کو شیخ خدایاں سے سرتے دولت بننے کو بہت کی تھی کہ بہتوں کے پاس جا کر سے اسلام قبول کرنے کی تلقین کہہ دیا ایک تاریخی واقعہ ہے کہ تاریخوں کی، علی گڑھ شہر شری ترکستان کی چٹائی تاریخیں اسلام پہنچنے کا صوبہ تھا (۱۰ صوفیہ تاریخ و محبت ص ۱۰)

کی، معاشرے کی، بلکہ سلطنت و ریاست کی یوں کایا پلٹ جائے، جیسے کسی نے کہا ہے۔  
 رہا نکلتا نہ چیز سے کہ سوچ بلا کا  
 اور سے اور ہر گیارہ تاریخ ہوا کا

## نقشہ تاتار کے زخم خوردہ دلوں کا مرہم

حقیقت یہ ہے کہ تصوف کے راستے سے مشائخ کو جو درد دل، تاثیر محبت اور روح کی باریدگی پیدا کرنا مقصود ہوتی ہے، یہ ماحول اس کے لئے انتہائی سازگار تھا۔ مشرقی دنیا کی ساری فضا سو کو قحطی، سارا ماحول غزوہ تھا۔ ایک ایک مسلمان دیکھتا تھا۔ یہ عام ماحول جو پیدا ہو گیا تھا مشائخ کو بڑی رگزار میں اور تھکاوٹوں سے گزار کر سارے کو اس منزل تک پہنچاتے ہیں۔ تب کہیں اس کے دل میں محبت و معرفت کی چنگاری شعلہ زن ہوتی ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے انظر اری طور پر تاتاریوں کے مظالم سے یہ ماحول پیدا کر دیا تھا۔

اس لئے لوہا گرم تھا ضرب لگانے کی دہر قحطی ضرب لگانے والے آگے بڑھے اور میں خام کو کندہ بناتے چلے گئے اور یہ کندہ جس بجلی کی آگے سے بنا تھا وہ تصوف کی بجلی قحطی مشائخ نظام کی دوسروں کی آگ قحطی اس لئے زمانہ پر ان بھینوں کی چھاپ پڑ گئی۔ ان کا لیضان عام ہو گیا، ان کا آواز و مشرق سے مغرب تک بلند ہو گیا۔ ان کی خانقاہیں پر رافضی ہو گئیں۔

ان کے فیض یافتگان آتش جہاں میں گئے، حرارت ایمانی شعلہ جو اللہ میں لگی، سینہ سے سینہ مل گیا، گہما گہما سے دیا جلا گیا۔

یہ آگ بھر جنگ کی آگ کی طرح بجلی چلی گئی اور وحشی قاتلین اور حاکموں کی دہلیز بھی پار کر گئی۔ جو کوار کے ہنر کے سوا کوئی ہنر ہی نہ جانتے تھے محبت قانع عالم نے ان قاتلین عالم کو گھاس دھنسی کر کے مٹوایا۔

## ایک نئی سلطنت اسلام کی گود میں

جب مسلمانوں میں ایمان کی نئی بہار آنے لگی تو بعض ہوائی سلطنتیں بھی داپس ختی چلی گئیں کہ

سلطنتوں والے ہی تشدد و زنا سے بچ رہے ہو گئے اور اسلام و ایمان سے ہم آغوش و ہم کنار ہو گئے۔ اور مزید انعام میں خداوند قدوس نے ان بزرگوں کی قربانیوں اور اسلام کے لئے جانفشانیوں کی لاج رکھتے ہوئے ہندوستان جیسی وسیع و عریض نئی سلطنت بھی عطا فرمادی کہ شاہی دربارہائی نے کجا ہو کر کمر و سرک سے اُٹھ بیٹی یہ سلطنت خون پسینہ ایک کر کے کائی۔ پہلے پہلے علی گھریلی اور محسن الدین چشتی رحمہ اللہ کی شکل میں درویشی آئی اور یہاں ایمان کا جوت جگایا پھر درویشی کے قدم ہندوستانی آئی صاحب الدین غوری فوجیں لے کے آباد دہلی و اجمیر کو اسلام کے قدسوں میں ڈالا، پھر صوفیاء کے جتنے آئے، مبلغین و داعیین کے کالے آئے اور عظمت کدو ہند کے پتے پتے میں کھیل گئے اور ایمان کا نور پانچنے چلے گئے۔

### تاریخوں کو اپنا ہم نوا بنانے کی عالم گیر مہم

ساتویں صدی ہجری میں یہ جانشین اختلافت مسلمانوں کی تھی اور پھر ان کا دوبارہ ٹھکانہ اور اسلام کی خانیت کے لئے کرشمے ظاہر ہوئے، یہ سب سودوریاں کے سلیطے ایسے لگا بارسا بنے آتے گئے کہ ظاہر بین آنکھ فیصلہ ہی نہیں کر پاتی کہ کونسا سبب ہے اور کونسا سبب۔ کوئی حد ہے کونسا معمول، کونسا عمل ہے کونسا رد عمل، کوئی سنی و جہد ہے اور کونسا شر و اذیت۔ مثلاً عربوں اہل و عہد اور اسلام میں خلافت کی بساط صلا کو خان کے ہاتھوں ہند میں تہہ ہوئی اور دلی و اجمیر میں سلطان اسلام کی منصوبہ داری پہلے قائم ہوئی، خراسان، ایران اور سرحد بخارا سے حماد و مشغ و اور تاجداروں اور خیر خواہوں کے خانماں برباد قتلے ہند میں گنگا جمن کے کنارے اترے، پہاڑ و ہند میں ظلم و معرقت کے سریلے اور تاج و تخت کے سلیطے پہلے قائم ہوئے۔ ظاہر بین سرخوں کے لئے تاریخوں کا مسلمانوں کو مظلوم کر کے تھوڑے سی عرصے میں اسلام کا حقد بخش بن جانا آج تک ایک عجیب و غریب اور ناقابل عقیدہ بنا ہوا ہے۔ کیونکہ تاریخوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے پانچ سال ہونے کے بعد نصاریٰ اور بدعت مت والے

تاریخوں کو اپنے مذہب میں داخل کرنے کی حرص کرنے لگے تھے۔  
 ہر قوم یہ چاہتی تھی اور پوری طرح کوئٹاں بھی تھی کہ یہ سادہ لوح اور وحشی قوم جو تہذیب و تمدن  
 اور مذہب سے عاری ہے۔ آج قارئین عالم بن چکی ہے اگر یہ دوسرے مذہب میں داخل ہو  
 جائے تو ہم بیٹھے بنائے سپر پاور اور قارئین عالم ٹھہریں گے اور بعضوں کو اس سلسلے میں جروئی  
 کامیابی بھی ہوئی لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ کی حکمت بالذکر اور ہی تھی۔

## مستشرقین کا اظہارِ حیرت

ڈرامیٹر مستشرق پروفسر آرنلڈ کی کتاب "دعوتِ اسلام (Preaching in Islam)" میں اس کا حیرت لہرایا اقتباس ملاحظہ ہو۔

"لیکن اسلام اپنی گذشتہ شان و شوکت کی خاکستر سے بھرا تھا اور داعیینِ اسلام  
 نے ان ہی وحشی مغلوں کو جسوں نے مسلمانوں پر کوئی ظلم ہونے نہ کہا تھا مسلمان کر  
 دیا، یہاں کام تھا جس میں مسلمانوں کو سخت مشکلات پیش آئیں کیونکہ وہ مذہب اس  
 کوشش میں تھے کہ مغلوں اور تاریخوں کو اپنا مستند بنائیں اور حالت بھی عجیب و  
 غریب اور دنیا کا بے مثل واقعہ ہوگی جس وقت بد مذہب اور عیسائی مذہب اور  
 اسلام اس جدوجہد میں ہوں گے کہ ان وحشی اور ظالم مغلوں کو جنہوں نے ان تحقیر  
 مذہبوں کے مستندوں کو پامال کیا تھا اپنا مطلع بنائیں۔

اسلام کے لئے ایسے وقت میں بد مذہب اور عیسائی مذہب کا مقابلہ کرنا اور  
 مغلوں کو ان دونوں مذہبوں سے بچا کر اپنا حق و جاننا ایسا کام تھا جس میں بظاہر  
 کامیابی ناممکن معلوم ہوتی تھی۔ خاتما مغل جو اسلام کے سوا اور سب مذہبوں پر  
 مہربان تھے اسلام کے ساتھ تلف و بے کی غرت و عداوت رکھتے تھے، جنگجو  
 خان نے غم دیا تھا کہ جو لوگ جانوروں کو شرع کے مطابق ذبح کریں ان کو قتل کر  
 دیا جائے۔ کیونکہ خاقان نے اپنے عہد میں سارا انتظام سلطنت اور عیسائی



۱۹۴۳ء کے واقعات میں بڑی خوشی سے ذکر کیا ہے۔ مورخین کے بیان کے مطابق اس سلطان کے اسلام لانے کا سوا ایک نیک دل مسلمان ترک امیر قزوین کے سر ہے۔

ابن کثیر کا بیان ملاحظہ ہو۔

”اس سال چنگیز خان کا چہتا کاران بن ارغون بن ایچا بن قوی بن چنگیز خان  
تاریخ کا بادشاہ ہوا اور امیر قزوین کے ہاتھ پر طایہ شرف پہ اسلام ہوا اور  
تاریخ کل یا اکثر اسلام میں داخل ہو گئے جس روز بادشاہ نے اسلام قبول کیا اس  
روز سونا چاندی اور سوتی لوگوں کے سروں پر لٹھا اور کئے گئے اس نے اپنا نام محمود  
رکھا اور جمہور و خطبہ میں شریک ہوا۔ بہت سے مندر اور گرہے کرادیئے گئے اور  
ان پر جزیہ مقرر ہوا، بلند اور دوسرے شہروں اور مکوں کی نصب کی ہوئی چیزیں  
واپس کر دی گئیں اور انصاف قائم کیا گیا۔ لوگوں نے تاریخوں کے ہاتھوں میں  
تسبیحیں اور دیکھے اور ان کے فضل و احسان کا شکر ادا کیا لاہیا ہاں ۷۷۳ھ

مجموع تاریخ بہت ۱۳۸۸

## تاریخوں کی چھٹائی شاخ میں اسلام کی اشاعت

اسی طرح مغلوں کی چھٹائی شاخ جس کا بانی چنگیز خان کا چہتا چٹائی خان تھا اور بادشاہ طور پر  
ان کی حکومت تھی اس نژاد میں سب سے پہلے چھٹائی خان کے چڑھتے برحق خان نے  
اسلام قبول کیا اور سلطان غیاث الدین اپنا نام رکھا۔

آریغ نے چھٹائیوں کے اسلام لانے کی تحصیل بھی گھسی ہے۔

اب تاریخوں کی غارت گری اور ہجران کے حلقہ گموش اسلام ہونے کی اس بحث کو سمیٹنے  
ہونے آخر میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ کا ایک بیان نقل کرتے ہیں جس میں  
ترک و تاریخوں کی ہدایت و اصلاح کے لئے تصوف کے ایک امام وقت اور دینی سلسلہ کی





اس کے قیام و بقاء اور حفاظت و اشاعت کو خداوند قدوس نے محفل کسی خاص قوم، خاص علاقے یا خاص معاشرے سے وابستہ نہیں کیا۔ اس چند سو سال کے عرصے میں کتنی قومیں اول بدل کر اس کی طہر دار بننے کی سعادت حاصل کرتی رہیں، پھر رفتہ رفتہ جب ایک قوم یا جماعت اس سعادت کے فرض صحیح کی ادائیگی میں کوتاہی کرتی رہی تو اللہ چارک و تعالیٰ کی شان بے نیازگی اس قوم سے بے نیاز ہو رہے پرواہ ہو کر اس سے سعادت کا یہ منصب واپس لے کر کسی اور قوم کو دیتی رہی اور کئی دفعہ اس معزول شدہ قوم کو کوتاہی اور نالائقی کی سزا بھی اسی قوم سے دلوایے رہے جو اس کی جگہ لیتی رہی۔

نقشبندیاہ قواس پر گواہ ہے ہی اس کے علاوہ قریش مکہ کے اکثر لوگوں نے جب نبوت کی اس لازوال اور سدا بہار رحمت اور دولت کی قدر نہ کی جو عنایت سے بے نیاز رہنے لے ان کو ان کے گھر میں بیٹھے بٹائے مل لڑائی تو اللہ چارک و تعالیٰ نے نبوت کی یہ دولت انصارِ مدینہ کی جہولیوں میں ڈال دی (ان کو اس دولت کی طلب بھی تھی اور اس رحمت کی قدر بھی تھی اس لئے تو ہجرت سے پہلے ہی کے دنوں میں مکہ آ کر خلیہ طہر پر بیعت حبیبی قافل میں نبی علیہ السلام کے ساتھ دعا کے مجدد چنانچہ پائے رہے)

پھر بدر واحد گواہ ہیں کہ انبیاء و ائمہ اور مہاجرین کے ہاتھوں اللہ چارک و تعالیٰ نے قریش کی فطرتیت اور اطراف جواب کے ہت دھرم و سرکش قبائل عرب کے فقر و تکبر کو خاک میں ملا دیا۔ اس طرح عربوں کے بعد ترکوں، مغلوں، ۱۵۱۷ء میں، ایرانیوں، تورانیوں، فراساتوں اور ہندوستانیوں کو مختلف زمانوں میں یکے بعد دیگرے دہم بدھ یہ دولت منتقل ہوتی رہی اور اسلام کی آقایت کی شان نمایاں ہوتی رہی۔ اور خداوند قدوس کا یہ فرمان پورا ہوتا رہا

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللَّهَ مَا لِلَّهِ وَاللَّهُ لَطِيفٌ خَبِيرٌ  
يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ فِي سَحَابٍ مُّتَبَعَةٍ وَمَا ذَلِكُمْ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ

## (باب ہفتم)

## چار معروف سلسلوں کے شجرہائے نسبت

تصوف کے چاروں معروف و مشہور اول سلسلوں چشتیہ، قادریہ، سمروندیہ اور نقشبندیہ کے مشائخ کی منہری روحانی ترقی موجود اہل حق مشائخ سے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک یہاں مسلسل درج کی جاتی ہے۔

چاروں سلسلوں میں سچے عارفانہ اور مرکزی ہستی شیخ العرب والہم حضرت حامی امداد اللہ مہاجر کی درمیانہ کو بنایا گیا ہے جو برصغیر پاک و ہند میں اس پہچنے اور میں اہل حق مشائخ میں مرکزیت و وحدت کا مقام رکھتے ہیں اور چاروں سلسلوں میں صاحب نسبت تھے اور بیعت پیتے تھے، اگرچہ اصل رنگ آپ پر چلتی تھا، اہل میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے وقت سے یہ طریقہ چلا آ رہا ہے جو حضرت شاہ صاحب ہی کا اختیار کر رہا ہے کہ بیعت کے وقت چاروں خاندانوں (چشتیہ، سمروندیہ، قادریہ، نقشبندیہ) کا نام لیتے تاکہ ان سب سے فیض حاصل ہو اور ان کی خصوصیات سے حصہ لے اس طریقہ کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ بھی ہوا کہ ان مختلف سلسلوں کے حوصلین اور ابھٹان کے درمیان قرب اور ہم آہنگی بڑھی اور قاصد کم ہوئے، چاروں سلسلوں کے اشتغال، اور اوزاد کار اور مراقبات و مجاہدات اور طریق اصطلاح میں ہم یکہ فرق اور امتیازات ہیں گو یا ایک ہی منزل تک پہنچنے کے حسب ذاتی و حوائج مختلف راستے ہیں۔

ان سلسلوں کے سند اور نسبت کی ایک لڑی تو وہ ہے جو ہر سلسلہ کے بانی سے ہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے اور دوسری موجودہ مشائخ سے ہانی سلسلہ تک۔ آگے نیچے سے ہر ایک ہم سلسلہ ہر لڑی کو ذکر کرتے ہیں۔



- (۱۸) شیخ شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۵۷۵ء)  
 (۱۹) خواجہ علاء الدین علی احمد صاحب کبیری (پیدائش ۱۶۹۰ء)  
 (۲۰) شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۵۹۵ھ، وفات ۶۶۰ھ، ہجرت قریشی تحقیق کے مطابق)  
 (۲۱) حضرت شیخ قلب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۶۳۳ھ)  
 (۲۲) خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ (سلسلہ چشتیہ برصغیر پاک و ہند میں ولادت ۵۴۷ھ، وفات ۶۳۳ھ، ایک قول کے مطابق)  
 (۲۳) خواجہ عثمان حارونی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۵۴۶ھ، وفات ۶۱۷ھ)  
 (۲۴) خواجہ شریفہ زہنی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۴۹۲ھ، وفات ۶۱۴ھ)  
 (۲۵) خواجہ سہروردی چشتی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۴۳۰ھ، وفات ۵۴۷ھ)  
 (۲۶) خواجہ سید ابوالیوسف چشتی (وفات ۴۵۹ھ)  
 (۲۷) خواجہ ابو بکر بن ابی اسحاق چشتی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۴۳۱ھ، وفات ۴۸۱ھ)  
 (۲۸) خواجہ ابوالحسن ابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۴۶۰ھ، وفات ۴۵۵ھ)  
 (۲۹) خواجہ ابوالحسن چشتی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۴۳۹ھ)  
 (۳۰) خواجہ غلامرضا رینوری رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۴۹۸ھ)  
 (۳۱) خواجہ ابومصیر دہلوی (ولادت ۴۹۷ھ، وفات ۴۸۷ھ)  
 (۳۲) خواجہ قندوزی رحمتی (وفات ۲۰۴ھ، مشہور قول کے مطابق)

(۳۳) حضرت سلطان ابراہیم بن داؤد دہلوی (وفات ۱۶۲ھ)  
 (۳۴) خواجہ فیض بن عیاض انکی دہلوی (وفات ۱۸۷ھ) آپ پہلے ڈاکوؤں کے  
 سردار تھے مقبولیت کی گھڑی آئی تو ایک خاص واقعہ سے اثر لے کر توبہ پائی ہو گئے، زہد و  
 عبادت اور فکری و طہارت میں بڑے اونچے مقام تک پہنچے امام ابو حنیفہ دہلوی کی خدمت  
 میں بھی رہے۔

(۳۵) خواجہ عبدالواحد بن ربیع (وفات ۱۷۷ھ)  
 (۳۶) خواجہ حسن بصری دہلوی (ولادت حضرت امیر قاری رضی اللہ عنہ کے دور خلافت  
 کے آخری برسوں میں ہوئی۔ وفات ۱۱۰ھ)  
 (۳۷) حضرت علی کرم اللہ وجہہ (شہادت ۳۹ھ)  
 (۳۸) آقائے دو جہاں سردار عالم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

## سلسلہ نقشبندیہ کی سنہری کڑیاں

- (۱) شیخ الشریعہ حضرت حاجی ابو داؤد دہلوی (ولادت ۱۳۹ھ وفات ۱۴۳۶ھ)
- (۲) سیدان جیو دار محمد تنجھانوی قدس سرہ۔
- (۳) حضرت سید احمد شہید بریلوی قدس سرہ (ولادت ۱۳۰۱ھ وفات ۱۳۳۶ھ)
- (۴) حضرت شاہ عبدالغفر ابو صلیبی قدس سرہ (ولادت ۱۱۵۹ھ وفات ۱۲۳۸ھ)
- (۵) حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ (ولادت ۱۲۵۵ھ وفات ۱۲۷۹ھ)
- (۶) حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی قدس سرہ (ولادت ۱۰۵۳ھ وفات ۱۱۱۳ھ)
- (۷) حضرت سید محمد اللہ قدس سرہ (وفات ۱۰۵۳ھ کے بعد)
- (۸) حضرت سید آدم بخاری قدس سرہ (وفات ۱۰۵۳ھ)
- (۹) حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ (ولادت ۹۷۱ھ وفات ۱۰۳۳ھ)

- (۱۰) حضرت خواجہ بابی ہند قدس سرہ (ولادت ۹۷۱ھ وفات ۱۰۱۲ھ)
- (۱۱) حضرت خواجہ ملکئی قدس سرہ (ولادت ۹۱۸ھ وفات ۱۰۸۸ھ)
- (۱۲) حضرت خواجہ الدردیش گندھ قدس سرہ (وفات ۹۷۰ھ)
- (۱۳) حضرت خواجہ زبیر قدس سرہ (وفات ۹۳۶ھ)
- (۱۴) حضرت خواجہ سعید احمد اترہ قدس سرہ (ولادت ۸۰۶ھ وفات ۸۹۵ھ)
- (۱۵) حضرت خواجہ یعقوب چغتائی قدس سرہ (وفات ۸۰۴ھ)
- (۱۶) حضرت خواجہ محمد الدین طبرہ قدس سرہ (وفات ۸۰۴ھ)
- (۱۷) حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی قدس سرہ (ولادت ۱۷۸ھ وفات ۷۹۱ھ بابی سلسلہ نقشبندیہ)
- (۱۸) حضرت خواجہ سید امیر کمال قدس سرہ (وفات ۷۷۲ھ)
- (۱۹) حضرت خواجہ محمد بابا نامی قدس سرہ (وفات ۷۵۵ھ)
- (۲۰) حضرت خواجہ علی رافعی قدس سرہ (پیدائش ۳۳۱ھ وفات ۷۱۵ھ دارمچی انوار ہیں)
- (۲۱) حضرت خواجہ محمود ابلیخیر ظہری قدس سرہ (وفات ۷۱۵ھ)
- (۲۲) حضرت خواجہ سید عارف دیکری قدس سرہ (ولادت ۵۵۱ھ وفات ۶۱۶ھ)
- (۲۳) حضرت خواجہ محمد الحافظ گندھ دہانی قدس سرہ (وفات ۵۵۵ھ)
- (۲۴) حضرت خواجہ یوسف ادرانی قدس سرہ (ولادت ۳۳۰ھ وفات ۵۳۵ھ)
- (۲۵) حضرت خواجہ ابلی علی قادری قدس سرہ (ولادت ۴۰۷ھ وفات ۴۷۷ھ)
- (۲۶) حضرت خواجہ ابوالقاسم قشیری کرمانی قدس سرہ (وفات ۴۵۰ھ)
- (۲۷) شیخ ابوالحسن خرمکانی قدس سرہ (وفات ۴۳۵ھ)
- (۲۸) حضرت خواجہ بابینہ بستانی قدس سرہ (ولادت ۱۳۲ھ وفات ۲۶۱ھ)
- (۲۹) حضرت شیخ بھٹو صادق قدس سرہ (ولادت ۸۰ھ وفات ۱۳۸ھ)

(۳۰) حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (وفات ۱۰۸ھ) طبقات ابن سعد کی تصنیف کے مطابق)

(۳۱) حضرت سلمان قاری رضی اللہ عنہ (وفات ۳۶ھ)

(۳۲) حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (وفات ۱۳ھ)

(۳۳) حضور نبی کریم ﷺ رحمہ علیہ صلوات اللہ علیہ وسلم (وفات ۱۰ھ)

تفسیر یہ کہ یہ سلسلہ نسبت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے اور یہی معروف ہے۔ لیکن ایک اور لڑی سے یہ سلسلہ نسبت بھی حضرت خولہ حسن بصری اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے۔

۱۱ ہے شیخ ابوالقاسم قشیری (جو اس سلسلہ کو وہ میں چوبیسویں نمبر شمار کرتے ہیں) کے واسطے سے خولہ ابوہلی رفاق کی لڑی، کیونکہ شیخ ابوالقاسم قشیری کو شیخ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ کے علاوہ شیخ ابوہلی رفاق سے بھی نسبت حاصل تھی اور شیخ ابوہلی رفاق کا سلسلہ نسبت یوں ہے شیخ ابوہلی رفاق ان کے شیخ خولہ ابوالقاسم ضیاء ہادی، ان کے شیخ خولہ ابوبکر فضلی (وفات ۳۴۲ھ) اس کے شیخ خولہ جنید بغدادی (وفات ۲۹۸ھ) ان کے شیخ خولہ سری سطلی (وفات ۲۵۳ھ) ان کے شیخ خولہ معروف کرٹی رحمہ اللہ (وفات ۲۰۰ھ) ان کے شیخ خولہ داؤد طائی رحمہ اللہ (وفات ۲۰۶ھ) ان کے شیخ خولہ حبیب لکی رحمہ اللہ، ان کے شیخ خولہ حسن بصری رحمہ اللہ۔

بعض روایات میں شیخ ابوالقاسم اور شیخ جنید کے درمیان کے تین مشائخ لچے سے لڑے ہا کرتے ہیں۔

شیخ عثمان مغربی، شیخ ابوہلی کا تب اور شیخ ابوہلی دود ہادی (آ کے شیخ جنید بغدادی)

اس طرح شیخ ابوالقاسم قشیری کی کئی نسبتیں ہو کر شجرہ ادب جاتا ہے۔

اس وجہ سے مختلف شجروں میں ادب کے ناموں میں اختلاف ہو جاتا ہے۔



نیز خواجہ معروف کرنی، رمراندہ کی بھی دو بیٹیاں ہیں، ایک نسبت شیخ داؤد دہلوی سے جو ایک واسطے سے حسن بصری تک پہنچتی ہے، دوسری شیخ علی بن موسیٰ رضا سے جو حضرت جعفر صادق کی وساطت سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے۔

اور شیخ ابوالحسن غرقانی رمراندہ کی خواجہ بانہ بڑ بڑای رمراندہ سے نسبت اسی طرح ہے، دوسری نسبت شیخ غرقانی کی خواجہ بڑ بڑای سے ہوا ہے۔

شیخ غرقانی من شیخ ابو مظفر من شیخ یزید مشقی من شیخ محمد معری من شیخ بانہ بڑ بڑای اسی طرح برصغیر میں حضرت مجدد الف ثانی رمراندہ کے خلف ظہار سے آگے آگے آگے پہنچتے ہیں۔

اور اسے اس شجرہ میں جس کا دار ہے حضرت حاجی ابو ادا اللہ مہاجر کی رمراندہ ہے، یہ حضرت مجدد صاحب کی طرف آپ کے خلیفہ حضرت سید آدم بخاری رمراندہ کی واسطے سے پہنچتا ہے۔

دوسرا سہروردی سلسلہ حضرت مجدد صاحب کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد مصمم رمراندہ کی واسطے سے ہے جس میں بچے خواجہ سیف الدین مہرودی، خواجہ مظہر بابا جاناں، خواجہ شاہ قلام علی، حضرت شاہ ابو سعید و شاہ احمد سعید، حضرت حاجی دوست محمد قادری، حضرت خواجہ عثمان دہلوی عظیم المعروف بزرگ ہیں۔

## سلسلہ قادریہ کا شجرہ نسبت

- (۱) حضرت حاجی ابو ادا اللہ مہاجر کی رمراندہ
- (۲) حضرت سیان چوہدری محمد مجتبیٰ نوری رمراندہ
- (۳) حضرت خواجہ عبدالرحیم دلائی شہید رمراندہ
- (۴) حضرت خواجہ عبدالہامدی اسرہدی رمراندہ

- (۵) حضرت خواجہ عبدالجباری امرودی دمراسد
- (۶) حضرت خواجہ عبدالقدیر امرودی دمراسد
- (۷) حضرت خواجہ محمدی دمراسد
- (۸) حضرت شاہ محمدی دمراسد
- (۹) حضرت خواجہ محمد بن ابی بادی دمراسد
- (۱۰) حضرت خواجہ ابوسعید تنگوسی دمراسد
- (۱۱) حضرت خواجہ نظام الدین چلی دمراسد
- (۱۲) حضرت خواجہ جلال الدین قاسمی دمراسد (پیدائش ۸۹۴ھ وفات ۹۸۹ھ)
- (۱۳) حضرت خواجہ عبدالقادر تنگوسی دمراسد (پیدائش ۸۵۲ھ وفات ۹۳۵ھ بمطابق ۱۵۳۷ء)
- (۱۴) حضرت خواجہ محمد قاسم اودمی دمراسد
- (۱۵) حضرت خواجہ سید بدیع الرحمن بہرائیکی دمراسد
- (۱۶) حضرت خواجہ محمد جم جہانیاں جہاں گشت دمراسد
- (۱۷) حضرت خواجہ جلال الدین بخاری دمراسد
- (۱۸) حضرت خواجہ سعید بن موسی دمراسد
- (۱۹) حضرت خواجہ سعید بن ابی قاسم دمراسد
- (۲۰) حضرت خواجہ ابوالکارم قاضی دمراسد
- (۲۱) حضرت خواجہ قطب الدین ابوالفتح دمراسد
- (۲۲) حضرت خواجہ شمس الدین علی گیلانی دمراسد
- (۲۳) حضرت خواجہ شمس الدین عداد دمراسد
- (۲۴) حضرت شیخ الشافعی سید عبدالقادر جیلانی دمراسد (بانی سلسلہ قادریہ)

- (۲۵) حضرت خواجہ ابوسعید خدری دہرسانہ  
 (۲۶) حضرت خواجہ ابوالحسن اقرشی دہرسانہ  
 (۲۷) حضرت خواجہ ابوالفرح طرطوسی دہرسانہ  
 (۲۸) حضرت خواجہ عبدالواحد بن عبدالعزیز دہرسانہ  
 (۲۹) حضرت خواجہ ابوبکر شلی دہرسانہ (وفات ۷۳۳ھ)  
 (۳۰) سید القادح حضرت خواجہ جنید بغدادی دہرسانہ (وفات ۷۹۸ھ)  
 (۳۱) حضرت خواجہ سری سقطی دہرسانہ (وفات ۷۵۳ھ)  
 (۳۲) حضرت خواجہ معروف کرخی دہرسانہ (وفات ۷۰۰ھ)  
 (۳۳) حضرت خواجہ داؤد ظاہلی دہرسانہ (وفات ۷۰۶ھ)  
 (۳۴) حضرت خواجہ حبیب لکی دہرسانہ  
 (۳۵) حضرت خواجہ حسن اصری دہرسانہ  
 (۳۶) ... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ  
 (۳۷) آئے بارہ حضور نبی کریم ﷺ الف الف مرۃ۔

### سلسلہ سہروردیہ کا شجرہ طیبہ

- (۱) حضرت حاجی ادواندہ مبارکی دہرسانہ  
 (۲) حضرت سہاں بیچ نور محمد تنجناوی دہرسانہ  
 (۳) حضرت خواجہ محمد الرحیم دلائی شہید دہرسانہ  
 (۴) حضرت سید عبدالہادی امروہی دہرسانہ  
 (۵) حضرت خواجہ عبدالہادی امروہی دہرسانہ  
 (۶) حضرت خواجہ عبداللہ بن امروہی دہرسانہ

- (۷) حضرت خواجہ محمد کی رسالہ
- (۸) حضرت شاہ محمدی رسالہ
- (۹) ... حضرت خواجہ حبیب اللہ آل آبادی رسالہ
- (۱۰) حضرت خواجہ ابوسعید گنگوہی رسالہ
- (۱۱) حضرت خواجہ نظام الدین عجمی رسالہ
- (۱۲) حضرت خواجہ جلال الدین قاسمی رسالہ (پیدائش ۸۹۴ھ وفات ۹۸۹ھ)
- (۱۳) حضرت خواجہ عبد اللہ اس گنگوہی رسالہ
- (۱۴) حضرت سید، محل بگرامی رسالہ
- (۱۵) حضرت سید جمال الدین بخاری رسالہ
- (۱۶) حضرت سید کن الدین ابوالفتح رسالہ
- (۱۷) حضرت سید صدر الدین رسالہ
- (۱۸) حضرت سید بہا الدین ذکر باطنی رسالہ
- (۱۹) حضرت سید امام الطریق شہاب الدین سمہودی رسالہ (بانی سلسلہ سمہودیہ)
- (۲۰) حضرت سید فیاض الدین ابونعیم سمہودی رسالہ
- (۲۱) حضرت دوحیہ الدین سمہودی رسالہ
- (۲۲) حضرت سید ابی محمد عبد اللہ رسالہ
- (۲۳) حضرت سید احمد الدختری رسالہ
- (۲۴) حضرت سید محمد اعلیٰ دھیری رسالہ (وفات ۱۲۹۸ھ)
- (۲۵) حضرت سید جہان آبادی رسالہ
- (۲۶) حضرت سید مرئی عظمیٰ رسالہ
- (۲۷) ... حضرت سید معروف کرخی رسالہ

(۲۸) حضرت سید داؤد غامی رحمہ اللہ

(۲۹) حضرت سید حبیب الہی رحمہ اللہ

(۱۰) حضرت سید حسن ہمدانی رحمہ اللہ

(۳۱) حضرت امی کریم اللہ وجہ

(۳۲) آقائے قادریہ صاحب لولہ اک حضور نبی کریم ﷺ تسلیم کیا کثیرا کثیرا۔

## تصوف کے سلسلے شاخ در شاخ کیسے ہوئے؟

تصوف کے چاروں معروف سلسلوں کا یہ ثمرہ جو حضرت حاتی ادا اللہ مہاجر کی صاحب دمر اللہ کی نسبت سے یہاں درج کیا گیا، یہ ملحوظ رہے کہ ہر سلسلے میں سچے سے اوپر تک ہر شاخ اور بزرگ کے موصوفہ کی کئی خلفاء ہوئے ہیں اور کم و بیش ہر خلیفہ نائب سے اپنے شاخ اور اس کے سلسلہ کا فیض آگے منتقل ہوتا رہا ہے۔ اس طرح روحانی نظام کا یہ سلسلہ نسبت بھی ہر نسل میں شاخ در شاخ ہوتا اور ہر زمانے میں نئے بزرگ و بار لا تا چلا آ رہا ہے جیسے ثمرہ نسب میں اوپر ایک فرد سے نسل بنتی ہے اور سچے ہر پشت میں بکھلتی اور بڑھتی چلی جاتی ہے، ایک باپ کے چار بیٹے ہوں ہر بیٹے سے دو دو تین تین اولاد رہی ہوں بھران میں سے ہر ایک سے ایک سے زیادہ اولاد رہتی تو ایک دو پشتوں میں کئی ایک داراد پر داوا کا خاندان ایک چار قبیلہ بن جاتا ہے۔ جس تصوف کی ہر لڑی میں بھی ہر بزرگ کا معین ممکن ہے کہ دوسرا ہی بھائی بھی ہو بلکہ دوہوں ہی بھائی بھی ہوتے ہیں جو سب اوپر ایک ہی بزرگ سے نسبت حاصل کئے ہوتے ہیں ان میں سے ہر ایک کے بھراؤ کے کئی کئی مرید اور خلفاء ہوتے ہیں اس طرح ہر زمانے میں یہ حواری لڑیاں جاری رہتی اور بکھلتی چلی جاتی ہیں۔ جس مذکورہ سلسلوں میں بھی یہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ ہر سلسلے کی کئی واحد لڑی نہیں خود درج ہوتی بلکہ نواح و نواح اور شاخ در شاخ متحدہ لڑیاں ہوا کرتی ہیں جو اس سلسلے کے مختلف وابستگان اور خاندانوں میں اوپر تک جاتی

ہیں کوئی کسی پشت میں جا کر دوسرے سے مل جاتا ہے کوئی کسی پشت میں، چنانچہ سبکی و کجی میں  
کہ اوپر غریب حسن بھری ایک نام آتا ہے، ان کے خلفاء بھی اٹھیں پری گئے جاتے ہیں لیکن  
پھر آگے ہزار ہا سو سال میں نسل در نسل اس میں دودھت ہوئی کہ دیکھیں میرے بن گئے  
اور سارے عالم اسلام کو محیط ہو گئے اور اس عرصہ میں کروڑوں بندگان خدا ان بزرگوں کے  
فیوض سے مالا مال ہو کر اصلاح یافتہ اور علاج یافتہ ہو گئے اور اللہ کے مغرب بندے بن کر  
معراج انسانیت پا گئے۔

آج بھی ان مسطور کا فیض عالم اسلام میں جاری و ساری ہے، گو اس زمانہ میں ان مسطور  
کے نام پر عمل سازی بھی بہت ہو گئی اور اہل دہوا دہوس کے بیماری اور بد عمل و بد عقیدہ لوگ  
بھی بزرگوں کا نام استعمال کر کے خلف مسطور کی طرف اپنے آپ کو منسوب کر کے ان  
خاص اصلاحی اداروں کو بدنام کر رہے ہیں، لیکن باقی ہر اہل حق اور ان مسطور کے گج  
عالمین اور قیامت بزرگ بھی پھر اللہ پاک کو تم نہیں۔

بس سالکین کو بچکان پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

دنیا میں رہنا ہے تو بچکان پیدا کر  
لباس فخر میں ہزاروں ریزن پکرتے ہیں  
آری گج مسطور میں حق کا حشاشی ہو اور شریعت کی بنیادی معلومات اسے حاصل ہوں تو توفیق  
الہی خود ہدایت کی طرف اسے کشن کشن کھینچ لاتی ہے۔

راہ طلب میں جذبہ کامل ہو جن کے ساتھ  
خود ان کو لا حول و لا قوت ہے منزل کی بھی

## فتنہ تاتار کے معاصر مشائخ تصوف

ساتویں صدی ہجری فتنہ تاتار کا، چنگیز و ہاکا نڈا آشوب مہم ہے، اس مہم میں اور اس سے  
آگے پہلے قریبی مہم میں بدنامہ مشائخ تصوف ہوئے ہیں، جن کا نام اور کام آج بھی  
زندہ ہے، مشہور سلاسل کے بانی مشائخ بھی اسی مہم میں تھوڑے تھوڑے وقتے سے گزرے

ہیں۔ ۷

ان یازدہوں کی دقیق اسلامی خدمات اور امت کی صلاح و فلاح اور خیر از دیندگی کی کوششیں  
تقریباً چار کے آگے اور پیچھے کے زمانے میں پہلی ہوئی ہیں۔

اس کے علاوہ کچھ مزید سلسلے جو زیادہ عالمگیر شہرت حاصل نہیں کر سکے اور اس دور میں شروع  
ہوئے چندان میں سے یہ ہیں۔

ہمدانی سلسلہ: ہمدانی شیخ ہمدانی بن مسافر (متوفی ۷۵۵ھ)

چانیہ سلسلہ: ہمدانی بن حسن بن یوسف شیبانی (متوفی ۶۱۹ھ)

وادیہ سلسلہ: (۵۷۷ھ ابوالقاسم)

ہمدانیہ سلسلہ: سید جمال الدین بخاری (۸۰۰ھ)

ہمدانی سلسلہ میں مزید بھی کئی سلسلے وجود میں آئے ہندوستان میں ایک تو سلاسل اربوبی  
فعل میں دہرے آئے والے ان قدیم سلسلوں کو نئی زندگی ملی اور فروغ حاصل ہوا حتیٰ کہ ان  
سلسلوں کی مستقل ہندوستانی شاخیں وجود میں آئیں اور پھر یہاں سے ساری دنیا میں پھیل  
گئیں جیسے سہروردیوں کی کبرو یہ شاخ اور نقشبندیہ کی ہمدانیہ شاخ اور سلسلہ فردوسیہ، اسی طرح  
بعض سلسلے تو شروع ہی ہندوستان سے ہوئے اور دایرہ والوں نے یہاں آ کر اس کا فیض

۱۔ سرواف شاخ کے سب سے بڑے ائمہ سلسلوں

نام فراموشی و سوانح ۱۵۰۰ ۱۵۰۰

شیخ عبدالقادر جیلانی و سوانح (بانی سلسلہ قادریہ) ۱۵۰۰ ۱۵۰۰

نام فراموشی (سورینیائی اور سوانح) (بانی سلسلہ قادریہ) ۱۵۰۰ ۱۵۰۰

شیخ شاپور الدینی و سوانح (بانی سلسلہ سہروردیہ) ۱۵۰۰ ۱۵۰۰

غلام حسین الدینی و سوانح (بانی سلسلہ قادریہ) ۱۵۰۰ ۱۵۰۰

غلام حسین الدینی و سوانح (بانی سلسلہ قادریہ) ۱۵۰۰ ۱۵۰۰

شیخ اکبر الدینی و سوانح (بانی سلسلہ قادریہ) ۱۵۰۰ ۱۵۰۰

سوانح جمال الدینی و سوانح (بانی سلسلہ قادریہ) ۱۵۰۰ ۱۵۰۰

غلام حسین الدینی و سوانح (بانی سلسلہ قادریہ) ۱۵۰۰ ۱۵۰۰





نُصِفُوا وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَبِّهِمْ كَفَرٌ هُوَ  
خَالِدٌ عَلَى النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْفَاءَهُمْ ﴿سورہ

محمد آیت ۱۵﴾

ترجمہ جس جنت کا متقین سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں  
بہت سی نہریں تو ایسے پانی کی ہیں جس میں ذرا تخم نہیں ہوگا (نہ میں نہ رنگ  
میں نہ طرے میں بلکہ بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جن کا ذائقہ ذرا بدلا ہوا نہ ہوگا  
اور بہت سی نہریں جس شراب کی جو پینے والوں کو بہت لذت معلوم ہوگی اور بہت  
سی نہریں جس شہد کی جو بالکل پاک صاف ہوگا اور ان کے لئے وہاں ہر قسم کے  
بھل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے بخشش ہوگی کیا ایسے لوگ ان جیسے  
ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کھول ہوا پانی ان کو پینے کو دیا جائے گا  
تو وہ ان کی انتہا پر ان کو گلوے گلوے کر ڈالے گا۔

نہ پھر چھان فرقہ پاشوں کی اداوت ہو تو دیکھیں کہ وہ بیٹھائے بیٹھے ہیں اپنی آخروں میں  
تصوف کے مذکورہ سلسلوں کے بارے میں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ ان سلسلوں میں  
اوپر سے نیچے تک کے ہر رگوں کا تلف فہمائے کرام کے مسابک سے تعلق رہا ہے اور کسی  
خاص فتنی مسلک حق سے وابستگی کا اختلاف بھی اور مرید کے درجہ ان اختلاف کا باعث نہیں  
ہوا، افسوس کہ آج ہمارے خطے کے لوگوں میں یہ وسیع نظری اور اجتماعی مسائل میں چپ  
مغلوں ہے۔

تتنا درو دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی  
نہیں مٹا یہ گوہر بادشاہوں کے خویوں میں

(باب پنجم)

# حصہ دوم

چاروں مسلکوں کے بانی مشائخ کے سوانح  
مع تہ کریم چرائغ و طوی، سلطان دہلوی

## (باب اول)

## حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ

## نام و نسب

آپ کا نام معین الدین حسن بن خواجہ فیاض الدین، آپ نجیب الطرفین سید ہونے کی وجہ سے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں سے نسبت رشتہ رکھتے تھے، والد، جد کی طرف سے چشتی سید اور والدہ ماجدہ کی طرف سے چشتی سید تھے، والد ماجد کی طرف سے آپ کا فخر و نسب دو طرح سے نقل ہوا ہے، ایک میں آپ کے لہر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان چند واسطے ہیں اور دوسرے میں بارہ واسطے ہیں، واللہ اعلم۔

## ولادت باسعادت

زیادہ مشہور روایت کے مطابق آپ کی تاریخ ولادت ۴۱۲ھ جب تک ۵۵۳ھ کی تاریخ ہے، یقیناً صحیح صوابی بمقام تحریر آپ کی ولادت ہوئی جیسا کہ ان اشعار سے آپ کی کن ولادت نکلتی ہے۔

سید عالم معین الدین ولی      مقدسائے دین شد ہندوستان  
سہل تو لیدش کجود خیر      ہر سرد عارف صوفی بخواب

۴۱۲      آ      آ      ۵۵۳

## وطن مالوف

آپ کے وطن کی نسبت کئی روایتیں ہیں، سیستان (یا جہان) دارخوآن، اصفہان،



حالین اسے اللہ تعالیٰ کی حکمت کا عظیم مظاہر قرار دیتے ہیں۔ ع

## اسلامی تاریخ کا ایک خوشگوار واقعہ

اسلامی تاریخ میں چھٹی اور ساتویں صدی ہجری عالم اسلام کے لئے نہایت بڑے آشوب اور اضطراب و آزمائش سے بھرپور دور تھا۔ اس زمانہ میں عالم اسلام جو پہلی جنگوں کے طویل مدے سے ابھی تک کج سمتوں میں سنبھل رہا تھا کہ اسے تھکا تھکا جیسے قیمتی خیر مانعہ سے سنبھل جائے، دشمنی و تباہی سحرائے گوبی کے اس پار سے اٹھ کر وسطی ایشیاء کو پامال کرتے ہوئے دریا بے آسوسے اس پار اترے، ہمارے ہماری مشرقی دنیا کو روند ڈالا، یہاں تک کہ ۶۵۶ء میں خلافت بغداد کا خاتمہ ہو گیا۔ اس قوم کے ہاتھوں ہوا، لیکن ایسے مایوس کن اور تاریک ترین حادثات کے پیلو پہ چھٹی صدی کے آخر میں وسیع اسلامی دنیا میں ایک ایسے نئے وسیع ملک کا افروز ہونے ہمارے ہاتھ، جو قدرتی فزائوں اور انسانی صلاحیتوں سے مالا مال تھا اور جس کے لئے مستقبل قریب میں اسلامی دولت کا عالمگیر مرکز اور اسلامی علوم کا حافظہ و امین بننا مقدر ہو چکا تھا، یہ ملک ہندوستان تھا، بالفاظ دیگر برصغیر پاک و ہند کا پورا خطہ تھا اگرچہ ہندوستان کے ساحلی مقامات اور مندرجہ کے خطہ میں مکانات تک اسلام کا نفوذ و شعور اسلام کے ابتدائی قرون میں خواہے کے عہد میں ہی ہو چکا تھا، ہمارے پانچویں صدی میں سلطان محمود غزنوی نے پنجاب کو اپنی گھڑ میں شامل کر لیا تھا اور ہندوستان پر کئی بار چڑھائی کر کے خاطر خواہ کامیابیاں حاصل کی تھیں، لیکن غزنوی نے اندرونی ہند کا قاعدہ کوئی حکومت قائم نہیں کی، اس کی سلطنت کی حدود پنجاب (لاہور) تک ہی رہیں، غزنوی کے تقریباً پانچ

۱۔ عربوں نے جو کہ عظیم اسلامی تاریخ میں قرون کے عربوں اور اہل کامی صلاحیتوں نے جو کہ کچھ قریب میں اپنی ہائی کوئی کوٹھڑی کر رہے تھے، وہیں ہندوستان کے اندر کچھ کہہ کر اس میں جھکاؤ نہیں دیکھ سکتے تھے، یہاں تک کہ ۱۵۰۰ء میں ہندوستان کی جگہ سے لکھنؤ دور، یہاں تک کہ ہندوستان کا قاعدہ پورے ہی ہاتھوں سے منسلک ہو گیا ہے کہ ہندوستان کے پورے میں ایک کھڑی ہوئی، یہاں تک کہ ہندوستان کے ساتھ ساتھ ہندوستان کا قاعدہ ہے۔ ع

تاریخ کی فراست سے کافی ہے

دوسو سال بعد سلطان شہاب الدین غوری نے ولی و امیر کے سہارا پر قسوی راج کو شکست  
فاصل دے کر یہاں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی۔

## روحانی تسخیر اور سیاسی غلبہ ایک ساتھ

اس وقت ہندوستان کے سیاسی مراکز تین تھے دہلی، اجیر اور قنوج۔ قنوج پر راجہ ہے جسکی  
حکومت تھی، اور دہلی و اجیر کی راجہ چکی رائے و جھوڑا (پرتوی راج) کے پاس تھی، سلطان  
شہاب الدین کے مٹنے سے ذرا پہلے خواجہ شمس الدین چشتی رحمہ اللہ کا اجیر میں دروہ مسعود  
ہو چکا تھا، اور آپ اپنے روحانی مشن میں پوری تندرستی کے ساتھ لگے ہوئے تھے، اور آپ کی  
ذات، برکات کے لحاظ سے کٹر و شرک کی تیر و تاروں پر فائز ہونے لگے، انہیں روحانیت  
اور سلطنت ایمان و معرفت کے اس سلطان کی بارگاہ میں جب خلق خدا کا رجحان عام  
وازد عام ہونے لگا تو رائے و جھوڑا کو اپنی سلطنت و مکر کو ہوتی نظر آنے لگی۔

## رائے و جھوڑا کے لئے آپ کی بددعا

رائے و جھوڑا (پرتوی راج) نے حضرت خواجہ صاحب کے حلق نہایت نامناسب روپ  
اچھڑا رکھا اور آپ کی شان میں برے الفاظ کہے اور اپنے ایک سردار کے ذریعے حضرت خواجہ  
صاحب کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ وہ اپنے سرداروں سمیت جلد از جلد اجیر سے نکل  
جائیں، حضرت کو جب یہ پیغام پہنچا تو اس عارف حق نے ہمسرت و مرغان کی بناء پر تاج نہی  
ستائے، جہاں شان کا جس اظہار فرمایا "ما اور اجیر میں کرویم و دادیم" کہ ہم نے اس کو نکال باہر  
کر دیا اور اس کی سلطنت دے دی، "اور یہی وہ زمانہ تھا کہ سلطان غوری ہندوستان پر  
دوسرے فیصلے کن محلے کی تیار ہوں میں مصروف تھا، چنانچہ پھر زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ ولی

۱۔ ہندوستان سے پہلے وہ جو ان کا نام "پرتوی راج" تھا وہی میرے کتاب پر لکھا ہے اس کے عجب میں پاکستان نے  
اس جہاں کے غلامی و سیرۃ اقصیٰ پر لکھا ہے اس کا نام غفران ہے۔

والجبر پر اسلام کا چکر بڑھانے لگا۔

اس طرح قلمت کدہ ہندوئیں اسلام کے روحانی اقتدار اور سیاسی اقتدار کی بنیادیں ساتھ ساتھ پڑی۔

مسلمانوں کا سیاسی اقتدار قائم ہونے کے بعد آپ کے کام کو بڑی تقویت پہنچی۔  
اور قلیل عرصہ میں لاکھوں ہندوگان تہ اسلمت ہو گئے۔

## آفتاب اسلام کا کہیں غروب کہیں طلوع

اس طرح ساتویں صدی ہجری وہ علم ہے کہ جس پر دنیا کے ایک بڑے حصے میں مسلمانوں کا عروج ختم ہو رہا ہے تو دنیا کے دوسرے مشہور حصے اور زرخیز مروجہ فطرطی میں مروجہ اسلام کا ایک نیا دور بکھلی آپ کتاب کے ساتھ شروع ہو رہا ہے۔

اسلامی تہذیب و تمدن کا ایک نقشہ جملہ ذرات کی دالوں میں دم توڑ رہا ہے اور دہراہ انہر کے آ رہا اس پر دم واپس کا عالم ہے تو عمر ہند کے ساحل پر رنگ دھن کی دالوں میں ایک نوسلو دہر لکھ، بڑے دروزہ اثر اسلامی تہذیب و سلطنت کی صبح کا ڈب صبح صادق فتنی جاری ہے۔

جہاں میں اہل ایمان صوبہ خورشید چیتے ہیں اور وہ بے دھڑکھیا اور دے بے دھڑکھیا حضرت خلیفہ الجبرری نے ہند میں جس روحانی سلطنت کی اور سلطان شہاب الدین غوری نے جس سیاسی سلطنت کی بنیاد رکھی تھی، ان دونوں میں اللہ تعالیٰ نے وہ برکت و تقویت اور ترقی عطا فرمائی کہ ہندوستان جنت نکاح گذشتہ اسلامی سلطنتوں کا لائق جانشین بن گیا۔

ہم، مشرق اور مراء، وسط زمین نے اپنے خون جگر سے یہاں اسلام کے نو نول چوڑے کو ایہ سینچا کہ قوموں کے عرصہ میں وہ تاج اور تخت بن گیا اور یہ تھا اس کو ایک داس آگئی کہ اس کی جڑیں زمین میں دوڑ دوڑ نکھل نکھل گئیں، اور اس کی شاخیں آسمان سے ہاتھیں کرنے لگیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”كُنْ حَسْبُكَ طَبَقَةُ اَصْلُهَا نَابِتٌ وَفَرْعُهَا لَيْسَ الشَّعَاءُ“ (سورۃ: اہت مرصعہ)

(۲۳)

(ما تہ طوطی درخت کے جس کی جڑیں زمین میں داخل و چست ہیں اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں)

حضرت خواجہ نے ہندوستان میں مسلمانوں کے سیاسی اقتدار کے قیام سے پہلے ہندوستان کے قلب اور قدیم ہندوستان کے سیاسی مرکز اجیر کو جو اپنے قیام کے لئے منتخب فرمایا وہ فیصلہ ان کی اولوالعزمی کا ایسا تاجاکہ کارنامہ ہے جس کی مثالیں صرف عجیبوایمان مذہب اور فاضلین عالم کی تاریخوں ہی میں مل سکتی ہیں، خواجہ بزرگ کے اشتغال و اخلاص، ان کے توکل و طہارت، ان کے جذبہ قربانی اور درود سوار کھڑے ہونے ہندوستان کو اسلام بنا۔

## آپ کے تیار کردہ رجال کار

حضرت خواجہ صاحب نے اپنے خلفاء و متعلمین کی صورت میں جو کھچ تیار کر کے ہندوستان کو فراہم کی ان میں ہر شخص خود اپنی ذات میں ایک الجھن و ادارہ تھا، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، شیخ حید الدین، ناگوری، صوفی حید الدین، ناگوری، شیخ احمد کالی، خواجہ برہان الدین، رحمہ اللہ اور دیگر دسیوں خلفاء، پھر آگے دوسرے طبقے میں آپ کے خلفاء کے خلفاء میں حضرت شیخ کبیر بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت سلطان المشائخ کھام الدین دہلوی، رحمہ اللہ اور ان سب بزرگوں نے برصغیر کے طول و عرض میں ہر طرف اپنے اہل علم خلفاء دوسرے دین کو اسلام کی دعوت و تبلیغ کے مشن پر مقرر و ماحر کر کے اسلام کا آواز و پیغام ہر شہر بستی اور قصبہ و قریہ میں پہنچایا تو دوسری طرف ان کی برکات اور لکھنات اسرار و درود اور مسلمانین سے لے کر قہر و خفاک فشیخوں تک ہر طبقہ کو اپنے دامن و شہد و ہدایت میں لے کر فیض و آب



کرتے رہے، یہ سب اسلامی تاریخ و تنکا زوریں باب ہیں۔

شیخ علی گجروی رحمہ اللہ امام جو کہ حضرت خواجہ صاحب سے کافی مقدم ہیں، محمد غزنوی میں ہند (لاہور) میں تخریب مائے حقے اور شریعت و طریقت میں جن کا پایہ بہت بلند ہے، حضرت خواجہ نے ہندوستان آتے وقت پہلے لاہور میں قیام کیا اور آپ کے حواری کے قریب چہلنگی کی، علامہ ساقیالمرحوم نے ذیل کے شعر میں اسی طرف اشارہ کیا ہے

مرجہ ناوی بحر را حرم

شیخ گجروی رحمہ اللہ امام

## ابتدائی حالات اور عملی زندگی کا آغاز

حضرت خواجہ مصین الدین چشتی رحمہ اللہ کے والد بزرگوار خواجہ غیاث الدین اپنے علاقے جہڑ کے رئیسوں میں شمار ہوتے تھے اور دنیوی جاہ و جمال کے ساتھ ساتھ حقیقی درویشی اور فقیری کی صفات سے بھی مالا مال تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ وہ صاحب نسبت و ہاکرامت بزرگ تھے ۵۵۵ھ میں ان کی ولادت ہوئی، اسی طرح آپ کی والدہ بی بی، نور بھی ایک عابدہ و زاجہ و خاتون تھیں، حضرت خواجہ صاحب کے والد ماجد کی ولادت خواجہ کی جوانی کے آغاز میں ہوئی، والد مرحوم کے ترکہ میں آپ کو ایک وسیع و عریض ہارنگ ملا، اس کو آپ نے ذریعہ گزاران بنا کر اس کی خورد و داشت میں مشغول ہو گئے، ایک دن جب آپ ہارنگ کے کاسوں میں مشغول تھے، ایک بلند پایہ بزرگ وہاں نظر پلے، اس نے تاریخ میں ان کا نام ابراہیم نقذوری یا ابراہیم نقذردہ کر دیا، ان کے تفصیلی حالات تو نہیں ملے، ماہیت ان کے احوالی حالات جو ملے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک خاص شہر کے بھڑوب بزرگ تھے۔ !

! طریقہ میں یہاں یہ حضرات کہتے ہیں، جن پر شک ممکن ہے، مگر اہل کی خوشی نے کرتے ہوئے کوئی حق الہی ان کی چہلنگی ہے، جس کا وہ اگل نہیں کہتے، ان کی اصل مطلب یہ بتانی ہے، جو شرناک و ظالم و ناگہانی یا ایک ہیجہ (جہیز و شہیدانہ کے ملے بہ ظہور، کیجی)





ظاہری میں دوسری حاصل کی، پھر بخارا شریف لے گئے، وہاں بقیہ علوم کی تحصیل فرمائی، اس طرح چند سالوں میں آپ نے جملہ عقلی و نقلی علوم کی تحصیل فرمائی۔

اکثر روایات کے مطابق سرحد و بخارا میں آپ کا زمانہ قیام پانچ سال ہے، علوم ظاہری میں تحصیل حاصل کر لینے کے بعد اب بکرمیں دہلی و آگہ بکرمیں اٹھی جس کی چنگاری تہذیب کے دافعی کے نتیجے میں آپ کے دل میں روشن کی گئی تھی، آغرا ایک دن عداوت سے مرحد کمال کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے، کیونکہ عداوت خداوندی ہوں ہی جاری ہے، کہ عبت حقیقی و معرفت رہائی کا یہ شعلہ جہنم سے جہنم میں منتقل ہوتا ہے، عیان حق مردان کمال جو اس راہ کے شیر نر ہیں ایک دست ان کی صحت سے بہرہ ور ہوتے اور ان کی نگرانی و رہنمائی میں اپنے لمس کو پاہل کرنے سے نسبت کی دولت مرشد (شیخ) سے مسترشد (مرید) کو منتقل ہو جاتی ہے، حضرات مفسرین نے آیت

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَتَحَوُّنَا مَعَ الصَّادِقِينَ“ (طوبہ: ۱۱)

سے اس پر استدلال کیا ہے، کیونکہ اس آیت میں تقویٰ کا حکم بیان کرنے کے بعد سچے اور سچے اللہ والوں کی محبت کا حکم دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کمال اللہ والوں کی محبت سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔ اگر معرفت کے شاہد سلاہروی و مصالطہ نے مشکوٰۃ شریف میں اس کو یوں ذکر کر دیا ہے۔

قال را بگذارد صاحب حال شو فاش مرد کاٹے پاہل شو

مطلب یہ کہ ”لیکن اقال کو چھوڑ دو صاحب حال جو، کسی کمال اللہ والے کے سامنے اپنے آپ کو مٹاؤ“

کوئی پاتا نہیں منزل بدوں و میر منزل گر چہ کف کو شش میں کرے ساک اپنی جاں ہاتی دین کے دیگر شعبوں کی طرح و رشد و اصلاح کے اس شعبے میں بھی ایسا زمانہ لے جو کچھ خرابیاں اور بدعت و خرافات شامل کر لی ہیں، ان سے ہمارا دین اور خود گنج اہل تصوف بیزار

ہیں، اس موقع کے لئے کسی نے کہا ہے:

زخموں کے تصرف میں ہیں عقابوں کے نشیمن

انہوں نے تصوف و طریقت جو ترکیب اور اخلاق و باطنی اصلاح کا شعبہ تھا، اس کے ساتھ چاہلوں نے کتنا بڑا ظلم اور ناانسانی کا برتاؤ کیا کہ اس میں اپنی نفسانی خواہشات اور حرص و ہوس کو داخل کر کے اس کا حلیہ بکاڑ دیا، اور اس کی آڑ میں وہ سب کچھ حلال سمجھ لیا جو شریعت کی نظر میں ہانگ، ناچ و تڑپ کا مقام تھا۔

## گوہر مقصود تک رسائی

اس زمانے میں نیشاپور کے قصبہ ہردن میں سلسلہ چشتیہ کے سرور کامل غلامی عین ہردنی (ہردنی) کا چشمہ فیض جاری تھا، بزرگوار خدا اس چشمہ عانی سے اپنے اپنے ظرف کے مطابق فیضیاب و سیراب ہو رہے تھے، اس بکھرے کامِ محبت کے لئے ابھی اس چشمہ سے سیراب ہو کر معرفت و ہدایت کا بحرِ زماں بننا مقدر ہو چکا تھا، مقدر آپ کو کشاں کشاں میں کھینچ لائی، حضرت غلامی صاحب ۵۵۸ھ میں ہردن پہنچے، شیخ ہردنی نے مکلی ہی بصیرت بھری نظر سے آپ کی پیشانی میں نورِ ہدایت کو پہچان لیا۔

مردختانی کی پیشانی کا نور کب چمپا رہتا ہے خوش ذی شعور

شیخ نے اس مکلی بھگ میں ہی آپ کی درخواست پر آپ کو حبیبِ مستون فرمایا، اور رہنمائی کے معمولات تقنین فرمائے، اور شیخ کی صحبت میں بہت جلد ترقی کے مدارج طے کر کے کمالات کو پہنچے، مرشد کی خدمت و محبت میں آپ کئی سال رہے، بعض روایات میں بیس سال کا عمر مذکور ہے۔

## خرقہ خلافت

جب حضرت غلامی صاحب کے مجاہدات و ریاضات کا سلسلہ شیخ کی اختتام کے مطابق مکمل

ہو گیا اور آپ کا قلب ہدایت و معرفت کا خزینہ بن گیا تو مرشد کے ہمراہ بیعت اللہ کے لئے تشریف لے گئے حرم شریف میں میرا پرمست کے چچے مرشد نے خواجہ صاحب کا ہاتھ پکڑ کر بارگاہ خداوندی میں دعا کی، کہ اسے وہی میرے معین الدین کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما، تاریخ کا بیان ہے کہ غیب سے آواز سنائی دی کہ معین الدین کا رادوست ہے، ہم نے اسے قبول کیا اور اسے عزت بخشی۔ پھر اپنے شیخ کے ساتھ ۷۰۰ منور و ۵۰۰ منور دلی، مدینہ منورہ میں ایک رات سنائی (فرمانی) بشارت کے ذریعے بارگاہ رسالت ﷺ سے ہندوستان جا کر کام کرنے کا حکم ملے، چنانچہ اس وقت مرشد نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرما کر ضروری ہدایات اور نصیحتیں فرمائیں، اس وقت آپ کی عمر بعض روایات کے مطابق ۵۲ سال بیان ہوئی ہے۔

## اسلامی دنیا کی طویل سیاحت

اپنے شیخ سے خلافت و اجازت پانے کے بعد ہندوستان آمد سے پہلے حضرت خواجہ صاحب نے بہت سے اسلامی ممالک کا طویل عرصہ تک سفر کیا، اور صد ہا اولیاء اللہ اور اکابرین امت سے ملاقات و استفادہ فرمایا، چنانچہ بلند اوچے کہ مشرقِ خلافت اور چہری اسلامی دنیا کا مرکز تھا، وہاں متعدد طویل مشاغل وقت سے آپ کی ملاقات اور طویل عرصہ تک محبتیں رہیں۔

(۱) سید الاقطاب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (۲) شیخ الشیوخ حضرت

شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ جو کہ دونوں بزرگ صاحب سلسلہ ہیں (پہلے

سلسلہ قادریہ کے بانی اور دوسرے سلسلے سہروردیہ کے بانی ہیں)

ان کے علاوہ آپ نے شیخ فیاض الدین ابوالخیر سہروردی اور حضرت خواجہ ابو سعید الدین گمانی رحمہ اللہ کی صحبت سے بھی خوب استفادہ کیا، علاوہ ازیں حضرت شیخ نجم الدین کبریتی ذوالقدر رحمہ اللہ جو چشتی صوفی بھری کے اولیاء عظام میں نہایت ہی بلند مقام رکھتے ہیں، ان کی خدمت



بھاگ کر لاہور لٹکانہ کیا، کچھ عرصہ بعد ملک شام نے ہجرت کرنا جاری کر دی اور غزنی کو واپس لے آیا۔ یہ سب پر آشوب واقعات حضرت خواجہ صاحب کی آنکھوں کے سامنے غزنی میں پیش آئے غزنی میں شیخ عبدالواحد غزنوی سے آپ نے کسب فیض کیا۔

اس کے بعد آپ ہندوستان کو عازم سفر ہوئے، جہاں اٹھارہ سال کا مبارک کام آپ کے لئے مقدر ہو چکا تھا۔

اب وہ موقعہ آیا کہ سارے جہان سے حدیث دارشاد کا فیض سمیٹ کر مجمع کلمات میں کر آپ ہندوستان وارد ہوئے اور کفر و شرک میں حیر و حار اس وسیع ملک کو نور ہدایت و نور اسلام سے ضیاء پافرمائیں، آپ کے سامنے عالم اسلام جس بے آشوب دور سے گزر رہا تھا اس پر آپ کا دل غون کے آنسو رہا تھا۔

دل بہشت ہجر کا کہاب اند

زور باد میں جس سے آواز دہا

## غزنی سے لاہور آمد

حضرت خواجہ کا اپنے مرشد شیخ ہدونی سے صلہ قطعہ ہونے سے لے کر طویل سیاحت کرنے اور ہجر غزنی سے ہونے والے لاہور پہنچنے کا زمانہ ۵۹۴ھ تا ۵۹۶ھ ہے۔ ۵۹۵ھ میں آپ نے لاہور پہنچے، یہاں کے قیام کے دوران آپ نے شیخ علی ہجویری جیسے ائمہ کے حوالہ کے متصل ایک جگہ میں دیکھ کر ہمت کا چمکا جاتا ہے کہ یہاں سے اجمیر کو عازم سفر ہوئے۔

## اجمیر میں آمد

حضرت خواجہ معین الدین چشتی ۵۹۵ھ تا ۵۹۶ھ میں اجمیر تشریف لائے، یہاں حضرت خواجہ اپنے چالیس درویش صفت اللہ والے ساتھیوں کے ساتھ پہنچے تھے اللہ والوں کی یہ بزرگت نہایت شہر سے باہر اس میدان میں تشریف فرما ہوئی جہاں پر قنوی راج کے اہل



بیٹے کرتے تھے۔ رجب کے مہینوں نے خواجہ کو وہاں چڑاؤ نہ کرنے دیا۔ ۱۔  
آپ اپنے ساتھیوں سمیت وہاں سے اٹھ کر آنا سا کرنا ہی مشہور خوبصورت و درویشی جمیل  
کے کنارے آ کر فروکش ہوئے۔ ۲۔

اس طریقت پرستی کے اس خاص مرکز کو حضرت خواجہ نے مرکزِ ہدایت جانے کا عزم فرمایا۔  
اصل تصوف کا ایک ذریعہ یہ ہے جو حضرت خواجہ اور دیگر حق اپن طریق کی سوانح سے واضح  
ہوتا ہے کہ اولاً علومِ مشائخ نے طریقت اور سلوک کے سموات و جہادات سے گزار کر اہل  
طریقت سے نسبت اور تعلق مع اللہ کی دولت حاصل کر کے اپنے آپ کو رشد و ہدایت کا جسم  
سمونہ بنا کر دنیا کے اطراف و انکاف تک دین محمدی کا پیغام پہنچایا اور اپنی مثالی زندگی اور  
اعلیٰ سیرت سے قوموں کی قوموں کو ہدایت کی راہ دکھائی۔ پھر آج تصوف کے نام پر بہت  
سے ہتھیار اٹھائے ہوئے ہیں، دھندے ہیں، جنہوں نے تصوف کے ظاہری نقشے  
میں رہبانیت کا رنگ بھرا اور بائیس مہتر میں انسانیت کا جادو جگایا ہے۔ طاس اقبال مرحوم نے  
انہی نام نہاد اہل تصوف کی رنجیں قلم بیں کیں ہیں۔

ہوئے گو نام جو قیروں کی تہارت کر کے      کیا نہ چلے جو مل جائیں منہ ہتر کے  
اتنا سا کر میں معرفت خواجہ کے قیام کا نقش ایک صاحبِ دل شاعر نے بیں کیں ہے۔  
نہ زندہ بندہ میں تھے ہیں وہ بے مثل و نہری      ملکِ نورد میں جیسے بھی مہمان تھے غفل  
اتنا سا کر سے اٹھا نورا کعبہ کا شور      اتنا سا کر سے بڑھا بند میں تبلیغ کا درد  
اتنا سا کر پہ بھی مسدِ درسی و ارشاد      مین گیا بند میں اتخیر جہانت آباد

۱۔ یہاں حضرت کی فعلِ رہ کر استغایر ہوئی کہ وہ کہتے ہیں کہ آپ اس میں ہیں جس میں  
دین سے چپ کے، گناہ کو حق کے چین نہ دے، اور حضرت خواجہ کے پاس تمام اگر سوال کے  
نور انکار سے نور ہر حضرت خواجہ کی دعا سے نور دھندے کے قائل ہوئے۔

۲۔ یہ وہاں رہا ہے، اولاً ان کے پاس طرف نہ دے نہ دے، حق نے میں سے ایک  
بہت واحد ای رہے کہ ان کی حق جہانت نور و شام کے لئے مخصوص تھا جس میں جس کی جہ سے یہ  
تلاش کی گئی ہے، جس کی طرف میں حق کی حرکت تھا۔

حضرت خوجہ کا اجیر میں درود کا زمانہ تراوڑی (تراوڑی کو ترائی بھی کہا جاتا ہے، یہ تھا حیر سے چودہ میل کے فاصلہ پر میدان تھا) کی پہلی اور دوسری جنگ کے درمیان کا زمانہ ہے، تراوڑی کی ان دونوں جنگوں کے درمیان ایک سال کا وقفہ ہے، آگے جو واقعات ذکر ہوتے ہیں وہ اسی عرصہ میں پیش آئے تراوڑی کی دونوں جنگیں سلطان صاحب الدین غوری اور اجیر دہلی کے راجہ پرتھوی راج کے درمیان لڑی گئیں جو اس وقت ہند کے تمام راجوں سے بڑا اور باجبرست رہتا تھا۔

تراوڑی کی پہلی جنگ میں ایک اتحادی واقعہ کے تحت میں سلطان صاحب الدین غوری کے اسلامی لشکر کو شکست ہوئی اور کھنڈرے مارا کا حکم دلی جو پرتھوی راج کا بھائی تھا اس کے ایک کاری دار سے سلطان صاحب الدین شدید زخمی ہوئے، اس پہلی جنگ میں اسلامی لشکر کی تعداد دہرہ ہزار اور پرتھوی راج کا لشکر دو لاکھ افراد پر مشتمل تھا اور تین ہزار جنگی ہاتھی بھی اس کے ساتھ تھے، سلطان کو ناگہاں یہ مقابلہ پیش آیا، دشمن کو سر پہنچا کہ سلطان کی اسلامی فیرت نے یہ گواہان کیا کہ بغیر لڑے پیچھے ہٹ جائے جو ایک طرح کی شکست غوری کی تھی۔ اس فتح و شکست نے دونوں فرماؤں کو اس پر دو حتمی اثر ڈالے۔

پرتھوی راج تو فتح کے نشے میں چور ہو کر ٹکبر و سرکشی میں آپ سے باہر ہوتا چلا گیا، چنانچہ حضرت خوجہ سے بھیڑ چھڑا اس کی اسی سرکشی کی آئینہ دار تھی اور دوسری طرف سلطان صاحب الدین نے اس شکست کو اسلام کے دامن پر بدلنا داغ سمجھ کر اس کو دھونے کے لئے اپنا راحت و آرام اور اطمینان و سکون سب کو قربان کر دیا، سلطان نے غلوت کدو میں جانا اور نچا لباس پہننا بھی ترک کر دیا، روکی سوگی روئی کھا کر دن رات میں تھوڑی دیر خاک پر لیٹ رہتا اور دوسری لڑائی جنگ کی تیاری میں پوری طرح مگن رہتا، سلطان نے ان سرداروں اور افسروں پر سزائیں اور تعزیرات بھی جاری کیں جنہوں نے دشمن کی کڑت اور طاقت سے مرعوب ہو کر میدان سے منہ موڑا تھا۔ تراوڑی کی دوسری جنگ نے ہندوستان کی قسمت کا

فیصلہ کر دیا یہ دوسری جنگ عہد ۵۵۵ء میں غوری اور پرتھوی کے درمیان لڑی گئی ماس جنگ میں کھانڈے راء سمیت جے جے تائی گرامی راجے، مہاراجے کام آئے، جو پرتھوی کی مدد کے لئے اپنے اپنے لشکر لے کر شریک جنگ ہوئے تھے۔ ۱

خود پرتھوی بھی بھاگتے ہوئے دریا سے سرسواتی کے کنارے پکڑا گیا اور مارا گیا اور وہیں خوبہ کی یہ پیشین گوئی اظہار تھی نے پہلی فرمادی، ”تمھو مارا زخمہ کر قہم ورا دیم“ کہ ”تمھو مارا کو حکم الہی ہم نے زندہ کرنا کر کے حوالے کر دیا“۔ ۲

تراوڑی کی دوسری جنگ میں اسلام اور مسلمانوں کی عظیم داستان فتح کے نتیجے میں ہندوستان اسلام کے جھنڈے تلے آ گیا اور مسلمانوں کے زیرِ تہمت ہو گیا، سلطان غوری نے عقب الدین ایک کو یہاں اپنا نائب مقرر کر کے واپس غزنوی کی روانہ کی۔

### اجمیر میں معرکہ کلیم و فرعون

چچے بیان ہو چکا کہ اجمیر میں حضرت خوبہ کے نزول، اجمال پر اجمیر کا فرعون پرتھوی راج کس قدر ستا ہوا کہ غریب و عداوت میں مل بھن رہا تھا اور خود ستا ہی ہندوؤں کو بھی آپ کا اجمیر میں تمام ایک آنکھیں لہا تھا۔

اس وقت اجمیر کا سب سے بڑا جگہ (ہنت) راتم راجہ تھی ایک قوی و کل شخص تھا جو بے شمار سفلی قوتوں پر دھڑکتا تھا، راجہ اجمیر بشمول راجہ کے اس ہنت کا مستعد اور اس کے کس کا تھا راجہ کا بیٹا م راتم راجہ کے پاس پہنچا کہ اپنی تیسری قوتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اس سلطان درویشوں کو نکال باہر کرے اور خود اجمیر کے ہندو بھی راتم راجہ کے پاس حاضر ہو کر دوا دے کر رہے تھے کہ یہ پردہ کی تھار سے غریب و محرم کے خلاف پر چاد کر رہے ہیں اور

۱۔ دوسری جنگ میں پرتھوی کی مدد کے لئے ہندوستان سے عرب اپنا سپاہ بچہ چاہتے ہوئے تھے۔  
۲۔ کہتا ہے کہ تراوڑی کی جنگ میں ہندو پرتھوی کی مدد کے لئے شریک جنگ ہوئے تھے۔

۳۔ جس میں سلطان نے پہلے اس میں لگے تھے ”ہندوؤں کو کلمہ دیم“

انہیں کہہ پائی بھی بھرت (گنہگار) کہہ رہے ہیں، رام دوج کو بھلا جانے کیلئے یہ کہہ کر کیا کم تھا؟ اس کو اپنے سفیات کا جادو دینے کے لئے کانا اور سوتلہ ہاتھ آئے، اپنے سنی جیلوں کا ایک غضب ناک گردہ لے کر حضرت خواجہ کی فرودگاہ میں آدھکا۔ حضرت خواجہ نے معرفت سے لہجہ نکال دیا کہ ایک ہی حیرت انگیز کام کر رہا تو رام دوج، ٹم ٹم کھل کھلا۔

آس دل کر دم نمود و باز خور و جواہر  
کہہ سال ہی سے بدوش یک لک ہے  
تو جمعہ دول جو خور و جواہر کا پانی ہے  
ہوئے تھا ایک آؤ چل مرہوڑے نے  
ایک نظر کیا اثر سے اس کی چند گاریں آؤ لوہے۔

## رام دوج کا قبول اسلام

بیس لاکھوں سے ہی دل کا فیصلہ ہو گیا، رام دوج خواجہ کے قدم میں ہو کر شرف ایمان ہو گئے۔  
جلا سکتی ہے طبع کشو کو سوچ جس ان کی  
انہی کی لکھیا ہوتا ہے دل کے سینوں میں  
رام دوج کے اسلام لانے کے بعد حضرت نے اس کا نام بدل کر شادی دوج کر دیا، شادی دوج  
ساتھ ہی رام دوج کے قبول اسلام کی خبر امیر کے رعبہ اور پڑاؤوں پر بکلی بن کر گری، لیکن عقل  
کے اندھوں نے، جہانے جہرت، و بصیرت حاصل کرنے کے اس دانت سے یہ نتیجہ نکال کر یہ  
نواہر دور ویش زبردست ساحران اور جادوئی قوتوں کے مالک ہیں (یعنی نتیجہ بھی موسیٰ کلیم اللہ  
صیہ السلام کے عصائے کبکی اور چو بیضاء کے متعلق فرعون نے بھی نکال تھا) کہاں کیوں نہ  
ہو؟ ایمان سے محروم لوگوں کے نزدیک خلاف ظاہر تصرفات کی جادو کے علاوہ اور صورت  
ہو ہی کیا سکتی ہے؟ چنانچہ رائے و تصور نے بڑے غم خویش اس جادو کا توڑ اس سے بڑے جادو  
سے کرنے کے لئے سر زمین ہند کے اس وقت کے سب سے بڑے جادوگر بے پائل کوڑھائی  
دی، سچہ پاس اڑھائی پر غصے میں چنگھناڑا ہوا امیر پہنچا، وہ جادو کے زور پر ہرتن کی کھال  
پر بیٹھ کر ہواؤں میں اڑا ہوا امیر کی زمین پر اترا، اس کے شاگرد شیردوں پر سوار ہاتھوں میں

سانپوں کو بیوقوف و پست سمجھا جاتا ہے۔ آج بھلاؤں کے لئے میدان کا  
سناں تھا۔ زمین جاوہر گروں کے اتحاد، ماحرمانہ سے بھرپور دہشت خیز منصوبہ سے لرز رہی تھی اور  
سادہ فہم میں خوف و وحشت کا ایک ہولناک طوفان عظیم خیز موجیں مار رہا تھا۔ گاؤں، شہر کے  
پیارے لوگ ہلچل مچ گئے۔ سب نے سوچا، تجھے کب اب دیکھیے! ان ٹھنکی عمر بے خالوں خاک لٹیوں کا کیا  
حشر ہوتا ہے، جنہوں نے ہمای دھرتی اور دھرم کو بھرت کر دیا۔ بس اب دیکھتی آگھوں ان کی  
فرودگاؤں، شہر، گھاٹ میں تہ دل ہو چکا ہے۔

خواب کی خرابی کیلئے

اب ادھر کی نئی حضرت خواجہ نے جب جادوئی ریلا اپنی طرف آتے دیکھا تو اپنے سب ساتھیوں کو جمع کر کے اور اگر وہ ایک حصار کھینچ لیا، ہے پال اور اس کے جادوئی لشکر نے جادو کے ڈاک پر ڈاک آڑے، اور پھر جس کے لیکن جادو کا سارا کھیل حصار سے اڑے اور یہی قوم ہو جاتا، حصار کے اندر حضرت خواجہ اور آپ کے تمام خدا آئینہ دور ویش و فناء باد حق میں مشغول تھے۔

جہاں کی یاد میں بیٹھے سب سے بے غرض ہو کر تو اپنا ہور پا بھی پھر نہیں ٹھنک سیں تھا  
 غلوہ نے حصار کے اندر سے کئی ہزار ان کو شہر کیا کہ درویشوں کے مکان میں خلل نہ ڈالو مانجہ  
 یہ کھیل تھا و قسم کر کے یہاں سے چلتے ہو تھا ہر اکھڑ دھکیں چلے گا۔  
 لیکن کافر جب تک چاروں شانے چھ ہو کر بے بس نہ ہو جائے اسے یمن کیسے آئے آفر  
 غلوہ نے ایک مٹی بھر مٹی زمین سے اٹھائی اور ساحروں کی طرف پھینک دی۔

١. وماتت لفرقة ولكن بطريق مسدود الاطلاق

“We’re all going to be together, and we’re all going to be happy.”

مٹی کا پیکٹ تھا کہ آٹا کا تمام چادو کے کھیل جسم ہو کر رہ گئے، نہ کوئی شیر، نہ سانپ، نہ آگ کے چکر اور گولے جو وہ لے لے کر حملہ آور ہو رہے تھے سب راکھ کے ڈھیر بن گئے۔

اذا جاء موسى والقي العصى فاعطى السحر والساحر

اب تو چادو گر حیرت زدہ ہو کر ایک دوسرے کا نہ سمجھ سکے، اور وہی دھاڑے سان کو تارے نظر آنے لگے، بے پال مٹی نے ماہیوں کو اپنے تر کھل کا آفری تیر پھینکا کہ چادو کے زور سے ہوا میں اڑ کر غروب کی نشست گاہ کے اوپر پرواز کرنے لگا، اس کا خیال تھا اوپر سے آپ پر آگ برساتے، لیکن اس کا فہماں (گودھ) بن کر پرواز کر رہی تھا کہ حضرت غولہ نے اپنی کھڑاؤں (جوتا) اس کا دماغ روشن کرنے کے لئے اشارہ کے ساتھ اوپر کو اچھس دی، وہ کھڑاؤں کا نیچا میزائل کی طرح بے پال مٹی کے سر کا دف لے کر اوپر بھینکی اور اس کے سر پر تڑا اثر بنے گی تا آنگہ اسے اترنے پر مجبور کر دیا۔ بے پال جو اس دور میں چادو کے فتن میں یکنائے دور گار اور سربراہ دورہ کچ جاتا تھا کچھ گیا کہ درویش کا تصرف چادو نہیں دوتہ ہم اس کے مقابلہ سے عاجز نہ ہوتے کیونکہ انہوں نے فتن کا آفری داکھ آزاداں تھا، جس ساحراں موسیٰ کی طرح اس پر بھی حق واضح ہو گیا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گردشِ دوراں نے الٹی زندقہ بھری ہے اور دھتھ لٹری کر کے ہمد موسیٰ و فرعون میں جا بھری ہے۔ ہمزہ حاتمان تاریخ کا ایک قصہ پارینہ ہوا ہے ہونے آج بھر وہ مظلوم دنیا کے سامنے پیش کر رہا ہے جس کا آفری تنہا فرعون کی ہتھکنڈوں کی ناکامی کی صورت میں قرآن نے یوں بیان فرمایا ہے۔

﴿ثُمَّ اسْتَوٰٓا۟ كَيْدًا مِّنْهُمْ وَاَتَمَّوْا۟ السَّحْرَ فَاٰتٰىهُمُ يَدَيَّ ۙ﴾

تو جھٹ جو کچھ سوچا انہوں نے وہ چاہا سب چادو کا ناک تھا اور چادو گر کا سیلاب نہیں ہوا جہاں بھی (حق کے مقابلے میں) آتا ہے۔

﴿ثُمَّ لَمَّا رَآ۟ الْحَقُّۙ وَنَظَلَ مَا كَانُوۡا يَفْعَلُوۡنَ فَنَفِثُوۡا فَاٰتٰىكَ ۙ﴾

وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (۱۱۸)

ترجمہ: جس حق واضح واقعہ کو کہہ دو جو کارروائی انہوں نے ادا کی تھی وہ باطل و غلط قرار پائی نہیں دہو ہاں (برسر میدان) ہمارے اور ذلیل و خوار ہو کر لوٹ گئے۔

﴿ترج﴾ ہَلْ يَسْتَفِيقُ بَالِحَقِّي عَلَى الْبَاطِلِ لَيْلَ غَفَا فَاذَا هُوَ رَاغِقٌ  
وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ (سورہ بقرہ ۱۸)

ترجمہ: بلکہ ہم پیچک دہاتے ہیں حق و سچ پہنی ٹہل کو باطل کے درپائے ہوئے  
ذہمک دہانک ہر تو دو (حق) اس (باطل) کا بھیجا ٹال دیا (سر بھڑ  
دیا) ہے سو وہ باطل (بھٹ ہار کر) ہے نام و نشان ہو کر جا رہا ہے اور تمہارے  
نئے (اے عکرمین!) بڑی ہلاکت ہے ان چیزوں کی وجہ سے جو تم (حق) کے  
مقابلے میں (گھڑتے ہو۔

اس طرح اگر کل نبی اسرئیل کے زمانہ میں حق تعالیٰ نے اپنے عظیم المرتبت رسول حضرت مہدی  
موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے علمت کدہ کفر میں فراغت و نجات کے صد سال سے منظم  
و استوار کئے ہوئے نظام کفر کو خدہ میں سے اکھاڑ پھینکا اور چار سو حق کا یوں ہلا کر دیو قوی  
صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں آج علمت کدہ ہندو میں قرآن ہاتھ سے ٹکڑ و کفر اور سفلیات  
پر استوار نظام کے تار و پود پانے آخری رسول کے ایک کال فیج نظام کے ہاتھوں کھیر دیے  
اور جادوئے سامری کی جوت جگانے والے گاؤ گاؤں کے پہاڑوں کے بنائے ہوئے ظلم  
ہوشرہ کے نیچے اوجھڑا لے۔

## معجزہ اور کرامت، باہم فرق

”کلمہ اللہ“ کے تعریف میں بھی اللہ کی قدرت و فعل کا علم ہر بطور معجزہ ان کے ہاتھ سے  
ہوا تھا، تو ایک نبی کے کال اتنی اور وقت کے ولی کے تعریف میں بھی اللہ کی قدرت بطور

کرامت بول رہی تھی اور جس طرح مجھ سے مقابلہ کیا کر رہی تھی ان لوگوں کی صفات  
و اوصاف اور گمان کرنا محضات و گمراہی ہے جس میں بنی اسرائیل کے بعض طبقے جلاہد و مردود  
ظہر سے اسی طرح ولی کی کرامت سے دھوکھا کھا کر ولی میں ان لوگوں کی صفات اٹھا لیا اس کی  
ایسی تقسیم اختیار کرنا جو اللہ کے ساتھ خاص ہے یہ بھی گمراہی اور محلات ہے۔

بنی اسرائیل نبی کے لئے یہ پتہ ملا وہ مشائخ کے لئے اس طرح کا ظہور کریں تو قرآن ان پر  
کفر کا حکم لگاتا ہے تو کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمانی ہونے کا دعویٰ کر کے اولیاء کرام کی  
تقسیم و حقیقت کی آڑے کر مقام ان لوگوں میں منتخب زنی کرے تو قرآن کی آیات نے اور  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و تعلیمات سے اس کے خیال (خود گمراہ) بھل  
(گمراہ کرنے والا) ہونے کا فیصلہ بھی بہت پہلے فرما دیا ہے۔

### ساحران ہند کا بمع ساحر اعظم قبول اسلام

حق واضح ہونے پر ہے پال کے دل و دماغ کی عظمتیں اور کدور جس حق کی چکا چوندی سے  
زائل ہو گئیں، ٹھیکے دل سے اعتراف کھست کرتے ہوئے حضرت طوبیہ کے پاؤں چوم  
گستاخی کی معافی چاہی اور بتا جبکہ مشرف اسلام ہو گیا، حضرت نے اسے گئے لگا لیا یہ  
، چراغ کچھ کرے پال کے شاگرد تمام جاہلوں کو بھی اس کی حق دلی کرتے ہوئے دائرۂ اسلام میں  
جوق در جوق داخل ہونے لگے۔

حضرت نے ہے پال کا اسلامی نام عبداللہ رکھا، عبداللہ نے حضرت کی صحبت میں رہ کر  
تھوڑے عرصہ میں کلمات و ریاضات سے گذر کر اور ضروری علوم و فنون سیکھ کر درجہ ولایت  
تک رسائی پائی اور فرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے، حضرت کے خلفاء میں عبداللہ بیابانی نامی  
بز رنگ بھی سابقہ ہے پال جو کہ تھے، عبداللہ بیابانی نے بڑی طویل زندگی پائی، بیابان کو اپنا  
مسکن بنا کر اس کا خضر کو اپنا تے ہوئے خضر راہ کا منصب سنبھالا اور پورے ملکوں کو راہ پر لگاتا



اور خدمتِ عشق کرنا زندگی کا مشغلہ بنالیا۔

پہنچ دھار دہائی نیست      طریقت بجز خدمتِ خلق نیست

## ازواج و اولاد

حضرت خواجہ صاحب نے امیر کے زمانہ قیام میں دودھ لٹا رکھے، حضرت کی ان شادیوں کی تفصیلات میں تاریخی روایات میں اختلاف پایا جاتا ہے، مختصراً جراتیں اس بارے میں ذوقِ عالمینان کے ساتھ کہی جا سکتی ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ آپ کی ایک بیوی کا نام مصرتہ اللہ بی بی تھا، اور دوسری بی بی کا نام سہ اللہ تھا۔

بی بی مصرتہ اللہ امیر کے حاکم خواجہ وجیہ الدین شہیدی کی صاحبزادی تھیں، جو کہ خود بھی صاحبِ کمال بزرگ آدمی تھے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کے قرابت دار بھی تھے، اور اس نکاح کا محرک بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے خواب میں ملے والا اشارہ تھا، واللہ اعلم۔

بی بی سہ اللہ کسی ہندو راجہ کی بیٹی تھی، ایک سفر کے میں جو امیر ان جنگ مسلحانوں کے ہاتھ آئے ان میں یہ بھی تھیں، چونکہ شرعاً یہ قیدی، ہندی اور غلام بنتے ہیں جن کے متعلق شرعی احکام ہیں اس لئے اس شہزادی کی حیثیت بھی شرعاً باندی کی تھی، اس کو حضرت خواجہ صاحب کی نذر کر دیا گیا، اس نے برخضاء اور طہیت اسلام قبول کیا تو حضرت خواجہ صاحب نے اس کا یہ اعزاز فرمایا کہ ان کو اپنے حلال عقد میں لے آئے، مذہبِ قسمت۔ حضرت خواجہ کو اللہ تعالیٰ نے ولادت کی نعمت میں تین بیٹے اور ایک بیٹی عطا فرمائی، صاحبزادگان بی بی مصرتہ اللہ کے ملن سے تھیں اور صاحبزادی بی بی سہ اللہ کے ملن سے تھیں، اس لئے گرامی یہ ہیں۔

(۱) سید فخر الدین ابوالخیر (۲) سید ضیاء الدین ابوسید

(۳) سید حسام الدین ابوصالح (۴) بی بی حانکہ جمال

حضرت خواجہ صاحب نے سید فخر الدین اور بی بی حانکہ جمال کو خلافت بھی دی، سید فخر الدین

ابو الخیر نے جہاد کے ایک معرکہ میں جام شہادت نوش فرمایا۔ ان کا حزار اجیر سے تقریباً ۲۵ میل پر موضع ”سرواز“ میں جان کیا گیا ہے، جبکہ سید ضیاء الدین، سید حسام الدین اور بی بی حنفہ جمال احاطہ نگاہ حضرت خواجہ صاحب میں ہی دفن ہیں۔

## آپ کی تصانیف

بعض اہل تحقیق نے حضرت خواجہ کی تصنیف ”تالیف کاسرے سے اٹھارہ“ کہا ہے کہ آپ نے کوئی کتاب تصنیف نہیں فرمائی بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ مشائخ چشت میں سے کسی اور نے بھی کوئی کتاب تصنیف نہیں کی، اور دلیل میں خیر الجاہل سے جو کہ حضرت چراغ دہلوی کی مرقدہ ہے حضرت خواجہ نظام الدین دہلوی مدظلہ کا یہ قول نقل فرماتے ہیں ”من چچ کتاب نہ نوشت ام ریا کہ شیخ الاسلام فریہ الدین (منج شکر) شیخ الاسلام قلب الدین، مختیار کاکی واز خواجگان چشت چچ مضمے تصنیف نہ کرد، است“ یعنی کہ میں نے کوئی کتاب نہیں لکھی اس لئے کہ شیخ الاسلام فریہ الدین (منج شکر) اور شیخ الاسلام قلب الدین اور خواجگان چشت میں سے کسی شخص نے تصنیف نہیں کی۔

لیکن دوسرے اہل تدکرہ آپ سے کئی تصانیف منسوب کرتے ہیں جو کہ یہ ہیں  
انہیں الارواح، منج الاسرار، حدیث العارف، در سالہ تجویب، در سالہ کسب فیض،  
دیوان خواجہ، مکتوبات خواجہ، (جام قلب الدین، مختیار کاکی)

## انہیں الارواح (مجموعہ ملفوظات)

ان میں سے انہیں ارواح کے معلق ہی زیادہ ملوثی سے کہا گیا ہے کہ یہ فی الواقعہ حضرت خواجہ صاحب کی تالیف ہے اور اس میں انہوں نے اپنے شیخ حضرت خواجہ حیات دہلوی پر ہر کے الفاظ کمال کے ملفوظات و نصائح ظہیر فرمائے ہیں۔

باقی تصانیف کے بارے میں بہت کم لکھا جاسکتا کہ حضرت خواجہ صاحب سے ان کی نسبت کس

جو تک گج ہے؟ کیونکہ ان کتب کا کوئی نشان اور سراغ آج نہیں ملتا۔ ایک اور ترجمہ ”تخون الافراد“ کے نام سے پیش کیا جاتا ہے، کہ یہ گج الاسرار کا ترجمہ ہے لیکن اس کتاب کا جو مابین نظر بیان کیا جاتا ہے وہ تاریخی طور پر گج الاسرار نامی کتاب کی اصلیت ہی کو سرے سے منکوک بنا دیتا ہے۔

اس طرح قاری دیمان ”دعوان خوبہ“ جو آپ سے منسوب کیا جاتا ہے، جس میں سو سے اوپر غزلیات اور ہزار سے اوپر ایات ہیں، نامور محقق حافظ محمود شیرانی (لاہور) نے اپنے لاضمانہ مقالہ ”دعوان خوبہ معین الدین چشتی“ میں ثابت کیا ہے کہ یہ دیمان حضرت خوبہ صاحب کا نہیں بلکہ نویں صدی ہجری کے ایک مشہور دہاکمال عالم مولانا معین الدین فرعی ہروی (ہرات افغانستان کی طرف نسبت ہے) کا ہے جو ایک کثیر التصنیف بزرگ تھے۔

حضرت خوبہ صاحب کا شعر و سخن کا فضل فرمانے نہ فرمانے میں بھی اہل قلم کی دوا داء ہیں، ایک طبقہ کے بقول حضرت خوبہ صاحب کا اس میدان میں کچھ بھی گذر نہ تھا اور دوسرا طبقہ آپ کو قادر الکلام شاعر قرار دیتا ہے اور باطنی کیفیت و حرکات میں ڈوبے ہوئے کئی ہزار اشعار کا آپ کو حامل قرار دیتا ہے اور کہتے ہیں کہ دمان کی دستبرد سے آپ کا کلام محفوظ نہ رہ سکا (یہ بات کچھ شعر و ادب نقادوں میں گردش کر رہی ہے)۔

عاشقِ ہر دم فکر و رخ دوست کند	مشتوقِ کرشمہ کرگست کند
ماہرِ دم گزشتہ کیم او لطف و عطا	ہر کس تجھ تکہ لائق دوست کند
اے بھونپی ہر سرتو تانائی	اسے داد و شہاں ز قفا تو بانئی
آئی تو کہ معراج تو بالا تر شود	یک قامت احمدی ر معراج نی

ترجمہ: عاشقِ ہر دم فکر و رخ دوست کند / مشتوقِ کرشمہ کرگست کند

شایانِ شانِ کرشمہ حسنِ ہمارا کی دست چکاتا ہے۔

ہم جرمِ دنا فرمائی کرتے ہیں اور وہ معراجی اور داد و عطا فرماتا ہے ہر ایک اپنی شایانِ شان

چیز کو بھالانا ہے۔

اسے وہ بھی کر انبیاء کے بعد نبوت کا تاج حیر سے سر پہ پہلا گیا اسے وہ بھی کر شاہانِ عالم نے حیر سے جہاد کی گواہی دہرائے پر باج و خراج ادا کیا۔

آپ ہی وہ سنی ہیں کہ جن کی معراج سب پر فوقیت لے گئی، ایک قدم کا مسرت احمدی ہی ہر نبی کی معراج سے زیادہ کر ہے۔

## اہل حق کا تسلسل ہر زمانے میں

اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کے لئے ہر زمانے میں اہل حق کے تسلسل کو برقرار رکھتے ہیں جو دین کے تمام شعبوں، عقائد، مہادات، اخلاقیات، فرائض، شریعت، طہریت کے ہر باب میں خراجوں کو الگ کرتے ہیں، اور صحیح دین کی تعلیمات کو دہا کر فرماتے ہیں اور نہ تو یہ نفس دہا کر بد سے دین اسلام کی اس سے بھی بری گت جاتے جو یہودیوں نے دین موسوی اور عیسائیوں نے دین عیسوی کی بنائی، ایک آدمی قرآن کی ایک آیت کا صحیح تسلیم نہ جانتا ہونہ اس کو قرآن کی احکامات یا اس کے علوم سے کچھ لگاؤ حاصل ہو اور نہ احادیث نبویہ کے پڑھنے سمجھنے کی اس کو کبھی توفیق ہوئی ہو اور نہ دین کے فرض و عین اور ہے کے ضروری احکام و مسائل کا وہ علم رکھتا ہو اور اپنی عملی زندگی اس کی شریعت کے فرض و عین اور ہے کے احکام کی بجا آوری سے بھی خالی ہو اور پھر حتم ہلانے حتم یہ کہ وضع و قلع اور اصل و شاہدیت کے اعتبار سے بھی وہاں فاسق و فاجر ہوا ہے آدمی کو مسلمانوں کی شامت اعمال سے موردِ ثوابی طور پر گمراہی ہاتھ آ جائے اور سادہ لوح مسلمان جہالت اور نااطمینانی کی وجہ سے محض بزرگوں کی اولاد ہونے کی بناء پر اس کے لئے ہر قسم کے تقدس و متحرک کے راگ الاپنے لگیں تو اس سارے کھیل میں مسلمان کی توسلی پلید ہو جائے گی ان جاہل نفس پرست جیروں اور جاہل متقدمین سے جن جن اعمال و انصاف اور اقوال کا مصدر ہو گا وہ کم از کم اسلامی اعمال و احکام تو نہ ہونگے، نہ ان میں بڑے سے بڑے

گناہ ہرزادے میں ہوتے آئے ہیں، آج بھی جو لوگ شمس و شہجان کے غلام بن کر گمراہی کو جہالت پر ترجیح دیتے ہیں تو وہ شوق سے ہمارے کی ان راہوں پر چلیں، لیکن مولو محوس کے ان دھندلوں پر تصوف، طریقت، بزرگوں اور اولیاء اللہ کی محبت کا نام تو نہ کریں۔

تصوف و طریقت کے چاروں مسائل اور اس کے اعمال و اشغال اور مشائخ کے حالات و سوانح تو آج بھی کتابوں میں محفوظ ہیں مگر اپنے اعمال و اشغال اور حرکات کا موازنہ ان معجز بزرگوں کی تعلیمات و ارشادات سے اور اپنی صورت و سیرت، وضع القیام اور عادات اخلاقی کا موازنہ ان بزرگوں کی اعلیٰ بے داغ صورت و سیرت سے کریں، یہ بھی بہت ان نام نہاد نام نہادوں کو ان بزرگوں سے ہے؟

ان بزرگوں کا تو یہ حال تھا کہ فرض و واجب درجے کے احکام تو خیر سب ہی بجاتے ہیں ان سے تو کبھی منع و مستحب عمل بھی چھوٹ جاتا تو بڑا غم کرتے، نبی علیہ السلام کا نام لینا بزرگوں کی عقیدت و محبت کا دم بھرتا تو آسان ہے، عیسائی، یہودی، بلکہ ہندو مت پرست بھی اپنے اپنے عقائد یا ان خداؤں کی محبت کا دم بھرتے ہیں، لیکن جن جانانِ خدا اب کا وہ نام لیتے ہیں ان کی تعلیمات کو دین سے ناچھوڑنے والے بھی بھولنے جاشق اور نام نہاد نام لیا کرتے ہیں، اس طرح نبی علیہ السلام اور بزرگانِ دین کا نام لے لے کر اسلام کی بنیادوں پر تیشہ چلائے، طحال و حرام اور جائزہ ناجائز کے اسلامی مفصل احکام کی بے باک لپیٹ کر طاق لپیٹاں میں رکھ دیا، اسلام میں عیسائیت اور یہودیت کی تاریخ دہرائی ہے۔

الحمد للہ رب العالمین

## شاہانِ وقت کا حضرت خواجہ سے اظہارِ عقیدت

حضرت خواجہ محمد الدین چشتی رحمانی کی روحانی فتوحات کے بعد سلطان محمد اب الدین غوری کی جہادی فتوحات کے نتیجے میں ہندوستان کے اہلِ عرض میں صحیح اسلامی حکومت کی

نیا دار چہی تو سلطان صاحب الدین غوری نے اپنے وقار و غلام، آرمسور و کار سپہی اور چٹا کر  
 جرنیل قطب الدین ایک کو اپنے نائب کی حیثیت سے یہاں کا حاکم مقرر کیا جو سلطان غوری  
 کی شہادت کے بعد اتھاق رائے سے ہندوستان کا سلطان مقرر ہوا، قطب الدین ایک کو  
 حضرت خواجہ کا عقیدت مند قرار دیا گیا ہے، لیکن خواجہ صاحب کے ساتھ ان کی ملاقات سے  
 تاریخ خاموش ہے، اور سلطان ایک کی طرف سے ابھیر کے حاکم میر حسین شنگ سوار تو  
 حضرت خواجہ کے قتل دھماکا دیتے تھے، سلطان ایک کے بعد اس کے چاٹا جرنیل اور  
 وقار غلام سلطان شمس الدین اتھاق سربراہانے سلطنت ہونے، اتھاق بنایت و چٹا کر پیر  
 گار اور پیدار مغل بادشاہ تھے، حضرت خواجہ صاحب کے خلیفہ اعظم خواجہ قطب الدین  
 تختیار کاکی سے مراد وہ عقیدت کا رشتہ تھا اور خواجہ یحییٰ الدین احمد اللہ کی بھی عاقبت تعلیم  
 کرتے اور محبت کا دم بھرتے تھے، خواجہ قطب الدین نے اس بادشاہ وقت کو اپنا خلیفہ و مہار  
 بیت بھی بنایا تھا، حضرت خواجہ یحییٰ الدین بھی اس درویش ملت بادشاہ کو جو ان کے خلیفہ  
 کا خلیفہ تھا، بہت عزیز و محبوب رکھتے تھے، سلطان مصطفیٰ کی پاکیزہ مہارت گزاری اور  
 تقویٰ و طہارت پر خواجہ قطب الدین کی وصیت کا واقعہ شہد عدل ہے کہ خواجہ کاکی نے اپنا  
 جنازہ چھانے کے لئے تقویٰ و طہارت کی چند گزری شرائط مقرر کی تھیں، جنازہ کے وقت  
 جب وہ وصیت نامہ سنایا گیا تو بادشاہ تقویٰ کی ان شرائط کے حامل تھے، پس بادشاہ نے ہی  
 اپنے مرشد خواجہ کاکی کا جنازہ پڑھایا۔

زندہ بر حیدر الملی آمد

پس مقرر رہا پس شای آمد

در شہنشاہی فقیری کرد آمد

آں مسلماناں کو میری کرد آمد

حضرت خواجہ یحییٰ الدین چشتی، خواجہ قطب الدین تختیار کاکی اور سلطان شمس الدین اتھاق  
 تینوں کی وفات کے بعد دیگرے تھوڑے تھوڑے وقفے سے ہوئی، کس کی پہلے ہوئی کس کی  
 بعد میں؟ اس کے حقائق مؤرخین اور تذکرہ نگاروں کے بیانات مختلف ہیں، دونوں مشائخ

کاسالی و وفات عام طور پر ۶۳۳ھ مشہور ہے۔

### حضرت خواجہ کے عقیدت مند سلاطین

یہ تو زندگی میں حضرت خواجہ کا فیض تھا کہ ہندوستان کی حکومت پر درویش صفت سلاطین ظاہر آئے رہے اور اسلام کی روایت پر جاتے رہے۔

غلق راجوں میں ہندوستان کے اولوالعزم سلاطین ایصالِ ثواب کے لئے آپ کے حواہی انوار پر حاضری دینے، عقیدت کا دم بھرتے اور آپ کے وجودِ باجود کو ہندوستان کے لئے سرمایہ فکر سمجھتے رہے۔

چند مشہور سلاطین جن کے آپ کے حواہی پر حاضری دینے اور یہاں قیام کرنے کے لئے کسے تاریخ میں محفوظ ہیں یہ ہیں۔

### سلطان جلال الدین خلجی بادشاہ مالوہ

سلطنت ۱۲۹۰ء کے بادشاہ سلطان جلال الدین خلجی جس کو معاصر ہندو بادشاہوں سے سخت سے سخت سحر کے پیش آئے اور اس نے اسلام کا پرچم سرنگوں نہ کرنے دیا اس نے آپ کے حواہی پر حاضری دی ایصالِ ثواب کیا اور یہاں قیام کرنے کی راہیں ہر گاہ کے قریب سحرِ صندل خانہ اور ہندو روایتی سلطان کی یادگار ہیں۔

### مغل اعظم جلال الدین اکبر

اکبر ہند کی تاریخ میں اپنے خود ساختہ دین الٰہی اور محمدانہ عقائد کی وجہ سے بدنام ہے، لیکن یہ خدائی اور بگڑاس کی زندگی میں بعد کو آج ہندو میں اس کی شانِ زندگی دینی اعتبار سے بھی کامل رنگ تھی، نماز، روزے کا اتمام، حدود اللہ کا احترام اس کی زندگی کا جزو لازم تھا اور خود اپنے زمانہ کے مشہور چشمی جازگ شیخ سلیم چشمی رحمانہ کا مستند ادارت مستحق۔

اکبرال دہلوی شیخ موصوف سے ولادہ کے لئے دعاء کرانے حاضر خدمت ہوا اللہ تعالیٰ نے اول و تربی کی نعمت عطا فرمائی تو شیخ موصوف کا پہلے سے بھی زیادہ عقیدت مند ہو گیا اور شیخ ہی کے نام پر شہزادہ کا نام سلیم رکھا جو بعد میں جہانگیر کے نام سے تاجدار ہند بنا۔

اکبر شہزادہ سلیم کو بیمار سے شفویا کیا کہ کرنا تھا مٹا نہ یہ بھی شیخ موصوف کی نسبت سے ہو (شفویا ہر وہ کام شفویا کہ اسم کے اسی لقب شفوی کی نسبت سے مشہور ہوا اس علاقے میں شہزادہ سلیم کی آمد اور قیام رہا ہے اور یہاں کا برہنہ بتا رہی کی یادگار ہے) شیخ سلیم کی نسبت سے اکبر کو خواجہ معین الدین دہلوی سے بھی نہایت عقیدت ہو گئی تھی وہ کی مرتبہ گروہ سے امیر آج پادشاہ کرنا میں ہے کہ گروہ سے امیر کا پایادہ سطر بھی کیا اگر یہ واقعہ حقیقت ہے تو جوڑ بہت کا اثر ہو گا۔ اکبر نے امیر میں کی تعمیرات کرائیں اور عظیم الشان عمارات بنوائیں، اکبری مسجد بھی اکبر کی انہی یادگاروں میں سے ایک ہے۔ گروہ سے امیر شاہراہ پر پختہ کوٹہ اور چار تعمیر کرائے۔

## جہانگیر کی اجیر میں حاضری

جہانگیر کو اپنے باپ اکبر سے تابع و تحت کے ساتھ ساتھ حضرت غلام سے عقیدت و محبت بھی ورثہ میں ملی، ترک جہانگیری میں انجیر کے حالات و واقعات جہانگیر نے بالتفصیل کچھ ہیں خواجہ کی درگاہ پر ایصالِ ثواب اور اعجازِ عقیدت کے لئے جہانگیر کی بار بار حاضری ہوتی رہی، یہاں کی وہ بڑی دنگوں میں سے ایک جہانگیر ہی کی یادگار ہے (اس دیک میں ساتھ میں قلعہ پکے کی گھاٹس ہے)

## شاہجہاں کی عقیدت مندی

اکبر و جہانگیر کی خواجہ کے ساتھ عقیدت مندی کی روایت کہ جہانگیر کے بچے شہزادہ جہانگیر شاہجہاں بادشاہ بنے بھی یہی خواجہ شہزادوں کی اور بادشاہی دلوں و زانوں میں اس کا گلی بار یہاں آتا ہو۔



## اورنگزیب عالمگیر کی حاضری

اورنگزیب عالمگیر رحمہ اللہ محل تاجداروں میں دینی و دنیوی دونوں لحاظ سے سب سے ممتاز تھا۔ وہ دوست دین و فقر سے ملا لیں، دین محمدی کا رکھوالا اور حدود شرع کا محافظ تھا، حضرت خواجہ کے حوازیہ انوار پر فائق بننے کا ایک سے زیادہ دلیہ اس کا آنا ہوا اور یہاں قیام رات بھی کی ہیں، مندر خانہ کی مسجد بھی سلطان موصوف نے وسیع کرائی اس طرح یہ مسجد عالمگیری کہلائے گی۔

## امیر صیہب اللہ خان شاہ افغانستان کی حاضری

امیر موصوف 1907ء میں درگاہ خواجہ پر فائق بننے حاضر ہوئے تھے۔

## دیگر والیان ریاست کی حاضری

انگریزی دور میں ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی اکثر ہندو مسلم، ہنسی، شیعہ ریاستوں کے والی و حکام بھی یہاں حاضری کی رسم بھالاتے رہے۔

## انگریز حکام کی حاضری

طبق شرائط اور حکام وقت کی اس درگاہ پر حاضری کی روایت اہل تہ امت کی وجہ سے اتنی محکم ہو گئی تھی کہ نظام ہندوستان کے بدیسی سامراجی حکمران بھی اس کو ایک سیاسی فریضہ، مسرت و تسیم کے بغیر نہ رہ سکے، اور مختلف انگریز و انیسرائے یہاں نیاز مندی کا اظہار کرتے ہوئے حاضری دیتے رہے، احمد یں اور محجہ العتیدہ مسلمان سلاطین تو یہاں ایصالِ ثواب اور لکھنات و برکات سے مستفید ہونے کی جائز و مباح غرض سے حاضری دیتے آئے تھے لیکن یہ روایت مدت بہ مدت تک چب چوری رہی تو نیک صالح اور قاسق، قاجار اور مسلم و کافر ہر و شاہ

نے یہاں حاضری کو اپنے سیاسی مذہب اور وسیع الشری کی ناگزیر ضرورت سمجھا ہو سکتا ہے بہت سے نوجوانانہ بھی حاضری دیتے ہوں لیکن اس طرح سیاسی چروں میں مصالغ وقت کا بھی بہت بڑا حصہ ہوتا ہے خصوصاً انگریزی ہندوستان میں بہت سے انگریز دانشورائے اور کلمہ فاضل، دلیہاں ریاست جس اہتمام سے حاضری دیتے رہے اس سے سادہ مسلمان سلاطین کی پرروایت جو عقیدت و محبت کی بنیاد پر چلی تھی اب رسمیت و سیاست کا حصہ بن گئی۔ مشہور دانشورائے ہندو راکرزن نے کسی موقع پر کہا تھا:

”میں نے اپنی زندگی میں دو بزرگ ایسے دیکھے ہیں جو اپنی وفات کے بعد بھی لوگوں پر اس طرح حکومت کرتے ہیں گویا مجلس نہیں ان کے دربار میں موجود ہیں ان میں سے ایک خواجہ شمس الدین انجیری ہیں اور دوسرے شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر ہیں“ (ان کے بار بار نقل کیے گئے ہیں)۔

### خواجہ کے مواعظ و ارشادات

حضرت خواجہ کے سوانح و خطوط آپ کے غنیذ اعظم حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے ”ذیل العارفین“ کے نام سے مرتب فرمائے۔ ذیل العارفین تصوف کی مایہ ناز کتاب شمار ہوتی ہے اس میں خواجہ کا کی دروازہ نے بارہ مجالس کے خطوط جمع کئے ہیں، ہر مجلس میں خواجہ کے عقائد و عقولین اور معاصر مشائخ میں سے جو سربراہ و درو و کامل ذکر حضرات شریک ہوئے، نام نام خواجہ کا کی نے ان کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

مثلاً پہلی مجلس بغداد میں خذ خذی کے مشہور امام ابوالعزیز سرقدی دروازہ کی مسجد میں منعقد ہوئی، اس مجلس میں شیخ الشیخ صاحب الدین عمر وردی، شیخ ابن الدین چشتی اور شیخ واکر کرمانی عیہم المرید جیسے نامور مشائخ شریک تھے۔

اس مجلس میں خواجہ صاحب نے خواجہ قطب الدین کو بیعت فرمایا اور خذ خذ عطا فرمایا جو گاہ چار

ترکی کہلاتا تھا۔ ۱

آخر میں مجلس میں مشائخِ بخت کے اور اوراد و خاکسرخ بیان ہوئے ہیں جو آپ نے غلوہ کا کی کو  
تخلیق فرمائے اس طرح تمام مجلس میں غلوہ نے شریعت و طریقت اور فقہ و تصوف کے جو جو  
نکات ارشاد فرمائے وہ منقول ہیں ایک لفظ میں ارشاد فرمایا

ماحق کا دل آتشِ محبت سے دہکتا رہتا ہے، اس میں جو خیال آتا ہے خاکستر  
ہو جاتا ہے اور آنے والی چیز بھی ہو جاتی ہے کیونکہ آتشِ محبت سے زیادہ کسی اور  
آگ میں تیزی نہیں، یہی ناریوں کے پانی کی آواز سنتے ہوئے کہا شعر ہوتا ہے  
لیکن جب دریا میں پانچا ہے تو خاموش ہو جاتا ہے۔

## وفاتِ حسرتِ آیات

آپ کے سادہ وصال میں اختلاف ہے، اکثر تذکرہ نگاروں نے ۱۳۳۳ گری اور رب  
ذکر کیا ہے (حنبلے الامنیاء، سنوئس الارواح، اخبار الاخبار، سنوئس الارواح میں ہے کہ من  
تذکرہ میں چورب ۱۳۳۳ سن کے دن آپ نے رحلت فرمائی۔  
سرمد قدس دہلی کی روایت سے بھی ۱۳۳۳ھ کا سن ہی ۱۳۳۳ء ہے۔

شہداء و نما چورب بخت برمی

گفت تاریخ و حقیقت سرمد

مرشد مقلدین الدین

محمد امجد علی محمد الدین

۱۳۳۳ھ

اخبار و اخبار میں شیخ محمد الحق محدث دہلوی نے آپ کے تذکرے میں لوگوں کا بیان نقل

۱ چارہ کی کہ وہ جانشین میرزا، آپ چارہ کی کہ وہ فرماتے تھے اس کا قصہ خوب مختصر حدیثی سے خوب لیکن حدیثی  
طریقہ اور کافرین سے حدیثی نے ہونے والے چارہ محدثی شریعہ کو بھی بیان فرمایا ہے کہ آپ نے یہ بیان فرمایا  
میرزا کا کہ چارہ کی چارہ کی کہ وہ فرماتے تھے اس کا قصہ خوب مختصر حدیثی سے خوب لیکن حدیثی  
تذکرہ خوب مختصر ہے کہ وہ فرماتے تھے اس کا قصہ خوب مختصر حدیثی سے خوب لیکن حدیثی  
کہ وہ فرماتے تھے اس کا قصہ خوب مختصر حدیثی سے خوب لیکن حدیثی

فرمایا ہے کہ:

خواجہ امیری کی وفات کے بعد آپ کی بیٹائی پر یہ نقش انجمن ہوا تھا (شائد کوئی لطیف طیر مرئی  
نقش ہو جو اہل بصیرت کو نظر آیا ہو)

”حبیب اللہ مات فی حب اللہ“

ترجمہ: اللہ کا حبیب اللہ کی محبت میں جاں بہا۔

ماخذ: درائع

تذکرہ حضرت خواجہ امیری (عالیہ ہاشمی) شاہزادہ اشعار (شیخ عبدالحق بھٹے  
دہلوی) تاریخ دولت و عزیمت (ایمان علی مدنی، سر اللہ) بزم صوفیہ (صباح  
الدین عبد الرحمن) جنرالیہ خلافت مشرقی (الشیخ می ہار) اسلامی انسائیکلو  
پیڈیا (کام محمد)

گمان آباد ہستی میں یقین مرد مسلمان کا	پیادوں کی قہر تاریک میں تھیل رہائی
مٹا دیو دسری کے استبداد کو جس نے	وہ کیا تھا؟ آواز وہ جیہ نظر پڑ رہی صدق سلیلی

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے دست و بازو کا	لگا ہوا دھوکے سے بدل جاتی ہیں نقشہ بریں
یقین حکم، جس، بجم، محبت، قدر، عالم	جہاز نکالی میں ہیں یہ مردوں کی شیریں

## (باب دوم)

## محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ

## ولادت، نام و نسب اور تعلیم

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی ولادت ۷۷۳ھ میں ایران کے صوبہ گیلان میں ہوئی (گیلان کا عربی تلفظ جیلان ہے اور آپ جیلانی وطن کی نسبت سے ہی کہلاتے ہیں) آپ سادات حسنی تھے، دس واسطوں سے آپ کا خیرا سب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے چلتا ہے ۱۸۰ سال کی عمر میں آپ مر گئے اسلام آباد و پشاور کے لئے، جس اتفاق کیے پر رشید و ہدایت کے لمبی نظام کا قہور کہ اس سال امام غزالی رحمہ اللہ دوسرے کتاب کے سلسلہ دس والے ماہِ مسند رشید و اصلاح کو الوداع کہہ کر، خلقِ خدا سے منہ موڑ کر اور انسانی آبادیوں سے کنارہ کش ہو کر خلافتِ حق اور ایمان و یقین کے حصول کے لئے بلادِ اے سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔

اس طرح ایک جلیل القدر امام سے جب عارضی طور پر دارالسلام بغداد و کربلا ہوا تو دوسرے جلیل القدر مصلح و امام کا جس سے آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے اصلاحِ خلق اور اسلام کی اشاعت و حفاظت کے بڑے کام لینے تھے، بغداد میں دروز مسعود ہوا، بغداد میں آپ پر سے دل و جان سے تحصیل و تکمیلِ علوم میں مصروف ہو گئے، بغداد و علوم و فنون کا گہوارہ اور اسکا سہ کمال کا مشرق تھا، آپ نے یہاں ہر علم و فن کو اس کے باکمال باہرین سے حاصل کیا، اور ان علوم میں رسوخ و تبحر حاصل کیا، نگاہِ باریِ علوم کی تکمیل کے بعد باطنی مقامات طے کرتے ہوئے طریقت و تصوف کی طرف متوجہ ہوئے۔

## تزکیہ باطن اور مستند دعوت و ارشاد پر جلوہ افروزی

شیخ دہلوی اخیر مراد بن مسلم الدہلوی سے سلوک و تصوف اور طریقت و تزکیہ نفس میں اصلاح حاصل کی اور قاضی ابوسعید غزالی سے تکمیل کر کے اہانت و مخالفت حاصل کی، اہل بڑی و باطنی تکمیل کے بعد اصلاح و ارشاد کی طرف متوجہ ہوئے، مستند درس اور مسجد ارشاد دونوں کو ایک وقت زینت بخشی، اپنے شیخ ابوسعید غزالی کے مدرسہ میں تدریس اور خطا کا سلسلہ شروع کیا، بہت جلد لوگوں کا آپ کی مجالس کی طرف رجوع عام ہوا، سارا جملہ آپ کی مجالس و خطبہ و ارشاد پر ٹوٹ چلا، اللہ تعالیٰ نے ایسی وجاہت اور قبولیت کا سرعہ فرمائی کہ بڑے بڑے بادشاہوں کو غیب نہیں ہوئی۔

یہ بھی واضح رہنا چاہئے کہ آپ کے متفقہ بین خصوصاً احکام و حدود و شرع سے جاہل مریدین نے آپ کے کلمات و اکرامات کے متعلق بے حد غلو سے کام لیا ہے، اور بہت سی سبب بنیاد کراہتیں اور واقعات ایسے آپ کی طرف منسوب کئے ہیں، جو نہ آپ سے ثابت ہیں، نہ حد و شرع کے دائرہ میں داخل ہیں، بلکہ توحید، رسالت اور فکر پر جسے بنیادی ارکان اسلام سے لگی متصادم ہیں۔ ۱۔

شیخ عبدالوہاب شعرائی نے طبقات الکبریٰ میں آپ کے حسن اخلاق و عطا و حصول تواضع و کماری، عبادت و ایمان کی نہایت بلند الفاظ میں تحریف و توصیف فرمائی ہے، حافظ طوسی نے ”تذکرۃ الجاہلین“ میں بایں الفاظ آپ کو ادا تحسین دی ہے

”کان مناجاب اللغو صریح المنجۃ دالم الذکر مخیر الفکر مرفیق

۱۔ چنانچہ تاریخ تحریف کے مشہور امام ابی نے اپنے رسالہ ”الغوی صلی اللہ علیہ وسلم حال پر بیان کیا ہے  
قلت: لیس فی کتاب المصنف من لہ اسوال و کلمات اکثر من الشیخ عبد القادر، لکن  
کثیرا ما لا یصح، ولی بعض ذلک لنبیہ مستحیلا، امیر اعلام البلاد ج ۲۰ ص ۵۰ ص ۴۰  
زیر میں کہتا ہیں کہ کثرت حدیثیں کہیں کہیں آپ کے حوالہ و کلمات شیخ عبد القادر دہلوی سے مدونہ  
ہوئی لیکن دشمنوں میں سے کئی کلمات انہیں مدعی ہیں لیکن حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) نے (حدیث ۱۰۰)

المغلوب، داجم البشر، بحریم النفس، مسوی الذی، مغریر الجہنم، شریف  
 الاخلاق، طلب الاخرائی، مع ظلم واسع علی العبادۃ والاحیاء۔  
 قریم: آپ متحاب الدعوات تھے، کوئی جبرت کی بات ہوتی تو جہدی آنکھیں  
 ڈنڈا جاتیں، ذکر و فکر کی دائمی حالت آپ پر طاری رہتی، بڑے نرم دل تھے، بخیرہ  
 چوستانی اور بٹاشہ سے متصف تھے، کریم انیس، فراغ دست، وسیع العلم، بلند  
 اخلاق، عالی نسب تھے، مہم دست در یاخت میں بلند پایہ رکھتے تھے۔

## آپ کی کرامات

آپ کی ذات سے باحق مورخین بہت کثرت سے کرامات صادر ہوئیں، شیخ الاسلام  
 عزالدین بن عبد السلام اور امام ابن تیمیہ رحمہما اللہ دونوں بزرگ یک راہن ہیں کہ شیخ کی  
 کرامات بہت کثرت سے ہیں (اولی صفات اولیاء رب)۔  
 اہت بہت ہی آپ کی طرف منسوب کرامات ظہور پتی ہیں (جیسے کہ ہم پیچھے ذکر کرتے ہیں)۔  
 ہر محسی اور باوری کرامت سے بڑی آپ کی یہ معنوی کرامت تھی کہ آپ اپنے سامعین و  
 ارشادات وغیرہ کے ذریعہ مردود ایمان دلوں کی سہیلی کرتے ہوئے انھیں ایمان و امان  
 صالحہ والی زندگی کی آنگوں سے بھر دیتے اور ایمان و یقین کے جذبے سے سرشار کر دیتے۔  
 اور یہ درحقیقت قیامت نبوت اور درامت رسالت کا بلند تر جہ ہے جس پر ہر زمانے میں خاص  
 نشان کے بزرگ ہی فائز کئے جاتے ہیں۔

یہ عجز بلند جس کوئی کیا ہر جہی کے واسطے دار وین کہیں

یہ بزرگ اصلاح و درشاہ ظلال کے لئے حق درحقیقت بھیجے جاتے ہیں، انسانی نفسیت اور  
 جہنم کے ہر یک ترین گوشوں تک ان کی نظر جاتی ہے اور اپنی سنوں سیرت و اخلاق کو  
 سامنے رکھ کر دینی تائیدات کے بل بوتے پر معالجہ نفس اور تداوی و ادراج و تکوین اور تعلیم

اقوامِ دہل کے ایسے تیر بہدف نسخے کام میں لاتے ہیں کہ دیکھنے ہی دیکھتے زمانے کا رخ بدل جاتا ہے اور سہ شرہ میں سعادتِ مندی اور نیک خلقی پہنچے گئی ہے۔ شیخ نجم الدین، سماق نے ایسے ہی بزرگوں کے مقام کا یہی نقش کھینچا ہے۔

عَلَيْهِمْ بِأَفْوَاهِ الْقُصُوفِ يَنْوُضُهَا بِحُكْمِهِ بَقْلُ الطُّبِّبِ الْمَشْغُوبِ

یعنی جس طرح ایک حافظِ طبیب (ماہرِ علاج) ہر طرح کی بیماریوں اور ان کے اسباب و تباہی کو چھتا ہے اور ہر عمر و مزاج کے مریضوں کا علاج کرتا ہے اور کمزاریں اور فراستِ حقہ کی وجہ سے صرف چروہ و کچہ کر پائیں پر انگلیاں رکھ کر سب کچھ جانتا ہے اسی طرح ملت اور افرادِ ملت کے تمام امراض جدید و وحشت اور ظاہر و خفیہ کا کاغذ بن جاتا اور انسان کی دہلی و قسبی اور روحانی بیماریوں کو محض ایک فراستِ بھری نظر سے جانچ لیتا اور ہر مریض کو اس کی حالت کے مطابق نسخہ دینا یا انہی نسخوں کا مستعمل ہے۔

## آپ کی مجالسِ وعظ، اشاعتِ اسلام کی نرسریاں

آپ کا وجودِ باہر و انخطاب اور روحانی زوال کے اس خاص دور میں چشتیانِ اسلام کے لئے دادِ بہادری تھا۔ جس سے تجھے ہوئے دلوں میں ایمان و یقین کی نئی روح بھونک دی اور عالمِ اسلام میں اسلام اور روحانیت کی ایک نئی لہر دوڑا دی، اور آپ کا فیضِ اسلامیوں سے گزردہ غیر مسلموں کو بھی نہال کر گیا، شیخ عمر کیانی جلا، انھیں میں کہتے ہیں کہ آپ کی مجلس میں بکثرت یہودی و عیسائی اسلام قبول کرتے، اور جرائم پیشہ اور جلا، کہاؤ لوگ تو پہتا عیب ہو کر صانعِ اسلامی زندگی میں داخل ہوتے، اور غاصدِ لامتناہی اور اہل بدعت اپنے عقیدوں کی خرابی اور خلافِ سنت اعمال سے توبہ کرتے۔

شیخ کے ایک معاصر، رنگِ جبلی بیان فرماتے ہیں کہ شیخ نے خود مجھ سے فرمایا کہ میری تنہا دہرائوں کی طرف نکل جانے کی ہے کہ کسی کو مجھ سے اور مجھ کو کسی سے واسطہ اور تعلق نہ رہے



لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا قطع منکور ہے، میرے ہاتھ پر ہزاروں یہود و نصاریٰ مسلمان ہو چکے ہیں، مائیکوں جرائم پیشہ اور مہارافروں پر کر چکے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔

آپ کے تذکرہ نگاروں نے اس طرح کے واقعات بکثرت لکھے ہیں جو بغداد میں علامہ اسلمیں اور ذی کفاری اصلاح اور ایمان کے سلسلے میں پیش آئے، آپ ترکیہ، ملین اور لغوس کے اصلاح میں مشغول رہنے کے ساتھ ساتھ درس و تدریس، افتاء، تصحیح عقائد اور مذہب اہل سنت کی ترویج و اشاعت سے غافل نہ تھے، عقائد اور فقہی مذاہب میں آپ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے طریق پر تھے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے ہاں توحید اور ملت کے احیاء اور اشاعت کا جو خاص اذوق ہے آپ کی ذات سے اس کو بڑی تقویت و تائید حاصل ہوگی اور اس کے مقابلے میں اعتقادی، عملی بدعات کے حوالہ سے مٹنے چلے گئے۔

### شیخ کا عہد اور مسلم معاشرے کا اندرونی بگاڑ

فتح ۳۸۸ھ میں بغداد تحریف لائے اور ہر مرتے دم تک یہیں رہے آپ کا یہ عہد ستر سال سے زیادہ عرصے پر مشتمل ہے اس عہد کے زمانے میں مرکز ملت بغداد میں بالخصوص اور ہرے عالم اسلام میں بالخصوص بکثرت اختلافات اور تاریخی واقعات پیش آئے، اس عرصے میں کچے بعد دیگرے پانچ عربی خلفاء کا عروج و زوال پیش آنے لگا۔

فتح کی آمد کے وقت خلیفہ مستعمر باللہ تخت خلافت پر متمکن تھے (متوفی ۵۱۲ھ) اس کے بعد بالترتیب مسز شد باللہ، راشد باللہ، المستعفی لاسرائیل اور مستعبد باللہ خلیفہ ہوئے یہ زمانہ کلمہ حقوں کے اگلی عروج کا عہد ہے جنہوں نے اپنا اذکار سے عالم اسلام میں بجایا کا شرف سے لے کر تشکیف کی وجہ اوروں تک اپنا سکہ چلایا، بغداد عرصہ تک ان کی ترکاریوں کی زد میں رہا اور عباسی خلافت کو انہوں نے اپنا تازی رنگیں دکھایا، فتح کے زمانے میں سلجوقی سلاطین اور عباسی خلفاء کی باہمی کشمکش عروج پر تھی۔

کئی دفعہ سلطان غنیمت اور غنیف کی فوجوں میں معرکہ آرائی و ٹخمر آرائی بھی ہوتی رہی اس طرح مسلمان محض اقتدار کے حصول اور حجبِ چادری کی خاطر آپس میں جبر و باغی ایک دوسرے کا خون بہاتے رہے۔ مسز شد جو عباسیہ کاسب سے طاقتور، عرصہ مند اور شجاع ظیفہ تھا اور سلجوقیوں کے ساتھ اکثر معرکوں میں بھی شجاعت مند ہوا، ۵۱۹ھ میں سلطان غنیمت اور غنیف کے ہاتھوں اسے شکست فاش ہوئی اور یہ قید کر لیا گیا، یہ ظیفہ خاص وہ مہم سب کی نگاہوں میں انا محبوب و مقبول تھا کہ ظیفہ کے غم اور مصیبت نے ساری قوم کو حقدار کر دیا، بغداد اور عالم اسلام کے دوسرے شہر مولیٰ انگار اور عوامی احتجاج کی زد میں آ گئے بغداد میں لوگوں نے جہت تک میں شریک ہونا چھوڑ دیا، مساجد و مہمان خانوں میں سرور سے روپوشا ہمارا کر نوہ کرتی ہوئی نکل کھڑی ہوئیں ان حالات سے سلجوقی سلطان تجرورد ویرانہ نام ہوا (ابن کثیر)۔

اس سیاسی انگار کے جہوں میں دینی و اخلاقی اصول و بھی زوروں پر تھا جس کا بڑا اثر کراستحق خلافت بغدادی تھا اور پھر سے عالم اسلام میں ایک مولیٰ دینی و دال سلطاب جہ کی طرح بدستار چلا آ رہا تھا اس کے علاوہ طرہ فاسد اور تصوف و احترام کا لہر دو اوڑھے ہوئے زنا و حق اور باغیہ و درافض و غیر فرق پہلا اور نام تھا اور باری علم و روش بقیات نے بغداد اور دوسرے اہم اسلامی شہروں میں اور دم چارک تھا۔ یہ حالات بد کچھ کچھ کر شیخ کی کراہی میں اضافہ ہوتا تھا اور مصیبت اسلامی، غیرت دینی اور نصرت حق کا جوش شیخ کے سینہ میں اٹھتا تھا۔

زور و زین، مصیبت و انہ و اورا دلہا خست بکر کا کباب اند

## کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں؟

یہ کبھی احساس اور درد دین کی لمبیں جب ضبط و تحمل کے بندھن تو ذکر شیخ کے مواضع و خطبات میں آتا غمی تو حقائق اور درد و محبت کے دریا بہہ جاتے اور شیخ کی زبان کا ایک ایک لفظ ہجرت کا تار و نہن کر کا مضرین و سامعین کے دلوں پر چڑتا شیخ کے مواضع و مقالات جو آج بھی

”لؤلؤ العیوب“ کو ”الفتح الربانی“ کے قصبہ مجموعوں میں محفوظ ہیں جن میں دالوں کے دلوں میں ایمان کی حرارت اور درو کی تک پیدا کر دیتے ہیں اور بعض خاص حرا جوں کے لئے قویہ شعلہ اللہ کی حیثیت رکھتے ہیں جو جو لوگ خود ان جہاں میں شریک ہوتے تھے شیخ کے یہ صفا جو اکثر سے بڑھ کر تاثیر رکھتے تھے اس پر کہا اثر دکھاتے ہوں گے؟ ۱۔

### مواظف کے کچھ نمونے

”جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی روچاریں پھر پے کر دی ہیں اور اس کی بنیاد کھری جاتی ہے اسے ہاشمہ کان زمین آ آ کر گر گیا ہے اس کو مضبوط کر دیں اور جو اسے گیا ہے اس کو درست کر دیں یہ چیز ایک سے چوری نہیں ہوتی سب ہی کامل کر کام کرنا چاہیے۔ اے ساری ماہے جاندار اور اسے دن تم سب آ آ“ (طبقات الفتح الربانی)

ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہوتا ہے

”اسلام دروہا ہے اور ان فاسقوں، بدعتیوں، مگراہوں، مکر کے پزے پہننے والوں اور انکی باتوں کا دعویٰ کرنے والوں سے جو ان میں موجود نہیں اپنے سر کوٹھ سے ہونے فریاد کر رہا ہے اپنے سے پہلوں اور موجود لوگوں کی طرف غور کرو کہ امر دینی بھی کرتے تھے اور رکھتے پیچھے بھی تھے تاکہ اس دنیا سے گزر کر ایسے ہو گئے گود بھی تھے ہی نہیں، حیران دل کس قدر سخت ہے، کتنا بھی دکھار کرنے اور کتنی اور سویش کی حفاظت کرنے میں اپنے ملک کی خیر خواہی کرتا ہے اور اسے دیکھ کر خوشی کا

۱۔ شیخ کے علاوہ دیگر جہاں موجود تھے ان میں اسلام بھی تھے، مشرق، مغرب، وسط، شمال، جنوب، ہر جہاں اور ہر صوفی عالمین جہاں اسلام میں سب نے صحت و بہت کی ایک سے بڑھ کر ایک خاص قسم کی جو کہانی کا کارنامہ ہی اسلوب ہے جو زمانے کے اعلیٰ کی کہیں جگہات کے انھوں ہی شریک اور دعا ہے جو زمانے نے اپنے سامنے دیا ہے سب کی صفوں کو ہم سلام کرتے ہیں۔ آمین

تجربہ راجل کود کے ساتھ کرتا ہے، حالانکہ وہ اسے شام کو صرف چند نوا لے کر باقی  
دن ہے اور تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی قسم قسم کی نعمتیں ظلم پر ہو کر کھاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کو  
جو یہ نعمتیں دیکھ کر تجھ سے قصود ہے اس کو تو پورا نہیں کرتا اس کا حکم رد کرتا ہے اور اس  
کی حدود و شریعت کی حماقت نہیں کرتا" (ذیل ص ۱۸۱)

دنیا پرست علم فروشوں اور فلسفے کے غلام گوی نیشیوں و فرقہ پرستوں پر چل جانے پر مانتے  
ہیں

"اے علم و عمل میں خیریت کرنے والو! تم کو ان سے کیا نسبت؟ اے اللہ اور اس  
کے رسول کے دشمنو! اے مفلح خدا کے ڈاکو!؟ تم کئے علم و عاقل میں آلود ہو یہ  
غفاق کب تک رہے گا اے مائلو! اور اے صوفیو! و لکھو! شاہان و سلاطین کیسے  
کب تک منافق بنے رہو گے کہ ان سے دنیا کا زرد مال اور شہوات و لذات لیتے  
رہو" (ذیل ص ۱۸۱)

ایک مجلس میں فرید خاں کی ہوں تعلیم دیتے ہیں۔

"اس پر نظر رکھو جو تم پر نظر رکھتا ہے اس کے سامنے رہو جو تمہارے سامنے رہتا ہے  
اس سے محبت کرو جو تم سے محبت کرتا ہے اس کی بات مانو جو تم کو جانتا ہے اپنا ہاتھ  
اسے دو جو تمہیں سنبھاتا ہے دو تمہیں جہل کی تاریکیوں سے نکال لے گا اور  
بد کنوں سے بچالے گا کب تک ماسوائے حق سے وابستہ رہو گے؟ اس اللہ کو  
چھوڑ کر جو ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور مٹانے والا ہے اہل ہے آخرے ظاہر  
ہے باطن ہے دونوں کی محبت دونوں کا اطمینان، گرائیوں سے خلاصی، بے تشویش و  
احسان ان سب کا رجوع اسی کی طرف ہے اس کی طرف سے ان کا صدور  
ہے" (ذیل ص ۱۸۱)

ایک اور مجلس میں فرماتے ہیں:

”ساری مخلوق عاجز ہے، اللہ کوئی قہر کو فتح پہنچا سکتا ہے نہ نقصان دہ، خدا تعالیٰ یہ  
ان کے ہاتھوں کر ادیتا ہے اس کا فضل تیرے اندر اور ساری مخلوقات کے اندر  
تصرف فرماتا ہے جو کچھ تیرے لئے مفید ہے یا مضر ہے اس کے متعلق اللہ کے علم  
میں ظلم بل بکا ہے اس کے خلاف نہیں ہو سکتا، جو مسود اور نیکو کار ہیں وہ اپنی مخلوق  
پر اللہ کی محبت ہیں بہارِ ربی ہے جس نے اپنے قلب کو ماسوائے اللہ  
سے پاک بنایا اور قلب کے دروازے پر توحید کی تھوڑی شریعت کی شمشیر لے کر  
کھڑا ہو گیا کہ مخلوقات میں کسی کو بھی اس کے اندر داخل نہیں ہونے دیتا اور اپنے  
قلب کو قلبِ اقلوب سے وابستہ کرتا ہے، شریعت اس کے طے ہو کر تہذیب سکھاتی  
ہے اور توحید معرفتِ ہائیں کو صہب ہائی ہے“ (جامعہ، ص ۱۰۰)

## کتاب غنیۃ الطالبین

حضرت شیخ نے تصنیف تالیف کی راہ سے جو خدمت دین فرمائی اس سلسلے کی اہم کڑی غنیۃ  
الطالبین (غنیۃ الطالبی طریق الحق) آپ کی معروف تصنیف ہے۔ ۱  
شیخ چونکہ فقہی مذہب میں ضلعی تھے اس لئے احکام فقہ ضلعی کے مطابق تحریر فرمائے ہیں، دینی  
اسلامی آداب بھی بہت اچھا انداز میں جمع فرمائے ہیں۔

اس کتاب کا گراں پس منظر میں جائزہ لیا جائے جو پانچویں اور چھٹی صدی میں حالات تھے  
تو اس کی کج کیفیت واضح ہوتی ہے۔

اس وقت اصحابِ بدولت و متاع و مہلک و خلافت، باطنی و زنا و فسادِ دھرمین نے اسلام پر مطلقِ حرم  
کرتے ہوئے اسے از حجبِ اطفال بنایا ہوا تھا اور امت کو یہ طے حبیب بھول بھلیوں کی طرف

۱۔ اہلِ مذہب کے چہرے بھی مذہب میں توحید و توحید کے ساتھ میں ضلعی مذہب، وہاں سے توحید کیم  
شہر ہوتا ہے جسکی طرف کی قسم لیتی ہے کہ یہ ضلعی مذہب حق مذہب کے نام پر ہے مگر میں وہاں سے توحید کا نام دہا کریم  
ہے اور ہے کہ کتاب ”غنیۃ الطالبین“ کا شیخ کی تصنیف ہے جس میں اصل میں علم کا انکشاف بھی رہا ہے۔

لے جا رہے تھے اس وقت اللہ تعالیٰ نے امت اور ان کے دین کی حفاظت اور اسلام کی نصرت کے لئے جن قدر ہی استیوں کو لاکھڑا کیا ان میں جہاں ایک طرف امام غزالی کا بہت بڑا کام ہے کہ فلسفہ و متوفی و کلامی مباحث کے دھاروں کے آگے بند باندھنے کا کام سر انہوں نے سرانجام دیا تو اس دور میں صوفی دینی کے گرد میں شیخ کی تہذیبی شان کی حامل خدات ہیں، شیخ کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ آپ نے خانقاہی سلسلہ قائم فرمایا کہ مسلمانوں میں نئی روح زندگی، نیا نظم و ضبط اور نئے سرے سے ایمانی شوق و دہول اور حرکت و عمل پیدا کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ کے طریقہ پر ایمان و عمل اور اجماع شریعت کے لئے بیعت لے کر ان کی سہانہ عظمت والی زندگیوں کا سدا نقش ہی بدل دیا، جدل و مناظرہ، کلامی مباحث اور قیل و قال سے دینی اسلام کو بیدار ہو سکا تھا لیکن قلب کی بھیجی ہوئی آگیشیں میں کوئی حرارت اور سوز و جوش تو نہ نمود سے دجوت والے طریقے کی محنت سے، قلب میں صحت و ایمانی کا شطر روشن کر کے اس سلسلے سے دوسروں کے پیچھے رہنے سے ہی آسکا تھا، یہی وہ امتیاز ہے جو حضرات صوفیاء کرام کو متفکین اور دوسرے علماء و ظاہر پر حاصل رہا ہے، امام غزالی نے فلسفہ و کلام سے لے کر مراقبات و اشتغالِ قلب کے اپنے دینی و روحانی سفر کی روئیدار اپنی کتاب "المکاشفۃ من العیال" میں بیان فرمائی ہے، اس میں یہی نکتہ اظہار ہے کہ کلامی و فلسفیانہ مباحث عقل کو ساکت و لا جواب تو کر سکتے ہیں لیکن بشرح صدر اور اطمینان کلی اس راہ سے حاصل ہونا اعتنائی کا رہے اس بنیاس نے غزالی کو کلامیہ کی سدا ارشاد سے اللہ کریمانوں کی خاک چھاننے اور حقیقت و معرفت و محبت کا راز پانے کے لئے سرگرداں کیا اور صوفیاء کے طریقے کا شہد اٹھایا۔

بہر حال شیخ نے اس خانقاہی راہ سے تزکیہ کے ذریعہ دہال کا رچا کر کے دین کے دایمیں اور نفوس و اخلاق کے سرپیوں کی ایک بڑی جماعت تیار کی، آپ کے بعد آپ کے باصدق و معتدلفاء اور متفکین نے تمام سماج اسلام میں دہمت الی اللہ اور تہذیب ایمان کا یہ سلسلہ

چہاری رنگہاں طرح سلسلہ قادریہ کے نام سے تصوف کے مشہور سہائل میں ایک مستقل جدید سلسلہ وجود میں آیا اور عرب و عجم میں عراق، یمن، دیر، صغیر پاک و ہند، چاد، سارا (انڈونیشیا) اور افریقہ میں لاکھوں لوگوں کی ہدایت اور اصلاح و تربیت کا یہ سلسلہ گہوارہ بنا۔

## وفات حسرت آیات

زمانہ دراز تک عالم اسلام کو اپنے کمالات، عظیمی و باطنی سے مستفید کر کے مسلمانوں میں رجوع الی اللہ اور روحانیت کا عمومی ذوق پیدا کر کے لاکھوں میں ۱۰۰ سال کی عمر میں پہنچنے والی۔

آپ کی وفات کے وقت کے حالات و کیفیات آپ کی سوانح میں مکتوب ہیں اسی طرح تحصیل علوم و اخذ لہجہ باطن کے زمانے میں آپ کے کجادات و ریاضیات جن سے گزرنا کالمین ہی کے دل کردہ کی بات ہے یہ سب بھی تاریخ میں مذکور ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اَنْصُرْ مَنْ تَصَرَّفَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ وَاَنْجِلْهُمْ  
وَاَخْلُفْ مَنْ خَلَفَ مِنْ مُحَمَّدٍ ﷺ وَلَا تَجْعَلْ اَبْنَهُمْ

جب اس افکار خاکی میں آتا ہے نہیں پیدا  
تو کر لیتا ہے یہ بال و پے روح الامیں پیدا

خدا نے علم جل کا وسیع قدرت تو مزاں تو ہے  
نہیں پیدا کرے غافل! کہ مظلوم کہاں تو ہے





سال کی عمر میں وفات پائی، سلطان نور الدین زنگی اور اس کے لائق جانشین اور اسام کے نامور سپہ سالار بیت المقدس سلطان صلاح الدین ایوبی اور ان کی فرنگی مسیحوں کے ساتھ تمام سرکردہ رانجوں کا زخم بھی لگی ہے، سلطان زنگی کی وفات ۵۲۹ھ میں اور سلطان صلاح الدین ایوبی کی وفات ۵۸۹ھ میں ہوئی اور بیت المقدس نوے سال تک مسیحوں کے قبضے میں رہنے کے بعد ۵۸۳ھ میں سلطان صلاح الدین کے ہاتھوں اسی عہد میں آزاد ہوا اور مسلسل آہستہ مسلمہ کی زمین نیاز سے نامور ہوا تا آنکہ دسویں صدی عیسوی کے وسط میں سقوط خلافت ترکی کے بعد یہ دولت و بادشاہت مسلمہ سے چھین گئی اور آج مسجد اقصیٰ اپنی بانی و بانی کے لئے بھر کسی صلاح الدین ایوبی کی دعا تک رہی ہے۔

چنگیز خان (۵۳۹ھ تا ۶۲۳ھ) کا ظہور اور تاریخوں کا بظاہر اسلام پر غارت خانہ کا ذریعہ آشوب بھی لگتا ہے، تمام ترکستان اور خراسان اٹلی گنجان اسلامی آبادیوں، سلطنتوں، ریاستوں، دلاؤں اور بیٹنگوں سال میں پڑاؤں چھٹی ہوئی آفاقی تہذیب و تمدن اور گہوارہ ہونے صوم و خون اور لاکھوں چاند روزگار و پاکدل علماء و دانشوروں سمیت اس پہلے سیدہ دینی دینے میں غرقاب ہو گیا (۱۲۱۲ء) کا دوسرا سیدہ دینی دینا کو خان کی سرکردگی میں ۶۵۶ھ میں بغداد کے مرکز خلافت کو لگی بھالے کیا اس طرح تاریخوں کے ہاتھوں خلافت شرقی کا خاتمہ ہو گیا۔

فاطمیہ مصر کی ہجرت باطنی سلطنت کا ۲۷۲ سال تک کردار دکھا کر ۵۷۶ھ میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں خاتمہ اور مصر میں ایوبی سلطنت کی بناء بھی اسی عہد کی تاریخ کا حصہ ہیں، فریضہ یہ پورا عہد جو کم بیش ایک صدی پر مشتمل ہے، عالم اسلام میں بڑے بڑے انقلابات و حوادث سے بھرا ہے۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ آپ کے حلقہ ارادت میں

بکلی شیراز شیخ مصلح الدین سعدی علیہ الرحمہ جیسے نکتہ کام محبت بھی شیخ شہاب الدین سہروردی



کمال آپ کو حاصل ہوا اور پیشوائی کے جس اونچے مقام پر آپ قائم ہوئے اس تک پہنچنے میں فقہ و شریعت، دین کے دونوں دھاروں اور ہدایت کے ان دونوں شعبوں کے حامل اور جامع ہونے کو خاص دخل ہے اور یہی جامعیت کی شان سلف صالحین کا طرہ امتیاز تھا۔ غیر القرون کے تینوں ادوار جو اس امت کے افضل ترین اور مبارک ترین زمانے ہیں ان زمانوں میں ابھی علوم و فنون اور مختلف دینی علمی و ملی شعبوں کی تقسیم اس انداز سے نہیں ہوئی تھی جس طرح بتدریج بعد کے زمانوں میں ہوئی مگر ان زمانوں میں اعلیٰ علم میں جامعیت کی شان عام تھی اور کاسطیت کا وصف تام تھا۔ بعد کے ادوار میں تقسیم کاری کی مصلحت کہہ لیجئے پھر ابھی اس سب جو وجود میں آئے اس سے یہ جامعیت کا وصف بتدریج کمزور پڑتا گیا۔ انت سب سے نظریات اور طرح طرح کی کمریہاں ظاہر ہونے لگیں، باطل و بد عمل لوگ مختلف نفسانی و دنیوی اغراض کے حصول کے لئے علم و کمال کے دعویدار ہونے لگے، اپنی چپ و دستی اور میوہی سے مختلف وزراء و امراء کو اپنا گردیدہ بنا کر دولت و حکومت کے زور پر کسی بد ملی یا بد عقیدگی کو رواج دیتے اور اپنی بیادنی بناتے اس طرح امت میں طرح طرح کے اشتقاق و افتراق کے راستے کھلتے، تاریخ کے صفحات پر محتارین کے رونے کے بہت سے اہل کمال قطارِ جمال اور علم و ہدایت کے ذوال کار و بار دے نظر آتے ہیں۔

یاد اعنی الاسلام قلم و انبع      فلذال غرغراً و یذا شکرأ ۱

پہلے ادوار میں قریہ تھا کہ جو علوم نبوت کے پڑ جانے والے استاد تھے وہی شیخ تھے، اور جوشیخ و مرشد تھے وہی استاد بھی تھے، مسند درس پہ جلوہ افروز ہونے والے وہی تھے جو تہائی اور طلوت کے شب و رعدہ دار تھے، لیکن بعد کے زمانوں میں اعلیٰ علم میں جامعیت کی یہ شان محدود ہوئی مگر اب خال خال اس شان کے لوگ نظر آتے ہیں، ۱۔ **یَا عَلِیُّمَ الْکُتُبِ وَالْحِکْمَةِ وَکُلِّ شَیْءٍ** کے پھر سے نور نبوت کے حامل و وارث ہوں اور زعموی خطایہ غبی مگر مسند درس

۱۔ یہ سلام کا نور کہہ دینا اور خود کو نور کہیں ہو جاتا کہ صرف وہی اس حالت میں رہے اور باطل صحرے میں رہا تو اس حالت میں رہا ہو گا۔



اور دوسری طرف بعض علمائے ظاہر کا تصوف اور صوفیاء کے سلسلے میں جو رد یہ رد ہوا انہی نام لہا اور جاہل صوفیوں کی کارستانیوں پر رد عمل تھا جو لباسِ فخر میں رہ جاتی کرتے تھے مولیٰ ہارم نے ان کو ملہا جو فرشتوں سے سا لگس رہا کو یوں خبردار کیا ہے۔

اے بے ایمان آدمی! آہستہ آہستہ  
تجسس کا مطلب یہ جاننا قبول یہ ہے۔

وہابیوں میں رہنا ہے تو بچکان پیدا کر  
لباسِ فخر میں ہزاروں درجن بکرتے ہیں

شیخ شہاب نے حدیثِ بخاری، تصوف اور روحِ وارثانہ کی تعلیم اپنے مرشد (اور بچا بھی) حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی سے حاصل کی، حدیث کی سماعت آپ نے مزید بھی کی، محدثین سے کی، علمِ ادب اور دیگر علومِ عظیم میں بھی دستکار رکھتے تھے طریقت میں اپنے بچا کے علاوہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ، شیخ ابو محمد ابن عبدالرحیم دیکر مشائخ سے بھی فیض واپس ہوئے، تجلیلِ سلوک اور تحصیلِ مقامات کے بعد شیخ نے اپنی مجلسِ دعا وارشاد جاری فرمائی اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان و بیان میں انکی عطاات اور صحبت و کھاست میں انکی کشش و جاذبیت عطا فرمائی تھی کہ خلقِ خدا آپ کی مجلسِ دعا پر ٹوٹی پڑتی تھی، مقبولیت اللہ تعالیٰ نے انکی عطا فرمائی تھی کہ عرصہ میں ابتداء و بعداً جیسے سرچشمہ علوم و ہدایت میں جہاں ایک سے بڑا ایک علم و معرفت کا شمار موجود تھا آپ شیخ الشیوخ (سراجِ علماء و اولیاء) میں کر اہم رہے، اور یہ لقب بھر مستقل آپ کے نام کا حصہ قرار پایا، زہد و شرف۔

## خلفاء و مجازین

ابتداء جیسے سر کو اسلام میں شیخ الشیوخ ہونے کے مقام پر قاعدہ شخصیت جو تصوف کے ایک مستقل سلسلہ کے بانی قرار پائے ان کے مریدین و حواریین اور مجازین کی جو کثرت ہو سکتی ہے وہ ظاہر ہے، آپ کے ممتاز دوسرے آراء و خلفاء میں سے جن کے حالات تاریخ میں محفوظ

یہ نمایاں ترین استیاں ہیں۔

- (۱) شیخ بہاء الدین ذکر الہی، ان ہی کے ذریعہ سہروردی سلسلہ برصغیر پاک و ہند میں پھیلا۔ (۲) قاضی حمید الدین ناگوری (۳) شیخ جلال الدین ترمذی رحمہ اللہ۔

مؤرخانہ کرداروں پر رگ بہارستان شریف لائے، لیکن یہاں چشتیہ بزرگوں کی کشش نے انہیں اپنی طرف کھینچ لیا اور پھر یہاں کے رہے۔

چنانچہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمہ اللہ کا نام تو شیخ صغین الدین چشتی رحمہ اللہ کے عطا میں سرگرمی آتا ہے۔ شیخ جلال الدین ترمذی رحمہ اللہ کا فیض بنگال میں پھیلا، اس طرح کشمیر میں شاعری اسلام کا سراغ جن بزرگوں کے سر ہے ان میں دو نمایاں ترین نام، میر کبر سیدی ہمدانی اور ان کے صاحبزادے میر محمد ہمدانی ہیں یہ دونوں سہروردیہ سلسلہ کی شاخ کبریاہ سے تعلق رکھتے تھے۔

## شیخ کی سیاسی خدمات

پانچویں خان کی تاتاری پٹھان سے، جو پہلے جب عباسی خلیفہ ناصر الدین نے اور سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی آپس میں عداوت اور دشمنی زوروں پر تھی اور سلطان خوارزم اپنی طاقت و طاقت کے نئے میں بدست ہو کر عباسی خلافت پر چڑھائی کر کے مرکز خلافت ختم کرنے کے منصوبے بنا رہا تھا، اس وقت خلیفہ ناصر نے است کو اس انتشار اور فتنے سے بچانے کے لئے اپنی طرف سے مسیح کے لئے جو خیر کمال دے خوارزم شاہ کے پاس بھیجا تھا، اس وفد میں سربراہ و درود شخصیت شیخ شہاب الدین تھے، شیخ نے دہسوری کے ساتھ خوارزم شاہ کو کھایا لیکن اس کے سر پر خون مبارک وہ شیخ سے گستاخی کا بھی مرکب ہوا، اس کے بعد خوارزم شاہ سے مزید وہ تارکھیاں سرزد ہوئیں جنہوں نے تاتاری درندوں کے لئے عالم اسلام پر پٹھان کرنے کا راستہ

صاف کر دیا، اور تائیدی دے لے کی لپیٹ میں سب سے پہلے خوارزم شاہی سلطنت ہی آئی تھی، تاہم عربوں نے ہمیں ہر سب سے پہلے آگ اور خون کے دریا بہائے تھے، مگر ہمیں نے لکھا ہے کہ شیخ شہاب نے خوارزم شاہ کے منہ بھرا ہلا سٹوک اور طرز عمل کی وجہ سے اسے جدا مانگی دی تھی۔ ۔

چوں کچھ از قوم بیدار گشتی کرو نہ کہدا عزت و دانت صدرا ل

### شیخ الشیوخ کا نامور بھانجا

مشہور مصنف دل قاری شاعر عراقی شیخ الشیوخ کے بھانجے تھے، ان کا تذکرہ مورا، ناہاتی نے کثرت آئین میں کیا ہے، عراقی سر دیانت کرتے کرتے مکان پہنچے تو یہاں شیخ الشیوخ کے خلیفہ اعظم شیخ ابوالدین نے درپاکی صحبت تہذیب نے انہیں نکال کر کے گھاس کر دیا۔ ۔

سورے کے نئے بازار گئے ہم ہاتھ اس کے بکے جس کے فریاد گئے ام عراقی اس واردات باطنی کا حال یوں سناتے ہیں

"بر مثال جتنا نہیں کرتا میں کھو شیخ مرا جذب کد و عقیدہ خواہد کرد و از میں ہا زور تہذیب اندر ملت۔"

شیخ ابوالدین نے اپنی بیٹی عراقی سے عیاد کی تھی اور ان کی چوری طرح خاطر داری کی۔ عراقی نے مکان میں کافی عرصہ گزارا اور شیخ کی خانہ گاہ میں چلے گئی تھی، عالم وہود میں عراقی نے وہاں وہ مشہور مظلوم کام کیا، جس نے شیخ پر وہود اور بے خودی کی کیفیت طاری کر دی تھی، اس مظلوم کام کے بعد اشد رنج و غم۔ ۔

یوں ہم ہر کہا رنج و غم است ہم بردند و محنتش نام کردند  
چرخہ کردند راز خویش گن گاش عراقی راجعہ نام کردند

۱۔ غصہ و ہرج و مرج کا ایک فرد کا گن کا سرکب ہوتا ہے تو اس کی ہر ساری قوم کا بھگت چاہتی ہے نہ کہ بھولنے کی عزت دیتی، حق ہے نہ جھوٹ۔

## شیخ اشيوخ کی تالیفات علمیہ

اساتیس پاشاہ قادری نے ”ہدیۃ المعارفین“ میں جس کو کشف المظہون (مخاکاتہ علی) کا محمد سمجھتا ہے، آپ کی درج ذیل تالیفات کا ذکر کیا ہے۔ عوارف المعارف فی التصوف (یہ شیخ کی تصوف پر مشہور و نہ تصنیف ہے بلکہ شاہ المریدین، الامام الاربعوں، الامام اہدی، مجدد الہام، درسلۃ المسیر والقیام، رسالہ فی السلوک، المرقب المشرقی، المشرقی، المصباح الایمانیہ، کشف المظہون، المیزان، (یہ منطق برہانی کی تالیف میں ہے) عقیدہ آداب اقلی (ہدیۃ المارجلین ص ۳۵)

عوارف المعارف تصوف میں بڑے پائے کی کتاب ہے ۱۶۳ ابواب پر مشتمل ہے جس میں صوفیاء کے تفصیلی احوال اور سلوک کے احوال و اشغال کا ذکر ہے، عوارف پر نویں صدی ہجری کے تدریج کار نامہ میر سید شریف جرجانی درمنا اللہ کی تالیفات ہیں اور بعض دیگر علماء نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے، اور دوسرے بھی عام ملتا ہے (کشف المصنوع ص ۵۷۱)

## عوارف المعارف کا تعارف

شیخ شہاب رحمۃ شریعت و تصوف دلوں میں اچھے مرتبہ پر قائم تھے، تصوف میں مستقل سلسلہ کے دانی اور بعد کے مشائخ و صوفیاء کے لئے سند اور معیار تھے آپ کے علوم و معارف اور باطنی کمالات کا نایاب گنجینہ اور بے مثال نمونہ چونکہ تصوف میں آپ کی معرکہ فائزہ کتاب عوارف المعارف ہے، عوارف المعارف کا اجمال تعارف ملاحظہ ہو

صوفیاء کے علوم، آداب، مقامات، مکاشفات، مجاہدات اور مشاہدات کا وسیع ذخیرہ ہے، پوری کتاب تریخہ ابواب پر مشتمل ہے ہر باب میں شریعت و طریقت اس طرح ہم آغوش ہیں کہ ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا تمام صوفیاء احوال و اشغال کو قرآن، حدیث اور سلف کے آثار کے استناد و احتشاد کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور اس راہ کے درجنوں اور





## (باب چہارم)

## خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمہ اللہ

## مختصر تعارف

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ تصوف کے چار مشہور سلسلوں میں سے ایک ہے، یہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے۔ خواجہ بہاء الدین آٹھویں صدی ہجری (۱۲۸ھ) ۹۱۵ء کے برزخ میں حضرت خواجہ سے پہلے یہ سلسلہ خواجان کہلاتا تھا، حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند اور آپ سے پہلے کے مشائخ و سنی ایشیا (ازبکستان) کے تھے، حضرت خواجہ کا مزار آج بھی ازبکستان میں بخارا کے مضافات میں قصر عارلاں کے مقام پر مربع خلافت ہے، اسی طرح آپ کے شیخ خواجہ سید امیر کمال اور اہل کی پشتوں تک اس سلسلہ کے دیگر مشائخ بھی اسی خاک شریفہ و عمارا سے اٹھے تھے اور وہیں آرام فرما چیں، حضرت خواجہ تصوف اور ریاضت اور باطنی اصلاح کے میدان میں مجتہد اور امام وقت تھے۔

آپ نے اس سلسلہ میں سنت کی اتباع اور شریعت کی پیروی کا نقش اور زیادہ گہرا کر دیا، اور اس سلسلہ کوئی زعمی بخشش اس لئے آگے بٹل کر یہ آپ کے اسم گرامی سے ہی موسوم ہو گیا، آپ نے اس سلسلہ کے اختلاف و معمولات میں جو حرید اصطلاحات قائم فرمائیں ان میں تین اہم یہ ہیں

(۱) تہذیب زانی (۲) تہذیب فکری (۳) تہذیب عدوی۔

جن کا حاصل غفلت و بے گبری سے پرہیز، ذکر میں حلقہ حد کی رعایت، اور غیر اللہ کی طرف متوجہ ہونے سے مکمل اجتناب ہے، آپ سے پہلے اس سلسلہ کے مشائخ میں سے خواجہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ (متوفی ۵۵۵ھ) نے آٹھ اصطلاحات و معمولات کو متعین

کر کے اس سلسلہ کا اصلاحی خساب گویا ترتیب دیا تھا، وہ اصطلاحات یہ ہیں۔

- (۱) بھوش و درم (۲) نظریہ قدم (۳) سرور و ملن (۴) ظہوت و راجمن (۵) یاد کرد (۶) بازگشت (۷) نگہداشت (۸) — پورا داشت۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۰۶ھ) نے ”القول الجلیل“ میں نقشبند پر کے الفاظ کے زیر عنوان ان اصطلاحوں کی شرح فرمائی ہے۔

حضرت خواجہ بہاء الدین سے پہلے اس سلسلہ میں ذکر غنی و ذکر جلی ماہلا شامل تھا، اس لئے اس سلسلہ کے لوگ ”طایفہ خواجہ“ بھی کہلاتے تھے، لیکن خواجہ نقشبند نے ابتداء ہی سے ذکر غنی اختیار فرما کر آگے عام فرمایا، وسطی ایشیا کے خطہ یعنی ہرے ترکستان میں سرزمین سرقد و بخارا اور عام دورہ انیسویں سے سلسلہ بہت عام ہوا اور باقی اسلامی ممالک میں بھی اس کو فروغ حاصل ہونے لگا۔

### برصغیر میں سلسلہ نقشبند یہ کا آغاز

ہندوستان میں یہ سلسلہ دسویں صدی ہجری میں حضرت خواجہ باقی باللہ کے ذریعہ پہنچا، جبکہ ہائی تنجوں مسائل چشتیہ کا یہ سہرور یہ اس سے صدیوں پہلے یہاں پہنچ کر ملک کے چھو چھو میں دین اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں کی اصلاح اور قرآن وحدیث کے علوم و ہدایت کی نصیم ارتقاء میں ہر جن مشغول تھے، حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ آپ کے بعد آپ کے خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اور پھر ان کے خلفاء نے اس سرزمین میں دولت و دانش اور دین کی تہذیب و شاعت کے جو سہرے کارنامے سرانجام دیئے، وہ گیارہویں صدی ہجری اور اس کے بعد ہند کی تاریخ کے بہت ہی زیادہ روشن ایام ہیں، اور حضرت مجدد صاحب نے اپنی تہذیب کا جو رنگ اس سلسلہ میں بھرا اس نے نقشبند یہ سلسلہ کو اور بھی اعتبار بخشا۔

## حضرت مجدد الف ثانی کا نقشہ بندیہ شجرہ

حضرت باقی باللہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے شیخ و مرشد تھے، حضرت باقی باللہ اور خواجہ نقشبند کدو رہبان چوتھیں ہیں، خواجہ باقی باللہ سے اوپر مثنوی بالترتیب یہ ہیں  
حضرت خواجگی انگلی، حضرت خواجہ درویش محمد، حضرت خواجہ سوانا محمد  
زاہد، حضرت خواجہ عبید اللہ احرار، حضرت خواجہ سوانا یعقوب چرخی، حضرت خواجہ  
علاء باللہ بن عطار رحمہ اللہ۔

علاء باللہ بن عطار، خواجہ بہاء الدین نقشبندی کے خلیفہ تھے، اور حضرت خواجہ نقشبندی رحمہ اللہ سے اوپر سلسلہ کے مثنوی چوتھے ہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند کے شیخ حضرت میر کمال دین سے اوپر بالترتیب، حضرت خواجہ محمد  
دوست، حضرت خواجہ علی رامی، حضرت خواجہ محمود انیس طوسی، حضرت خواجہ ہارث  
یوکر، حضرت خواجہ مہدیا لائق محمد دینی، حضرت خواجہ یوسف ہمدانی، حضرت خواجہ ابوعلی  
قاسمی، حضرت خواجہ ابو الحسن نرگانی، حضرت سلطان عبادتین ہارثی بستانی، حضرت  
سیدنا جعفر صادق رحمہ اللہ، حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت  
سلطان فارسی رضی اللہ عنہ آ کے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

یہ سلسلہ خلیفہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے جبکہ دیگر میں سلسلہ حضرت  
خواجہ حسن بھری رحمہ اللہ کی وساطت سے حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک پہنچتے ہیں۔  
حضرت خواجہ نقشبند رحمہ اللہ سے پہچان کیا کہ آپ کے اس جدید سلسلہ کی (یعنی جس کو آپ  
نے اضافات و ترمیمات کے ساتھ نیا و منصفہ فرمایا) خصوصیت کیا ہے تو فرمایا کہ سب  
طریقت کے سلسلے نور علی نور ہیں، اور سب اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں، ماہیت یہ جو  
طریقہ مجھے منہاج اللہ نصیب ہوا ہے اس میں آسانی بہت ہے، اور حصول اولی اللہ بھی اس

میں جلدی ہو جاتا ہے، آپ فرمایا کرتے تھے "ہمارا دایم باطلہ لایم" کہ ہم مظلوموں میں سے ہیں اور ہم فضل والوں میں سے ہیں۔

شاہجہاں دہرا لہ (مستف شرح جاہی) جو خوب عید اللہ ازہد جاہی دہرا لہ کے ہاکمل مرید تھے کی لکھی تالیفات اس نقشبندیہ سلسلہ کا نام لکب ہے سلا جاہی کی سلسلہ نقشبندیہ کی مدح میں یہ نظم مشہور ہے

نقشبندیہ محبوب قافلہ سالار نامہ کہ بر خاندانہ نہ پندیاں بہ حرم قافلہ ما  
تو خوش نقشبنداں راچہ دانی تو گل بیکر جاں راچہ دانی  
گماہ ہرزہ دانہ قدر ہاراں تو غلگی قدر ہاراں راچہ دانی  
جنوزاز کفر و ایمان خبر نیست خالقائے ایمان راچہ دانی  
ترجمہ: (۱) نقشبندیہ محبوب میر کا رواں ہیں کہ ایک غیصہ پوشیدہ راستے سے قافلے کو  
حرم (اللہ تک) پہنچا دیتے ہیں۔

(۲) تو نقشبندیہ ہیں کے آچار و خوش کو کیا جانے کہ روح مجسم کی صحبت و حضور کو  
تو کیا کہے۔

(۳) ہرزہ دہی ہارشی کی قدر کو جانے تو غلگی غمیں ہے ہارشی کی کیا قدر جانے۔

(۴) تجھے تو ابھی کفر و ایمان کے امتیاز کی خبر نہیں ایمان کی ہار کیوں کی خبر کیا جانے۔

ما قدر مراجع

تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲، تاریخ و تذکرہ خاندانہ مراچہ، راولپنڈی

(پ)

حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمہ اللہ

## ایجنڈا کی حالات

آپ کا نام محمود، لقب نصیر الدین نیز چرامی دہلی ہے آپ کے دادا جہانگاہ وطن خراسان تھے۔  
آپ کے دادا شیخ عبداللطیف یزدی خراسان سے لاہور آ کر آجاست پہنچے ہوئے آپ کے  
دادا شیخ محمود یحییٰ کی پیدائش بھی لاہور ہی کی ہے، بعد میں ادھر (گھنٹہ) منتقل ہوئے۔  
ان کی پیشینگی تھوڑے سی اور صاحب ثروت و منیت آدمی تھے۔

حضرت غوثی کی دعوت ہمیں اور ہمیں ہوتی، بعض سالہ نگار آپ کا مقام پیدائش اجودھیا اور بعض بارہا کسی بھی قرار دیتے ہیں نہ آپ حنفی سید ہیں۔

ایسی نواسال کے تھے کہ والد ماجد کی وفات ہوئی، والدہ محترمہ عابدہ زاجدہ اور پرہیزگار خاتون فاضلہ انبیوں نے ہی آپ کی تعلیم و تربیت کا فریضہ ادا کیا، والدہ کی تربیت کے اثر سے بچپن میں ہی لٹری اور خدا، ملی کا جذبہ طبیعت کا حصہ بن گیا اور نماز، ہجرت کے پابند ہو گئے، جس میں کسی حال میں کوتاہی نہ ہوتی تھی، تعلیم کے سلسلہ میں ایک روایت کے مطابق ابتداء میں جاضی علی الدین کا شافی سے فقہ کی کتاب پڑھائی چڑھی، دوسری روایت کے مطابق مولانا عبدالکریم شیردازی سے حد امیر اور پڑھائی چڑھی ان کے بعد مولانا افتخار الدین گھگھلانی سے رقی تمام علوم سرحد کی تعلیم حاصل کی۔

## کتاب فیض باطنی

جب مراد سالہائی توڑ کے فیس اور محتاجات ملوک ملے کرنے کی غرض سے خدمت اور تفریح

اقتیاری کی، علاقائی اور نیشنل جہول سے یکسو ہو کر صحراء میں وقت گزارتے، ہر ماہ ایک اور شخص رشتہ بھی تھے، اس صحرائی زندگی میں آٹھ سال گزارے، اس دوران نماز، جماعت کا اہتمام کرتے اور سکھتے سے روزہ رکھتے۔ معمولی ساگ پات سے انظار کرتے۔

۳۳ سال کی عمر میں سلطان الاسلام، امام حضرت نظام الدین علیہ الرحمہ کی خدمت میں پہنچے اور شرف بیعت و ارادت سے مشرف ہوئے۔

مرشد شیخ نظام الدین کو آپ سے بڑی مناسبت ہو گئی اور آپ کو بھی مرشد سے غیر معمولی شرف اور انس تھا۔

مرشد کی صحبت سے محبوب الہی کی دل میں دہلی چنگاری شعلہ جہان بن گئی، پورے دل و جان سے مرشد کی خدمت میں بخت بکھینچے، مرشد کے ساتھ شیخی، محبت اور عظمت و عقیدت کے واقعات ان قدوسی صفات بہتوں کے بڑے حبیب و مرعوب، متاثر کن اور قابلِ دلک ہو کر رہے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ محبت و تعلق اور اس طرح شیخ و مرشد کے ساتھ محبت اور ان کی خدمت و احترام کے جو واقعات ان لوگوں کے حصول ہیں، بڑے متاثر کن ہوتے ہیں اور جذب و شوق کے عالم کیلئے دوسرا کچھ دیتے ہیں، اس کا کچھ انداز دہی کر سکتا ہے جس کے دل کو لگی ہو۔

لیکن دہی سے بڑے بزرگ چارہ شریعت سے ایک قدم باہر نہ نکالتے تھے، بلکہ شریعت و طریقت کے جامع ہوتے تھے، جاہل، جاہل، اور ہوا پرست، مبتدعی جن کی اس زمانہ میں بہت سکھتے ہیں ان پر ان کو قیاس نہ کرنا چاہئے، یہ تصوف کی بعض اصطلاحات کی آڑے کر شریعت کو باز پھینک دیا جاتا ہے ہوتے ہیں اور بزرگوں کے نام پر انہوں نے گمراہی اور گمراہی پرستی کا دھند چلایا ہوا ہے جہول کے

زبانوں کے تصرف میں ہیں علماء کے دشمن

ان بزرگوں نے شریعت و طریقت دونوں کو ہم آغوش رکھا اور ایسا کیا کہ نہ ہو جبکہ طریقت

شریعت سے الگ کوئی چیز نہیں نہ شریعت سے تجاوز و تضاد ہے بلکہ احکام شرعی پر دل و جان سے خدا ہونے اور اجماع سنت کو اپنی طبعی حاجت جانے کی بجائے طلب و رُپ اور اس کی مسلسل و دائمی مشق ہی طریقت سے مہارت ہے اس راہ کے بزرگوں کی یہ شان ہے۔

وہ کئے جام شریعت، دہکے سفیان عشق  
ہر ہونٹ کے کھاد اندھ جام و سفیان ہفتین

## ریاضت و مجاہدات

بیعت کے بعد صوبہ اور شاہو مرشد خوب خوب ریاضتیں اور مجاہدات آپ نے کئے، فقر و افاقین سے گزارے، مرشد کی ایک روزانہ محبت اٹھانے کے بعد جب گہرا آئے تو یہاں لوگوں کے میل ملاقات اور اختلاط سے بہت گہرا آئے اور اس وجہ سے مہارت کے لئے آپ کی یکسوئی اور خلوت میں بہت فصل پڑتا جس سے صحت نگ دل ہوتے، دلوں پر امیر خسرو علیہ الرحمہ جو آپ کے بڑے بھائی تھے ان کے ذریعے مرشد سے ہنگام و بیان میں قیام کرنے کی اجازت چاہی لیکن مرشد نے اجازت نہ دی بلکہ فرمایا کہ آپ کے مناسب حال یہی ہے کہ علق خدا کے درمیان رہیں، ان کی بھادوں اور ایذاؤں پر صبر کرتے رہیں اور اصلاح و ارشاد کا کام کرتے رہیں، یہ انہماک و اولیاء کا مقام ہے۔

اللہ کی وفات کے بعد وطن سے سکونت ترک کر کے مستقل دہلی میں ہی مقیم ہوئے اور مرشد کے خاص جبر و میں قیام رکھا، مرشد کی صحبت میں فقر، صبر، حلیم، رضا و غیرہ تمام درویشانہ صفات اپنے اندر خوب خوب راسخ کیں اور اپنے مرشد حضرت نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ کے خلفاء میں ممتاز مقام کو پہنچے حتیٰ کہ مرشد کے باقی خلفاء اپنے مرشد اور ان کے بعد آپ کی ذات پر نظر کرتے تھے۔

## مرشد کی جانشینی

جب آپ کے مرشد حضرت محبوب الہی نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ نے آپ کو اس راہ کی



جملہ خوجوں اور کمالات سے محروم و موصوف پاپا تو دلی میں اپنا جائزین مقرر فرمایا جو کہ اس سرگزشت اور وفات کے وقت وہاں تھے آپ کے پیروکاروں جو سلسلہ کے بزرگوں سے نسل اور نسل چلی آ رہی تھیں اور اپنے خواجگان سے حضرت کلام الدین اور لیاہ و مراد اللہ کوئی تھیں یعنی فرقہ، عصا، طین و غیرہ۔

## نگلی معاش

چالشی کے بعد ابتدائی زمانہ بہت نگلی اور فقر و فاقے کا تھا لیکن اس زمانے کو خود داری، وضع داری، سفید پوشی اور غیرت و صیبت سے گزارا فرماتے ہیں کہ کوئی دنیا دار گھ سے نئے آتا تو مرشد کا جب تک کہ اس سے ملتا، پھر آثار کر اپنا معمولی لباس پہن لیتا، مرشد کا جب تک کہ لوگوں سے اپنا فقر پوشیدہ رکھتا، بعد میں جب غارِ الہائی کے حالات آئے تو فقر کے دلوں کو یاد کرتے اور اس کی روحانی لذت سے لطف اندوز ہوتے۔

فرماتے ہیں اللہ یہ فقر بھی کیا نعمت ہے، اس کے اول و آخر دونوں خوب ہیں، وہ کیا محمد و بن اور پرہیزگاری زمانہ تھا یہ کہہ کر دہن دے اور اس ذاتی کوتاہی کو تازہ کر لیتے۔ غارِ الہائی کے زمانے میں مہمانوں اور مریدوں کے لئے قہر و کھاؤں کا انتظام رکھتے اور خود صائم اللہ ہر تھے، روزہ سے رہتے۔

## رشد و ہدایت

آپ کی خدمت میں اصلاح کرانے اور لخصات حاصل کرنے بند و برون ہر مختلف ملکوں اور علاقوں سے طالبین، رشد و اصلاح آتے تھے اور فیض یاب ہوتے۔

## چراغِ دہلی کی وجہ تسمیہ

آپ کے رشد و ہدایت اور لخصات کی شہرت دنیا میں پھیل گئی تھی۔ حضرت محمد

جہانیاں جہاں گشت طلبہ اہل سر (جن کا نام سید جلال الدین بخاری ہے، مشہور بزرگ ہیں،  
 لکھن کے قریب ”انج شریف“ انہی کے سلسلے کے بزرگوں سے معذور ہوا ہے) کہ سلسلہ  
 تشریف لے گئے وہاں مشہور بزرگ امام عہدائے باغی دہر اللہ جو کہ کے شیخ تھے ان سے  
 ایک زمانہ تک تعلیم و تربیت پاتے رہے ایک موقع پر شیخ باغی نے فرمایا کہ وہی کے بڑے  
 بڑے مشائخ دنیا سے کوچ کر گئے تاجم ان کی برکت کا اثر شیخ نصیر الدین محمود میں موجود  
 ہے۔ وہ وہی کے چراغ ہیں۔ ان کی وجہ سے مشائخ کا طرہ و طریقہ زندہ ہے۔ وہی پر  
 حضرت مخدوم جہانیاں وہی تشریف لائے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شیخ کہ  
 امام عہدائے باغی کا ارشاد بھی آپ سے بیان کیا، اس کے بعد یہ چراغ وہی کا لقب آپ  
 کے لئے مشہور ہوتا چلا گیا، حتیٰ کہ نام کا جزو بن گیا۔

### قائم نامہ حسلہ

ایک روز آپ نماز فجر کے بعد اپنے عہدہ خاص میں مراقبہ میں مشغول تھے کہ ایک فقیر،  
 قراب نامی وہاں پہنچا اور آپ پر پھری سے پے در پے وار کئے۔ خون جگر سے ہا ہر پہنے  
 لگا لیکن آپ کے استغراق میں کوئی فرق نہ آیا خون دیکھ کر مریدین جبرہ میں گئے اور فقیر کو  
 سزا دی چاہی لیکن آپ نے ان کو روکا اور اپنے خاص مریدین کو پاس بلا کر قسم دی کہ کوئی  
 شخص ملک کو ایذا نہ پہنچائے مگر فقیر سے معذرت کی اور بگڑا تم بیدار سے کراس کو رخصت  
 کیا ان اوصاف کی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ چشتیہ سلسلہ میں صبر اور حلیم اور رضا کا آپ پر خاصہ  
 ہو گیا۔

### وصال

اس قائم نامہ حسلہ کے بعد بھی عین سال زندہ رہے دشت و جہانت میں مشغول رہے۔ رمضان  
 اہل رک ۷۷۷ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

## حضرت خواجہ صاحب کے ارشادات و واقعات

آپ کی خدمت میں ایک مرتبہ ایک عالم صاحب بیعت ہونے آئے جو علم شرع کی کتابیں حد ایہ اور دوائی، کشک، وغیرہ پڑھ چکے تھے بیعت کے وقت حضرت خواجہ نے فرمایا جب کوئی طریقت (درویشی کی حالت) تصوف) میں داخل ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنی آستین پھولی کرے، دامن اونچا دیکھے اور سر منڈائے، آستین پھولی کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس نے اپنا ہاتھ کاٹ لیا ہے تاکہ اس کو تقویٰ کے سامنے نہ پھیلا سکے، دامن اونچا کرنے سے مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنا پاؤں کاٹ لیا ہے تاکہ کسی ایک جگہ نہ جا سکے جو جڑی ہو یعنی گناہ کے سوا شے سے بچے۔ سر منڈانے کے یہ معنی ہیں کہ رافق میں اس نے سر کاٹ ڈالا ہے، کوئی عمل خلاف شرع اس سے دور نہ ہو (یعنی شریعت کے آگے پوری طرح تسلیم کر لیا ہے)

ایک مرتبہ ایک اور عالم صاحب حاضر خدمت ہوئے، حضرت خواجہ نے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو؟ جواب دیا کہ موضع سہانے سے، کہ وہاں کے اکثر لوگ آپ کے مرید ہیں اور وہاں کی عورتیں بھی بیعت و ارادت کا قائل ہیں، یہ سہانگی ہیں اور وہ عورتیں مردوں سے زیادہ ہاتھ مل اور نیک ہیں، خواجہ نے پوچھا کہ کیا فضل رکھتے ہو؟ جواب دیا کہ بچوں کو تعلیم دیتا ہوں، فرمایا یہ حمد و کام ہے۔ مطالعہ کتب میں مشغول رہنا اور دوسروں کو قرآن مجید پڑھانا اچھی بات ہے لیکن جو دوسروں کو کام مجید پڑھائے اسے ہمیشہ یاد ضرور رہنا چاہئے۔

ایک مرتبہ ایک بی بی حاضر ہوئیں اور مرید ہونے کی درخواست کی، خواجہ نے پانی کا ایک کوزہ منگوا لیا اس کو اپنے سامنے رکھ کر کچھ پڑھا، پھر اس میں اپنی انگلی شہادت ڈبوئی اور اس انگلی کو کوزہ سے کرکھ کر اس کو خاتون کے پاس لے جاؤ، ان سے سلام کہنا اور کہنا کہ اپنی شہادت دلی انگلی پانی میں ڈال کر کہے میں نکاح کی مرید ہوئی، ساتھ ساتھ یہ بھی کہنا بھیجا کہ یہ نماز پڑھتی ہیں اور ایام غسل (چاندنی کی تیرہویں، پندرہویں، چھوٹی تیرہویں) کے ان تاریخوں

میں روز سے رکعت سنت نفل ہے) کے روز سے نہ تھیں، مگر کے نوکروں چاکروں کو نہ ستائیں، نہ داریں، نہیں اور اپناں اور بیگانوں سے اچھے اخلاق سے ملتی رہیں۔

ایک مرتبہ ایک کاشت کار خدمت میں حاضر ہوا، حضرت خواجہ نے پوچھا کیا کسب کرتے ہو؟ جواب دیا کہ کھیتی باڑی کرتا ہوں، فرمایا، کھیتی باڑی سے حاصل ہونے والا حق اچھا حق ہے۔ اور بہت سے کاشت کار صاحب حال گزرے ہیں پھر ایک کاشت کار کا حال سنایا جس میں یہ نصیحت کی بات تھی کہ میں بڑے وقت دل شا کر ہو رہا ہوں، یاد کر رہی ہوں چاہئے، پھر فرمایا کہ کوئی کام بغیر نیک نیت کے کرنا صحیح نہیں، اگر کوئی اس نیت سے نماز پڑھے کہ لوگ اس کو دیکھ کر نمازی کہیں تو اس کی نماز روا نہیں اور بعض کے نزدیک وہ کافر ہو جاتا ہے کہ اس نے مہربان الہی میں اور کو بھی شریک کیا۔

خواجہ نے ایک مجلس میں نماز کے متعلق فرمایا کہ اسے صورت قلب کے ساتھ پڑھا جائے، نماز کے وقت اعضاء کا قبلہ کعبہ شریف ہوتا ہے، اگر اعضاء اس طرف نہ ہوں تو نماز درست نہیں ہوتی اسی طرح دل کا کعبہ است، پاک خدا تعالیٰ ہے اگر دل اپنے قبلہ سے بھر جائے تو بھر یہ کیسی نماز ہوگی۔

سرکاری کاروبار، شاہی حاذ میں بھی حضرت خواجہ کی مجالس میں آتے تھے ان میں سے جس میں بھی طلبہ دیکھتے اس کی اصلاح سے دریغ نہیں فرماتے تھے ایک سید مرید ہونے آیا جو دربار کے فشی اور صاحب قلم لوگوں میں سے تھا، حضرت خواجہ نے اس کو سر پکایا اور فرمایا، نماز پڑھنا صحت پڑھا کرو، جس کی نماز فوت نہ ہو۔ ایام بیس کے روزوں کا اختیار کرو، جو شخص ایام بیس کے روز سے رکھتا ہے اس کی روزی بڑھتی ہے، میری یاد مریدوں کو بھی یہ وصیت ہے کہ جو حکام اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے وہ نہ کریں، پھر فرمایا دنیا کی دولت میں بے ثباتی ہے تم یہ دنیاں کر لو کہ تمہارے گھوڑے، خدنگار، تمہارے درہم و دینار، یہ سارا کچھ ایک دن چھوٹ جائے گا پھر چھوٹنے والی چیزیں دنیا کا غر اور غم کہتا ہے فائدہ ہے، فکر اور غم اس چیز کا

کرنا چاہئے جو ہمیشہ باقی رہے گی، غور سے دیکھو ہمارے سامنے کتنے تھے اور کتنے چلے گئے  
آخر ہم سے پہلے تھے اور ہم سے پہلے چلے گئے پھر اس سید سے پوچھا کہ کیا کرتے ہو،  
جواب دیا قرآن مجید پڑھانا ہوں۔

سید کے ایک ساتھی نے کہا کہ یہ حافظ ہیں اور ان کے والد بھی حافظ اور صالح بزرگ تھے،  
حضرت خواجہ نے فرمایا کہ کوئی گمراہ راہ میں راستہ دان قرآن پڑھتا رہے اور اللہ کے ذکر میں  
مشغول رہے تو اس کے لئے تو کبریٰ کجاب نہیں وہ صوفی ہے اور اس کے بعد شیخ سعدی کا یہ شعر  
پڑھا۔

مرا اولیٰ مرغیست لباس ظاہر نیست      کمر بند مسجد سلطان بہ بند صوفی باش  
ایک فرنی اہلکار (الفکری) آیا تو اس سے فرمایا، اگر طلب دنیا میں نیت ابھی ہو تو در حقیقت  
طلب آخرت ہے۔

حضرت خواجہ اپنی مجلسوں میں زیادہ تر کلام پاک اور احادیث نبوی کی تعلیمات پر گفتگو فرمایا  
کرتے تھے، ایک موقع پر فرمایا کہ لوگوں نے قرآن وحدیث کو چھوڑ دیا ہے، اس پر عمل  
نہیں کرتے اس کے خراب و پریشان ہیں اور بار بار یہ بات و دہرائی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ  
عہ وسلم سے جو قول و فعل صادر ہوا وہ اطاعت کے لائق ہے، فرمایا ایک مسلمان کے ایمان کی  
بنیاد صرف دو چیزوں پر ہے جو اللہ و رسول نے فرمایا ہے اس کی اطاعت کرے اور جس سے منع  
فرمایا ہے اس سے روک جائے۔

تاریک نماز کے حلقے مریدوں کو ہدایت کی کرا کر وہ محفل میں آ کر بیٹھے تو اس کی تعظیم نہ کریں  
اور سامع کے جواب میں ”علیک“ نہ کہیں تاکہ اس کی اہانت ہو اور وہ شرمائے۔

ایک مرتبہ شیخ بہاؤ الدین غریب کے مکان میں سامع کی محفل منعقد تھی اور حوا میرا بھی تھے  
حضرت خواجہ مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے مکان پر آ گئے، کسی نے کہا کہ آپ اپنے  
حق کے طریقہ سے پھر گئے تو فرمایا کہ یہ کوئی دلیل نہیں، یہ خیر مرشد نظام الدین اولیاء کو پہنچی تو

مرشد نے فرمایا کہ انہوں نے بہت اچھا کیا اور حق ان کی جانب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو حرامی سے گادو گادی جیت اور مریدی سے خارج ہو جائے گا۔

خیر الجاس جہ آپ کے مظلومات و ارشادات کا مجموعہ ہے۔ ۱

اس میں آپ کا یہ سنہری خطوط بھی درج ہے جس پر بڑے بڑے محقق علماء و فقہاء سر دھلتے ہیں مظلوماً حاکم۔

مزید سے در خدمت شیخ نصیر الدین محمود رآعدہ آغاز کر دے کہ کارواہ شدہ کہ حرامیہ در جلی باشد و دف داتے در باب۔ مصونیاں در قص کہند؟

خوب فرمودہ کہ حرامیہ باجماع مبارک نیست اگر کے از طریقیت حاکم ہارے در شریعت باشد، اگر شریعت ہم حاکم کارواہ، اول در جامع اختلاف است، نزد یک علماء ہچند می شرانکا جامع الی آں را، حرامیہ باجماع حرام است (آپ بوس ص) ترجمہ: ایک مزید حضرت خوب کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ یہ بات کہاں چا کر ہے کہ حرامیہ اور دف لور داسری اور باب یہ سب موجود ہوں اور صوفی رقص کریں؟ خوب نے فرمایا کہ حرامیہ باجماع (است) چا کر نہیں (حرام ہیں) اگر کوئی تصوف و طریقت (کے خاص شرب) سے کر بھی جائے تو شریعت میں تو رہے گا (یعنی مسلمانی سے تو خارج نہ ہوگا) لیکن اگر شریعت سے بھی کر جائے گا (یعنی حرام چچ کو تو نا یا عملاً حلال کر کے دین کے دائرہ سے خارج ہو جائے) تو پھر کہاں چائے گا؟

اور تو سامان میں (ملائے است کا) اختلاف ہے، (بعض) علماء کے نزدیک مخصوص شرانکا کے ساتھ خاص اہلیت دانوں کے لئے مبارک ہے، لیکن حرامیہ کی حرمت تو بالاحاطی اور

۱۔ حضرت لور کے مظلومات لکھی گئے ہیں جس میں سے لور الجاس، وہ صرف ہے اس کے عرب آپ کے حاضر باش کرے مولانا محمد جہ، یہ نظر ضمن میں بھی چند مظلومات خیر الجاس سے ملتا ہے جو اس حقیقہ شریعت و طریقت اور آپ لور کے کوائے سے لکھے ہیں۔

و لا جملہ ہے۔

غیر الجاس کے مرتب مولانا حمید شاعر کو ایک روز خطاب کر کے فرمایا اب مجھ کو عظمت میں مہارت کرنے کی فرصت نہیں ملتی، ان بھراؤ کی مخلوق کے ساتھ رہتا ہوں، اکثر قیور بھی میسر نہیں آتا، قیور کرنا چاہتا ہوں تو لوگ آکر چکا دیتے ہیں کہ فلاں آیا ہے، تم لوگوں کو فرصت ہے، مہارت میں مشغول رہو، مولانا حمید شاعر نے یہ سن کر عرض کیا کہ اگرچہ آنحضرت کا ظاہر خلقِ خدا سے مشغول معلوم ہوتا ہے لیکن باطن شریف ہمیشہ حق کے ساتھ مشغول رہتا ہے۔

نویس نے فرمایا رات کو اہل بیت کچھ ذکر یا وظیفہ ہو جاتا ہے لیکن دن میں کچھ نہیں ہوتا بلکہ بھی غافل رہتی ہے تاہم یہ نہیں ہوں یہ بات فرما کر نہایت غلط دلی سے رونے لگے اور یہ شعر زبانت پر جاری ہوا۔

ایں دلجوئی کہ سچا ادا خدا نام تو امید نیم کرنے پر آئندہ روزے

حضرت نویسی کی ذاتِ مبارکات سے لکھنؤ و برکات کا چشمہ برابر بہتا رہا بلکہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں کس لائق ہوں کہ شیخ بنوں، اب یہ کام بچوں کا کھیل ہو گیا (یعنی تصوف جو خاص اصداغ، تزکیہ نفس اور تعمیر انسانیت کا شعبہ ہے اس میں نااہل و جاہل ٹھس آئے ہیں) پھر سنائی دھماکہ کا یہ شعر پڑھتے۔

مسداس مسلمانان، مسدائی مسلمانا ازیں آئیں سدا یاں چیمانی، چیمانی

اشاعتِ اسلام میں آپ کا اور آپ کے خلفاء کا حصہ

تاریخ میں برصغیر کی اسلامی سلطنتوں میں سے خاندانِ قطب اور خاندانِ سادات کے عہد حکومت (آخریں اور نویں صدی ہجری نصف تک) میں حضرت چراغ دلی رحمہ اللہ اور آپ کے خلفاء و متعلمین سب سے زیادہ ممتاز، مقبول اور دین کی اشاعت اور علم شریعت کی ترویج میں سب سے پیش پیش نظر آتے ہیں۔

فیروز شاہی دور میں تین علماء معروف و ممتاز ہوئے ہیں مولانا احمد قاضی، مولانا خواجگی اور قاضی عبدالمتکبر دہلوی عظیم الحرمہ اور یہ تینوں بزرگ حضرت خواجہ چراغ دہلی کے ممتاز تلامذہ تھے۔

حیدر آباد دکن میں حضرت خواجہ بندہ نیسور از حقہ رحمۃ اللہ علیہ (گلبرگ شریف دہلی) راشد و ہدایت کے فاضل پرآفتاب بن کر چمکے، یہی حضرت چراغ دہلی رحمۃ اللہ کے سب سے ممتاز اور خاص تلامذہ ہیں۔ گجرات میں آپ نے اپنے بھائی شیخ الاسلام سراج الدین کو رشاد و ہدایت کی ذمہ داری سونپ کر بھیجا انہوں نے اور ان کے جانشینوں نے گجرات میں اشاعت اسلام اور اصلاح خلق کا وسیع کام کیا۔ گجرات کے سابق دارالحکومت نیروال (جٹن) میں ان کے تلامذہ کا سرائے ہے۔

عظیمہ عہد سے پہلے قریبی زمانے میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی سب سے بزرگ اور مقبری عالم ہوئے ہیں جن کو ملک اعلیٰ کا خطاب حاصل ہوا اور جو پندرہ فیضی تھیں انہوں نے آپ کے دم قدم سے دور رونق اور حسن قبولیت پائی کہ شہر جو پندرہ فیضی سمیت ہندوستان کے سب شہروں سے بھی شہرت میں بازی لے گیا یہ قاضی شہاب الدین مولانا خواجگی اور قاضی عبدالمتکبر عظیم الحرمہ سے فیض یافتہ تھے جو حضرت خواجہ کے تلامذہ تھے۔

وفات کا وقت جب قریب ہوا تو آپ کے خادم خاص زین الدین علی نے عرض کیا کہ آپ کے اس عظیم المرتبت تلامذہ و مرید ہیں ان میں سے کسی کو جانشین یا حذر دار نہیں تاکہ سلسلہ کا فیض اسی طرح جاری رہے اور تلامذہ کی فرست بھی آپ کے سامنے پیش کی لیکن آپ نے فرمایا مولانا زین الدین ان لوگوں کو اپنے ایمان کا ثمر کھانا چاہئے اس کی کہاں گنجائش ہے کہ یہ لوگ دوسروں کا بوجھ بن جائیں۔ شاید آپ نظر بصیرت سے اس امر کو بھانپ گئے تھے کہ آنکھوں، انگ انگ سوچائی اور طے کائی خانوادوں اور خاندانوں کا سلسلہ چلے گا۔ خواجہ عظیم الدین چشتی علیہ الرحمہ کی آمد کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کے سیاسی اور روحانی دلائوں



اقتدار سے دلی کو مرکز بنا کر دودھارے بہت شروع ہوئے تھے، سیاسی اقتدار سے مسلمان مسلمانین نے دلی کو مرکز بنا کر اسلامی سلطنت کو اطراف و جوارب میں وسعت دی تو روحانی اقتدار سے بھی اس کام عرصہ میں خوبہ معین الدین چشتی، امجیری، خوبہ بختیار کاکی، خوبہ نظام الدین اویسا، خوبہ چراغ دہلی، رحیم اللہ کے بعد دیگرے دلی کو مرکز بنا کر چارے پر سے برصغیر بلکہ برصغیر کے باہر بھی روشد و ہدایت کا فیض پانے لگے۔

آٹھویں صدی ہجری ختم ہوتے ہوتے یہ دونوں سیاسی روحانی سطیے مرکزیت سے جدا کائنیت کی صورت اختیار کر گئے چنانچہ آٹھویں صدی ہجری کے ختم ہر دلی کو تہورنگ کی چٹار کا سامنا کرنا پڑا جس نے دلی کی سلطنت خاک میں ملا دی، اس کے جانے کے بعد خاندانِ ساداتِ دلیبرہ کی جو حکومتیں قائم ہوئیں، وہ دلی کے قریب و جوار تک محدود ہو کر رہ گئیں۔ ہندوستان کے وسیع و عریض صوبوں میں خود مختار حکومتیں قائم ہو گئیں گجرات، جوہور، بنگال، مالوا، دلیبرہ، خود مختار ریاستیں بن گئیں (بعد میں مہد مظیلہ میں پھر ہندوستان کو ایک منظم و مربوط مرکزی حکومت پسر آئی) اور روحانی اقتدار سے خوبہ چراغ دہلی دلی کی مرکزیت کے آخری روحانی تاجدار تھے۔ آگے صوبہ جاتی خانقاہوں اور اسلامی سطیوں کا دور ہے۔ اور پھر آہستہ آہستہ ان سطیوں میں مزید وسعت اور تنوع بھی آتا گیا۔ اور ان سے شاعر و شاعر ہو کر دیگر مختلف ذیلی سطیے بھی قائم ہوتے چلے گئے۔

انہائے یکہ ورق لار نے، یکہ زمیں نے، یکہ گل نے  
جن میں ہر طرف ٹھہری ہوئی ہے داستانِ میری  
ازالی قمریں نے طویوں نے، حنہلیوں نے  
جن دلوں نے مل کر لوٹ لی طردِ نکال میری

## (باب ششم)

## حضرت سلطان باہر رحمہ اللہ اور آپ کا عارفانہ کلام

## وطن، نام و نسب، تعلیم

سلطان باہر رحمہ اللہ 1093ھ میں شہر کوٹ ضلع بمبئی میں پیدا ہوئے، آپ کے والد کا نام سلطان باہر تھا، جو ایک صالح بزرگ قرآن پاک کے حافظ اور عالم دین شخصیت ہونے کے ساتھ ساتھ مصلحت جہان کی طرف سے قلعہ شہر کوٹ کے قلعہ دار تھے، آپ کے آباؤ اجداد ابتدائی مہداسلای میں ہی عرب سے نقل مکان کر کے برصغیر میں آئے تھے، آپ نسب کے لحاظ سے ایمان تھے، آپ کا خاندان بمبئی سے پہلے چنارستان (جہلم) میں بھی آباد رہا، ان علاقوں میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں آپ کے بڑوں کی کافی خدمات ہیں، بہت سے ہندو لوگ آپ کے بزرگوں کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے یہ ہندوستان میں مغلیہ سلطین کا مہد حکومت تھا، شاہجہان بادشاہ آپ کے والد محترم کی قدر و منزلت کرتا تھا اور انہیں گورنر کے بے جا کیز بھی دے دے گی تھی، سوک و طریقت کی تعلیم و تربیت میں آپ کے مرشد و مربی حبیب اللہ قادری تاجی بزرگ ہیں، جنہوں نے آپ کی باطنی تربیت خود بھی کی اور بعد میں اپنے استاد شیخ مہدیراحمان قادری رحمہ اللہ کی خدمت میں بھی آپ کو بھیجا۔

## دینی خدمات، ازواج و اولاد

آپ کی سوانح میں آپ کی چار شادیاں کا ذکر ملتا ہے، جن سے آٹھ اولادیں ہوئیں، اصفیاء و طریقت کے باب میں آپ کی تصنیفی خدمات بھی بہت زیادہ ہیں، عربی قادی میں آپ نے مسائل اصفیاء پر متعدد رسالے لکھ کر کتب نکلیں، جن میں سے چند مشہور یہ ہیں، شمس العارفین،



دنیا کے ماں و مثال ہی کا طلبکار بننا، پیچنگروں، ہزاروں علوم و فنون کی کتابیں توڑنے کھنگالنا، حقیقتیں وقتِ قحط میں ہاڑی لے گیا، لیکن تیرا نفس امارہ وہی طرح بے کاہر و بے لگام ہے، یہ نظامِ نفس جو آستین کا سانپ اور اندر چھپا ہوا چور ہے، اسے اللہ والے سالکین و سادقین کے ساتھ کوئی نہ مار سکا، نہ قاتل کر سکا۔

﴿ ۲ ﴾

ایہ تہذیب ہے راجہ راجہ، روحِ پافقیہ اجمالی علم

نہ کہ صفتِ خراجِ شطردی، تیرے اندر آبِ حیاتِ علم

شوقِ راجہ راجہ، صبرِ ستارے، دستِ گزشتہ علم

مرنِ جنس کے سر رہے باہر و جہاں حق دی، درِ طرحِ پانی علم

مطلب یہ جسم (انسانی) اللہ تعالیٰ کی جائے قیام (جلی گاہ) ہے، اسے درویشِ ذرا اس میں بھانک کے دیکھ (خلوت گزریں ہو کر ذکر و فکر اور مراقبہ کر، اللہ کی تجلیوں کو اپنے من میں، اپنے دل کی گہرائیوں میں پائے گا)

تو آبِ حیات پانے کے لیے غورِ شعری تلاش میں کہاں مارے، مارے بھرتا ہے مائلِ آبِ حیات (محبتِ الہی اور شوقِ آخرت کا چشمہ) تو تیرے اندر ہے، تیرے من کی گہرائیوں سے بہتا ہے۔

اپنے من کی تاریکیوں میں اللہ کی محبت اور شوقِ ملاقات کا دیار روشن کرنا کہ تیری محتاجِ کم محبت تھے، ہاتھ لگے اور کھو، ہوا خزانہ دل جائے (سفرِ محبتِ الہی کی دوستِ جودِ روحِ انسانی کے خیر میں گم ہوئی ہے اور انسانی روح جب تک اسے نہ پالے اسے بھگتی نہیں آسکا ۶۳) بلکہ اللہ تعالیٰ (الطوب)

جو طائیفینِ راجہ و سلیس، بارگاہِ حق کی روح (اللہ کی معرفت کے راز) کو پائیں، وہ جیسے ہی مر جاتے ہیں، مرنے سے پہلے مردوں کی طرح ہو جاتے ہیں، یعنی ان کا نفس امارہ، نفس

مطمئن بن جاتا ہے، نفس کی نفسانیت و شرارت ختم ہو جاتی ہے وہ نہ ہنس رہے ہوئے بھی دنیا سے ہی نہیں لگاتے، مرنے کے بعد کی حیات، جاودانی اور اللہ کے ساتھ ملاقات کی امید و آرزو کا ایک نغمہ سا بن کر چھایا رہتا ہے۔ ۱

پچھلے سب جلد اس کی تیاں دھو تیاں دھاتیں جلد اول والی پچھلیاں غلو

ہجرت، یہ جیلد انیسواں والا، داتا جیلد اکیسویں اور سترہواں

سے رہ رہ کر جانیے گا کہ یہ جلد اول اور جلد اول کڑھیاں آئے

۳۔ یہ خطہ امتحان مقامی، ہائے ملکہ اور انکسپریس ملکہ

ایہذا گھبر رہا حاصل تا جس میں محراب سے ملے اور انچھڑاں نکل

مطلب اگر اللہ تعالیٰ صرف نہانے دھونے سے ملتا تو سینہ کون اور گھیسوں کو ملتا، اگر رب تعالیٰ بے ہال رکھنے سے ملتا تو پھر پھیلوں اور دنجیوں کو مل جاتا، اگر اللہ تعالیٰ کھنکھاتے پھر جائے سے ملتا تو کال کنگھی (ایک پرندہ کا کام جو شب بیدار ہوتی ہے) کو مل جاتا۔

۱۔ اسی طرز کا کام دوسرے صاحبِ دل و دلیران کے ہاں بھی کیا جاتا ہے۔ مثلاً: عہدِ غلامی، عہدِ کابو، عہدِ...

چه علم است که هست که هیچ مرز نمی‌دارد      قدر لطفی که به سید عالم بدل است که به ما می‌دهد

کمالیہ ہے کہ تو یہ کی دیکھیں اور اس بار یہاں کی طرح یہاں کوئی کھانا نہ کھائے خود کی کسی چیز سے تم کھانا اور انہی اپنے ہاں

اگر وہ انھیں دیکھ لیں کہ یہ باتیں دہرا دہرا کرے گا تو اسے اسے ایک سو بار دہرائیں گے گا۔

چونکہ اس بات پر اصرار ہے کہ اس کی طرف سے

[illegible]

اپنے مرنے والے بچے کو دیکھ کر پھر رونا شروع کر دیا۔

100



مطلب انسان کا دل و دماغ سمندر سے زیادہ گہرائی اور گہرا ہے، کوئی کسی کے دل کا حال نہیں جانتا، دل کے سمندر کے بھی اپنے بیڑے اور طوقاں اپنے چہرے اور ملاج ہیں، دل کی دستوں کا یہ عام ہے کہ ساتوں زمین ساتوں آسمان اس کی چٹانوں میں غیبی کی طرح جتے ہوئے ہیں، جو دل کی دستوں اور گہرائیوں سے باخبر ہو جائے اور وحانی دنیا کا حکم برقرار بن جائے وہی رب کو پا سکتا ہے، معرفت کے مقام کو پہچان سکتا ہے۔ ۱

﴿ ۱ ﴾

جہاں کشتی سبک دے کر بے کلاں لاج نہا ہے

ختمے ہر یارِ سول نہ ہونے توڑے توڑے کے لے ہا ہے  
 کاٹوں دے بچے غصے نہ تھیرے توڑے چوگ چکا ہے  
 گزے کھو نہ ملے ہونے باہر توڑے سے مٹا کھنڈ چکا ہے  
 مطلب کم ظرف اور کج فطرت لوگوں سے خلعت اور ردا ہی نہ کر، اس کا نتیجہ دامنِ مہمچ نہیں ہوتا، کل کو تو ندامت اٹھائے گا، بد فطرت و بد خصال لوگوں کی مثال ختمے (حطل ایک نہایت کڑا پہل) کی طرح ہے، ختمے کو اگر تم کے بھی لے جا کر بھراؤ تو تو قہر ہی رہے گا، تریزہ نہ بن جائے گا، اس کے اٹھنے کی کڑا ہمت میں کوئی کی نہ ہوگی، اسی طرح کوڑے کے بچے کو خالص خچے سو تیروں کی چوگ کھلا کر بھی پل پل کر بڑا کرے تو بڑے ہو کر وہ کوڑے ہی نہیں کے غصے نہ بن جائیں گے، اسی طرح کھارے پانی والے کو پی میں پھنکڑوں میں شکر بھی

۱ ایک روایت میں ہے: "اے خداوندی کارکن! آج میں ہاتھ لگا کر تجھے اس کی کال اٹھا رہا ہوں۔"  
 سوا تاریکی کے پس منظر میں طریف میں و غصہ میں یہاں ہوا ہے

آج میں ہاتھ لگا رہا ہوں	آج میں ہاتھ لگا رہا ہوں
دوسرا ہاتھ لگا رہا ہوں	دوسرا ہاتھ لگا رہا ہوں
تیسرا ہاتھ لگا رہا ہوں	تیسرا ہاتھ لگا رہا ہوں

یعنی دوسرا ہاتھ کی خلعت لے لگی اپنے آج میں ہیں، اس میں جہاں کے تھیں کی طرح ہی تھیں، کھڑے ہیں، دوسرے کے لگی اپنے غصہ میں ہیں، دوسرا ہاتھ لگا رہا ہوں، اس میں بھی دھمکی ہے، دوسرا ہاتھ لگا رہا ہوں (تو سمجھ)۔  
 تک ہیں وہاں کے کھانک، آفتاب و چاند ہیں

اگر مری ہوئے تو اس کا کھانا پینا ختم نہ ہوگا۔

﴿۷﴾

بارب عرض معنی آتے خدایا نے کہے ہو

خدایا ہم کو ہیں لہذا خدایا نے عرض ہے ہو

نگاہ تیریں سولہ طیارے پیڑے ہے حساب ہو

ہذا مرشد پکڑا ہوا، چلتے سب خدا ہے ہو

مطلب اللہ تعالیٰ نہ صرف عرض معنی پر ہے نہ محض خدا کہے میں ہے، نہ ہی محض کتابی علم رب سے ملا سکا، نہ عراب میں رب کو پا سکے، نہ ہی نگاہ برہنا کا اٹھان کرنے اور تیرتھ و ستور میں پام چا پات کرنے سے رب کا سراپا ملے، پس جب سے مرشد کامل کا فیض صحبت نصیب ہوا ہے، خدا کے راستے کی سب مشکلات ختم ہو گئیں، اور قرب ربانی کے درجات جلدی جلدی ملے ہو گئے، دل میں اخلاص اور صحیح معنوں میں اللہ کی طرف رجوع و اتاب کے بغیر محبت کی محض رہیں، بھلائے سے اور بغیر روح کے شریعت کی محض طاہر داری بھلائے سے اللہ کے قرب و رضا کا گوہر مقصود ہاتھ نہیں آتا، دل میں اخلاص، ذوق و شوق، رغبت و محبت پیدا ہونے میں اللہ والوں سے تعلق اور ان کی مگرانی میں مہاجرات نفس کے سرے سے گزر کر باطن کی بری نعلتیں، ریاء، غفلت و غیرہ دور ہو کر، اس کی جگہ اخلاص، دورہ شوق و جذبہ و غیرہ لے لیتی ہیں، جو اللہ والوں سے باطن کی اصلاح کرواتے ہیں، اور بہت جلدی اللہ کے قرب و رضا کو پا لیتے ہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّالِينَ سوره الاحزاب ۱۱۰

ترجمہ: اے مومنو! اللہ سے ڈرتے رہو اور صالحین کے ساتھ رہو (تذکرہ)



# حصہ سوم

تذکرہ مولانا جامی، عقلیت پرستی کا بحران اور مشنوی  
 اللہ والوں کے واقعات  
 راہ تصوف کی لغزشیں

## (باب اول)

## تذکرہ مولانا رومی کا

(کہتے ہیں چراغِ روم اور سجدہ ولی)

## نام و نسب اور وطن

آپ کا نام محمد، لقب جمال الدین ہے، مولوی معنوی، مولائے روم، یا مولانا کے رومی کے عرف سے مشہور ہیں، والد کا نام شیخ بہاء الدین بن حسین ثانی ہے، محمد خوارزم شاہ (متوفی ۶۹۷ھ) آپ کے دادا تھے۔

سلسلہ نسب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جانتا ہے۔

۶۰۳ھ میں شیخ میں (موجودہ افغانستان کا ایک صوبہ) پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی، آپ کے والد نے جو خود بہت بڑے صاحبِ نسبت بزرگ اور شیخ تھے، اپنے خاص شاگرد اور سربراہان الدین کو حرجِ تعلیم کے لئے مقرر کیا، انہی سے آپ نے زیادہ تر تعلیم پائی، کسبِ فیض کیا، اور ان کے بڑے تربیت دہے، مولائے روم کی عمر جب چھ سال تھی، تو آپ کے والد نے ۶۱۰ھ میں شیخ سے ترکِ وطن کر کے خیشاپور (ایران) کو وطن بھجوا دیا۔ ۱۸ سال کی عمر میں آپ کی شادی ہوئی، اور اسی دوران اپنے والد کے ہمراہ قونیہ (ترکی) منتقل ہوئے، پھر مدتِ عمر تک رہے (آپ کا حجاز بھی قونیہ میں ہے)۔

## کسبِ علوم

والد کے انتقال کے بعد ۲۵ سال کی عمر میں حرجِ طبری یا اس نے شام کے سفر پر آمادہ کیا، جو علوم و فنون کا مرکز تھا، اور ان سربراہانِ آئندہ و پاکمال اور چکاوندہ نگارِ ہستیوں سے ہمیشہ مشغور رہا۔

ہے، جن کے مجالس علم کے لفظیہ اور عقلیہ سطحوں کے چڑھتے چہارہ انگ جام میں گونجتے رہے ہیں، شام کے خرواہ طرب اور روشنی میں آپ نے تحصیلِ علوم کے لئے قیام کیا، دمشق میں آپ کا قصی عرصہ سات سال پر محیط ہے، علمی کمالات میں آپ اونچے سے اونچے مراہب تک پہنچے۔

انامِ لغتی نے آپ سے واقفیت پائی، علمِ لفظیہ کے دانگام میں رسوخ حاصل کیا، غلظتِ حکمت اور تصوف میں مہارت و کمال کو پہنچے، والد کی وفات کے بعد سید برہان الدین جو آپ کے والد کے شاگرد و خلیفہ اور آپ کے استاد بھی تھے، ان کی نگرانی و رہنمائی میں صاحبِ سال تک تصوف، تزکیہ و سلوک کی منزلیں طے کیں، اس کے بعد درس و تدریس اور اشاعتِ علوم میں ہر حق مشغول ہو گئے۔

## علمی کمال

علوم و فنون کے جواہر سے آپ کا سینہ بالابال اور دل و دماغ نہال تھے، علمی دنیا میں آپ کے پیرو ہر خوب کہلے، آپ آسان علم و فہم پر آفتاب بن کے چلے، دنیائے علم میں اس تاجدارِ علم کو دو ضمنی قومیت و مقبولیت ملی، جو کم ہی لوگوں کے حصہ میں آتی ہے، جب لکھتے تھے تو شاعری پر دونوں داعی ازاد کے ساتھ لکھتے، آپ کے جلو میں حدام و شاگردوں کے جھجے جوتے، بڑا ہجوم ہوتا، مضمین خدا از آیات کے لئے دیوانہ وار جاسوسی، ایک صاحبِ دل نے روی کی اس شان کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

ایک زمانہ مولوی روی کا تھا	صدوقار و شوکت و شای کا تھا
ایک عزت نہایت خوارزم شاہ	دوسری صدقہ علم و ان سے تاز و جاہ
جب کہیں ان کا سفر ہوتا کبھی	آتی خوار خاص شای پاکی
نظر و حدام و شاگرداں کبھی	احزانہ ساتھ ہو پلنے کبھی

دست بوسی پائے بوسی کا کلام | ہر طرف سے بس بگی ہوئی تھی دھوم

یہ شانِ جلال الدین رومی کی اس وقت تک رہی، جب تک شمس تبریزی کے تھے نہیں چڑھے تھے، اور شمس تبریزی کے سینے کی آگ اور دہتِ حقیقی کے شعلے ابھی آپ تک نہیں پہنچے تھے، شمس تبریزی نے جب آپ کو شکار کر کے سولائے روی چلا دیا، اور دہتِ حقیقی کا شعور جاری کیا، تو پھر اس آگ میں آپ خود بھی جلتے اور ایک دنیا کو جلا دیا، عشوی معنوی کی صورت میں اس آگ کے شعلے آپ کے سینے سے بلند ہوئے، اور جنگل کی آگ کی طرح شرق و غرب میں پھیل گئے۔

آج روی کر گیا شمس کھائے آہ	نذر عشق حق ہوئی سب مز و جاہ
کیا نظر تھی شمس تبریزی کی آہ	مولوی روی ہوئے سردارِ راہ
وہ روی ہوش میں جب آگئے	شمس تبریزی کے پیچھے چل چڑھے
عشق کب دیکھا ہے قاتی سلطنت	خاک میں ملتی ہے قاتی حکمت
عشق کی عزت ہے عزتِ دائمی	عشق کی لذت ہے لذتِ سرمدی

### مولانا رومی کی زندگی کا دوسرا دور

دعشق سے توبہ دہی آ کر آپ دینی علمی اور تعلیمی مشاغل میں ہر تن منہمک و مشغول ہو گئے تھے، پانچ سال کے عرصہ تک مولانا علمی اشغال میں مشغول رہے، جن کی نوعیت یہ تھی کہ درس و تدریس، دعا و ذکر اور تلاوتِ نوسخی ان سب معمولات کو مولانا پوری مشغولی اور اہتمام سے سمجھتے رہے، تا آنکہ ۶۳۲ھ میں مولانا کی زندگی کا وہ غیر معمولی واقعہ پیش آیا، جس نے اس مولوی جلالِ قونوی کو لازوال و سراپہدارِ عقیقہ زمانہ اور پکا نذرِ روزگار، موصوفائے روی بنادیا، قلیلِ کتبِ معرفت، محبوبِ ہارِ گامِ مصرت، امامِ العاشقانِ روی، اللہ کی راہ پر چلنے والے انسانی قافلوں پرستِ حقیقی اور سرفرازِ ربانی کی منزلِ یس طے کرنے والے راہِ راہوں کو

اپنی شہرہ آفاق مشہوری کے ذریعے نشانِ منزل کا چہرہ بنے والے باخبر روی۔  
یہ واقعہ مولانا کی شمس تبرج سے ملاقات اور ان کی ذات سے آپ کو الہانہ تعلق و شیعگی اور  
قائمت کی صورت میں پیش آیا۔

مولوی برگزینہ شہرہ مولانا سے دردم  
تا غلام شمس تبرجی نہ شد

## شمس تبرجی کا کچھ مختصر حال

شمس تبرجی کا نام محمد بن علی تھا، آپ بچپن سے اعلیٰ استعداد اور جذبہ محبت کے حامل تھے،  
مناقب العارفين "میں مقول ہے، کہ انکی سن بلوغ تک نہ بچپن تھے، کہ آنحضرت ﷺ کی  
محبت میں کی گئی روزگاری سے رچے بڑھا اور خوراک کی آپ کو خواہش پیدا نہ ہوتی، نہ بھری  
عام شریعت بھی آپ نے حاصل کئے، پھر اس کے بعد باطنی استفادہ اور اصلاح و تزکیہ کی  
طرف توجہ ہوئے، مختلف بزرگوں کے نام لئے گئے ہیں، جن سے آپ نے طبعی باطنی کے  
سلسلہ میں کسب لیا، مثلاً: بابا کمال الدین جہلی، شیخ ابو بکر سلہ بان، شیخ زین سہاسی رحمہم  
اللہ، لیکن یہ مختلف اوقات میں ان سب سے کسب لیا گیا ہو۔

انکی حالت آپ کی ہو گئی تھی کہ کسی چیز سے مطلب نہیں دیکھتے تھے، روحانی حقائق و احادیث  
سے کسی طرح سیری نہ ہوتی، زمانے کے لوگوں میں سے کسی کو اپنی محبت کا تحمل نہ دیتے،  
مردانِ خدا، انما صابنہ (شاندار صحابہ نگین) کو پانے، ان کے احوال و مقامات سے تسکین  
حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ سفر و سیاحت میں رہتے، دنیا جہاں میں گھومتے، گناہی کی حالت  
بھٹی ہوئی تھی، فقیرانہ طبع میں رہتے، جہاں جاتے عام سراپاں اور مسافر خانوں میں قیام  
کرتے، اور اپنے مقصد کی تلاش و جستجو میں مشغول رہتے، معاش کا بہت معمولی سلسلہ اپنی  
گزران (گزاراوقات) کے لئے دکھا تھا، از اور بند (ناڑے) کا کر بیچتے، اور حاصل ہونے  
والی معمولی رقم سے کام چلاتے، خوراک کا یہ حال تھا کہ وہ اپنی سیاحت و مشق میں ایک برس

رہے، تو ہفت بھر میں بری کے شور بے کایک بڑا (جس میں کئی تک نہ ہوتا) گوش فرماتے، کھڑے اسٹار کی جہ سے جاننے والے آپ کو خوش پرندہ، کہتے، تجریز، درہم، و مثل، ہندوار، شام کے غلغلہ مقامات کے اسٹار پر رچے، زمانے میں کسی کو اپنا ہم ذاتی اور اپنی صحبت کا متحمل جب نہ پاتے، تو یہ دعا کھڑ کیا کرتے کہ خدایا! کوئی رفیق ایسا عطا کر کہ جو میری صحبت کا متحمل ہو، میں اپنے بچنے کی امانت، ہاتھ کی دولت، معرفت کا خزانہ، محبوب حقیقی کی آنکھیں اس کو منتقل کر سکوں (کوئی ایک قول ہے)۔

کوئی مانت نہیں جہاں میں      مجھے کچھ کہنا ہے جانی بندوں میں

رنگ بھگا نہ چھاندا؟      کس غلام چھاندا

بر نقض و سب      دو عالم چھاندا

اسی اثناء میں شمس تجریزی کو اشارہ فرمایا (جاننا یا واسطہ مرشد) ملاک درہم جاؤ، وہاں ایک دس سوختہ ہے، اسے روشن کراؤ، شمس تجریزی کی اپنے جانشین اور اپنے علوم کے راز دار کے حصول کے لئے بے قراری اور مصائب اللہ مولا ناروی کے انتخاب کا محل بار بار جاننا فرستو

قصہ مولا نائے درہم کا سنو      درس دیتے تھے کبھی یہ دوستو  
 ہے خبر از حال ملک غم شب      علم ظاہر سے شلف تو روز و شب  
 درس ہن کا شہرہ آفاق تو      اہل ہاتھ سے تعلق شاق تو  
 علم کا پندار اہل علم کو      رکھتا ہے عہد حق سے دوستو  
 علم کا حاصل ہے بس مطلق خدا      آہ سب دھو کر ہے بس اس کے سوا  
 فضل لیکن جس پہ ہو اللہ کا      اک نہ اک دن ہوگا وہ اللہ کا  
 مولوی مدی پہ تو فضل خدا      فہم سے احوال کا سامان ہوا  
 کام سب کا فضل سے ہوتا ہے آدا      بے کرم کبھی بھی نہیں ہوتا ہے آدا

کہ نہ ہو۔ ہنگامِ فضل نہیں      کوئی جان حاصل ہو کب ناشکو جہاں  
 غیب سے سامانِ روی کا ہوا      شمسِ حمیری نے کی حق سے دعا  
 اے خدا جو آگ میرے دل میں ہے      جو توپ اس غمِ جاں بگل میں ہے  
 آتشِ حق جو میرے بند میں ہے      اور صفا جو پلک بھی گھینے میں ہے  
 اے خدا مٹا کوئی بندہ مجھے      جو گنجِ معنوں میں ہو لائقِ حیرے  
 معنیِ حقیقی سے اس کا بند نہ کروں      اور صدف کو اس کے میں بند نہ کروں  
 میری آتش کا قفس جو کرے      کوئی بندہ مجھ کو اب اب سے  
 وقتِ رخصت کا ہے اب میرا قریب      کس کو سوئیں یہ لانت اے صیب  
 بس اہانکِ غیب سے آئی صدا      شمسِ حمیری تو فوراً روم چا  
 مولوی روی کو کر مولائے روم      اس کو کر قاریغ تو از غوغائے روم

## شمسِ حمیری کی مولانا روی سے ملاقات کا حال

شمسِ حمیری ۲۶ اپریل، ۱۲۶۲ھ بروز سوموار کو توبہ پہنچے، شکر فرماؤں گے کہ اس میں  
 قیام کیا، ایک روز دیکھ کر مولانا روی سوار پے آ رہے ہیں، گرد و پیش لوگ پروانہ وار بھوم  
 کئے ہوئے ہیں، اور علمی سوالات کر رہے ہیں، اور مولانا جوابات دے رہے ہیں، شمس نے  
 بھی آگے بڑھ کر مولانا سے سوال کیا کہ ریاضت و مشقت اٹھانے کا پابہ کرنے اور علوم کی  
 تفصیل کرنے سے غرض و مقصود کیا ہے؟ مولانا نے جواب دیا کہ شریعت کے آداب و احکام  
 کو چاہئے، شمس نے کہا نہیں، بلکہ مقصود یہ ہے کہ مظلوم تک رسائی ہو جائے، اور دلیل میں بحیثیت  
 سنی (مشہور بزرگ اور صاحبِ معرفت شخصیت، حدیث سنی، نامی تصوف و اخلاقی تعلیمات  
 کا مشہور آفاق و باریق آپ ہی کا ہے) کا یہ شعر پڑھا:

علم کو تو قرآن ہی بتاتا      جہل باز اس علم پہ یوں ہیرا

ترجمہ دو علم کو تھوڑے حیرتی ذات کو اخذ نہ کرے، اس علم سے بھل جلد چاہئے۔  
ہے۔

سولہ اس جواب سے حیرت و استعجاب میں پڑے، جس کا حیر کو یا نکلانے پر بیٹھا، سولہ حضرت جس کو نے کر قیام گاؤں واپس آئے، اور چالیس روز تک جس تخریجی کے ساتھ ایک ہجرہ میں رہے، جہاں کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہ تھی، جبکہ بعض سولہ نگاروں کے بقول چھ ماہ تک، صلاح الدین زرکوب (جو بعد میں ردی کے صاحب اور ہم راز بنے) کے ہجرہ میں دونوں برک غلوٹ فطین (چلکش) رہے، شیخ صلاح الدین کے علاوہ اس تمام عرصہ میں کسی کو اس ہجرہ میں آنے کی گنجائش نہ تھی۔

جس کی صحبت و ملاقات نے سولہ نامی رواج بھری، نئے حقائق کی ایک وسیع دنیا کے بندہ دروازے ان پر کھول دیئے، قدرت کے پوشیدہ اسرار اور رازوں کی ایسی دنیا جس سے خاص خاص اصحاب معروف ہی شناسائی رکھتے ہیں، انہی حقائق کے ایسے دفتر جس کے عزم راز کہیں زبانوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

کئی باتوں میں بھیجتا ہے ساقی ایسا مستانہ بدل دیتا ہے جو نگراں ہوا کلام بھلائے جس تخریجی کی صحبت سے حاصل ہونے والی اس باطنی و روحانی دولت کے حصول سولہ ناخود فرماتے ہیں۔

جس تخریجی بہادر و حقیقت منور از فیض قدم دوست کو ایمان دار ہم ترجمہ جس تخریجی نے حقیقت و حقائق کے راستے کی طرف ہماری رہنمائی کی، یہاں کے قدم قدم کا فیض ہے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں۔

سولہ نے جو کہ اب تک زمانے کے مقتدا و پیروا تھے، رئیسوں اور بادشاہوں تک کی نیاز جہیں، جن کی بارگاہ و حصار اور عراب علم و کمال میں جک جاتی تھی، اب جس تخریجی نے انہیں از خود رفتہ و پائے کر دیا، اور شوق و دلہنگی کا قلعہ جو الا ہادیہ، جسے جس تخریجی کے بطور



ایک مل جل کر خدائے الہی اس حالت کو خود بیان فرماتے ہیں:

زہدِ یوم ترانہ گویم کردی      سرشتِ یوم وادہ جہلم کردی

سجادہ نشین بادشاہِ یوم      باز پہ کوکاس گویم کردی

ترجمہ: اے شمسِ حجازی! میں زہدِ شگفتہ تو نے محبتِ الہی کی جوت جگا کے مجھے

فزل سرا کر دیا، تو نے مجھے یوم کوئین کے ساقی (محبوبِ حقیقی اللہ جل و علا) اور

معرفت کی شراب کا حقِ الامتیاز دیا، میں ایک بادشاہِ گدی نشین، مقتدر و نامنشاقتہ تو نے

مجھے اپنے کوچے کے کڑکوں بالوں کے لئے مفضلہ و قند شاہِ یار (یعنی دیمانہ وادہ) دیا،

کیونکہ دیمانے کو شرابی لڑکے تلک کرتے ہیں۔

شمس کی حدِ کثرت و صحبت اور مولانا کی ان کے ساتھ طوطی نشینی نے اپنے اثرات دکھانے

شروع کر دیئے تھے، مولانا نے دوس دوس، دھڑ کوئی وغیرہ سب طبعی مشاغل و مصیبتیں

موقوف کر دیئے، مولانا کے شاگردوں، مریدوں، متفکرین اور مقلدِ اصحاب پر مولانا کی یہ

تہذیبی ناگوار اور شقی گزری، وہ سخت حیرت میں تھے کہ مولانا کو یہ کیا ہو گیا، اور اس خود وارد

درویشی نے مولانا پر کیا جادو بھونک دیا ہے کہ وہ معتدل ہو کے رہ گئے، اس درویشی کے ساتھ

علوت گزین ہو کر چھٹکی کے علاوہ مولانا کو کوئی اور کام ہی نہیں رہا، اپنے حاضر و پیش شاگردوں،

اپنے پر جان چھڑکنے والے مریدوں تک سے پہلے کی طرف مچھتیں بند ہیں۔

سارے عالم کو خدا طریقیں لائے نہ ہم      جانے کیا پاگئے جان عالم سے ہم

اس سے ان لوگوں میں ایک عام شورش اور بے چینی کا پھیلنا فطری امر تھا، یہ سمجھنے لگے کہ یہ

غریب الدیار اور نامعلوم احوال پر دسکِ ملک ضرور کوئی شعبہ ہائے دھوکا، یا ساحر و سحر نویس

ہے، جس نے یہ سارے مولانا کو اپنے عموں کے زور پر ہم سے اچک لیا اور اپنا امیر و مسرور

کرایا۔

یہاں اس کا ذکر کہ دماغِ خود چاہناز اس      باسدِ سامانِ رسوائی میں سر ہزاری و تقصیر

نہ جانے ذرا سی دیر میں کیا سے کیا ہو جائے جو دستارِ فضیلت کم ہو، دستارِ محبت میں لوگوں کی بے چینی حد سے بڑھی تو انہوں نے اپنے تئیں جس تہجیزی کے نرے سے سولہا کو نکالنے کے لئے عملی اقدام شروع کیا، یعنی حضرت جس کو (جوان کے خیال میں) مظلوم، اعلان ملک اور شہید قرار دیا، ستانا، تنگ دہیٹان کرنا اور ان کی شان میں گستاخی سے قش آنا شروع کیا۔ ج

### دھال پلٹنے کے آگاہ شد

اب میں خندا، بنگر میں تارا اور دھم جس سے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کہ حضرت جس ایک وقت تک تو یہ ایذا نہیں سہتے رہے، لیکن جب آپ نے کچھ ہا کر اب یہ سوادِ فتنہ ولسا کی طرف بڑھے گا تو ایک دن پشیدہ طور پر پیپ چاپ آپ نے تو یہ سے کوٹ کر لیا۔ ج

### ۱۱۔ بیچے تھے دوائے دل، وہ دکان اپنی بڑھا گئے

بعض تہ کرنا کاروں نے جس تہجیزی کی اس پہلی لکھو بہت (کیونکہ اس کے بعد دوبارہ کات اور پھر دوسری خوب بہت بھی ہوئی) کی تاریخ یکم شوال ۱۳۳۳ھ ذکر کی ہے، مولانا کے خدام اور یہ ہیں تو یہ سمجھتے تھے کہ جس یہاں سے چلے جائیں، تو مولانا صاحبِ حالت پر ہوتے انہیں گے، مظلوم دارِ شاد، اقا، اور استغفار اور دوسرے دوسرے وغیرہ ملحوظات دینیہ کا سلسلہ حسبِ سابق شروع ہوا ہے گا، لیکن ایسا نہ ہو سکا، ان لوگوں کی توقعات کے برعکس مولانا نے جس کی جہائی کا بڑا گرا اثر لیا، اور یہی ہے آپ کی طرح تڑپے پڑنے کی توبت آگئی، جس کی موجودگی میں تو پھر بھی مولانا کے مخصوص مقرنین، خاص شاگرد اور یہ اور صحابین کو مولانا کی صحبت میرا جانی تھی، ملحوظات سے مستفیض ہونے کی توفیق اور انی تھی، جبکہ جس کی لکھو بہت سے مولانا پر جس قسم کا قلبِ حال، احتراق، وہاب وہ خاص شاگرد اور یہ بھی صحبت و ملحوظات سے غلام ہو گئے۔

## صلاح الدین زرکوب کی دکان پر

استغراق اور غلبہٴ حال کی اس کیفیت میں مولانا ایک دوسرے صلاح الدین زرکوب (مولانا کے ہمراز و دوست اور ہم عصرین) کی دوکان کے آگے سے گزر رہے، جہاں زرکوب چاندی کے اورانی کوٹہ رہے تھے، تو مولانا کو شمس کی یادوں کے زخمِ تازہ ہو گئے (کیونکہ زرکوب کے ہمراہ میں ہی مولانا نے شمس کے ساتھ چھ ماہ کی غفلتِ لٹنی کی تھی)۔ مولانا پر وہد اور جذب کی کیفیت جاری ہو گئی، ”دیر تک وہیں کھڑے بھرتے رہے اور وارگی کے عالم میں یہ شعر گفتا کرتے رہے۔“

کچے گچے چڑیا آہِ بدیدہ دکانِ زرکوبی      رہے صورتِ مذہبے معنیِ مذہبے غولبی  
تربصہٴ زرگری کی اس دکان میں ایک بڑا خزانہ ظاہر ہوا تھا، اس کی صورت کے کیا کہنے، اس کے کالائے کے کیا کہنے، اس کی جملہ صفات اور خوبیوں کے کیا ہی کہنے، ”مرا شمسِ تبریزی ہیں“

مولانا پر استغراق اور جذب کا یہ عالم اس وقت تک جاری رہا، جب تک دمشق سے شمس کا خط آچا تک مولانا کے نام نہ آ گیا، اس خط کے پانے سے مولانا کی حالت بہتر ہوئی، بہرہٴ قرار ہوا، اب شرعی حدود میں رہ کر شمس کی طرف بھی مولانا متوجہ ہوئے، دلاور مریدوں و شاگردوں میں سے جن لوگوں نے شمس کے خلاف کوئی نازیبا حرکت نہ کی تھی، ان پر اب مولانا نے اپنی توجہ اور حمایت مبذول فرمائی، اس دوران مولانا نے شمس کی خدمت میں چار خط لکھے، جن میں اپنی کیفیت اور ملاقات کے اشتیاق کا ذکر کیا ہے۔

وہی شامِ ظلم کا مظلومیِ مستغرقِ جاہیں      میری آنکھیں تک رہی ہیں تیری دایہی کی راہیں  
اس دور کے ایک خط میں مولانا نے حضرت شمس کو مخاطب کر کے اپنی بے تابی اور عشقِ ملاقات کا ذکر ان اشعار میں پیش کیا ہے۔

غایۃ التوحید والشراف تغافل

انہما السُّؤرُ فی القُؤُودِ تغافل

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ سب کچھ ایک ہی جگہ ہوتا ہے۔

أَنْتَ كَالْخُمْسِ أَذُنٌ وَبَنَاتٌ      يَا قُرَيْتَا غَلِي الْبَعَادُ تَعَالَى

اور انہوں نے حضرت خنس کو راہیں لانے کے لئے اپنے صاحبزادے سلطان احمد کو مقرر

آخر مولانا نے حضرت خلیس کو ابھاسانے کے لئے اپنے صاحبزادے سلطان ولد کو مطلق بھیجا، کہ میری جانب سے بہت کچھ نذر مسندت کرو، اور جو لوگ گستاخی اور ایذا کا باعث بنے تھے، ان کے توبہ نامہ ہونے اور اپنی خطا کی صفائی چاہئے، کا بھی ذکر کرو، اور درگزر فرمانے کی درخواست کرو، ۱۶۵۸ء نے ایک حریف (علی) بھی بننے کے ہاتھ بھیجا، جس میں اپنی سب نالی کا حال منکومہ ذکر کیا، اس میں سے بعض اشعار یہ ہیں

مکہ ازاں دم مکہ تو سفر کردی از عطاات جدا شد نیم چہ موم

مرتب و طبعی سوزنم ز آتش جنت و زانکه عرم

شام از ۷ صبح تا ۱۰ شب

الغرض سلطان دلد نہایت شان و شوکت اور عزت و احترام کے ساتھ حضرت عیسیٰ کو مدد فرما کر لے کر آئے۔

۱۔ ترجمہ اسے دلوں کی راہی، نگہوں کی سیوا، چہ خشنی بہرہ ورانہ، خصوصاً دلوں کی خشنی راہی، آچہ ہے۔

”کہو بھلا کون (لوگوں کے عقائد پر قائم) آخر کی طرف اپنی محبت و محنت کو نکالے گا۔“

دیکھ کے اس سے کام لیں۔ آج کے صبح کی کھانہ کے بعد جب کہ وہ صبح کی کھانہ کے بعد

ان کے ہر قدم کی نگرانی کرتے ہوئے ان کے ہر قدم کی نگرانی کرتے ہوئے ان کے ہر قدم کی نگرانی کرتے ہوئے

2. 11. 2014 - 15. 12. 2014

میرے پاس ایک بڑا سا کھانا تھا، اس لیے میں نے اسے کھا دیا۔

پچھتے کہتے رہتے ہیں (جہاں کی) آگ سے بچ رہے ہیں، اور وہ شکاری یہ خاص سے باطل کر رہے ہیں۔

[illegible][illegible]

blogspot.com

## شمس تبریزی کا قونیہ میں قیام اور شادی

مولانا کو حضرت شمس کے قونیہ میں دوبارہ جلوہ گر ہونے اور اپنی محتاج کم کشتہ واپس ملنے پر جو کچھ سرت و شدہ دانی ہو سکتی تھی وہ ظاہر ہے، اسی طرح آپ کے مریدوں و شاگردوں اور حلقہ احباب کی خوشی و مسرت بھی ظاہر ہے، کیونکہ مولانا کے فیوضِ علمی و روحانی سے وہ اسی صورت میں مستفید ہو سکتے تھے کہ شمس کے فراق کے صدمے سے مولانا دو چار نہ ہوں۔ شمس کی خدمت میں وہ لوگ آ کر معافی کے طلب گار ہوئے، جن سے گستاخیاں سرزد ہوئی تھیں، حضرت شمس کا یہاں عقد نکاح بھی ہوا اور مولانا کی رہائش گاہ کے قریب ہی (اسٹیج دھان یا اناج کے ایک حصہ میں) حضرت شمس کا نیا ایوان قیام کیا۔

اب ایک عرصہ تک مولانا کی حضرت شمس کے ساتھ ہم نشینی و صحبت اور کسبِ فیوضات کا یہ سلسلہ جاری رہا، مولانا کا اخلاص اور تعلق حضرت شمس سے روز افزوں ہو رہا تھا، آخر کار ایسے اسباب پیدا ہوئے کہ حضرت شمس آزدوہ خاطر رہنے لگے، اس دفعہ آزدوہ کی کاسب جاننا مولانا کے بیٹے علاء الدین چٹکی بنے تھے، شاید ان کو یہ فکایت تھی کہ حضرت شمس کی توجہات اور نظر عنایت ان کے بھائی سلطان ولد پر ان سے زیادہ ہے، اس سے بعض بدخواہ لوگوں کو بھی موقع مل گیا کہ وہ بدگمانیاں اور غلط فہمیاں پیدا کر کے پھرتا لگائیں۔

## شمس تبریزی کی پراسرار غیبت

یہاں دورِ راجتیم ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ حضرت شمس کو بعض خفقہ پرداز لوگوں نے قتل کر دیا تھا، لیکن یہ روایت زیادہ دینی نہیں، دوسری روایت شمس کے دوبارہ غائب ہونے کی ہے، یہی روایت زیادہ معتبر ہے، اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ مولانا اس بار بھی حضرت شمس کی تلاش میں بہت سرگرداں رہے، اگر آپ قتل کئے گئے ہوتے تو اس کی نو بہت نہ آتی، اور مولانا کے ذہن کے شعر میں بھی غمِ غیبت ہی کا ذکر ہے۔

نام کہاں گم شد اور کہاں ہے تار و تار دل اندہاں ہے

شخص کی خصوصیت کے بعد مولانا کی حالت پھر خیر ہوئی شروع ہوئی، مگر یہ سب آپ نے پہلے ہی اختیار کیا تھا، اب اس میں اور ترقی ہوئی، اپنے عہد سے جس شکل پر رہتے تھے اور کلمے پیچھے شروع ہوئے اور آہ فریاد کرتے تھے، تو یہ میں آپ کی اس حالت کا بڑا نقشہ ہوا، حضرت شخص کی جدائی میں اس زمانے اور اس حالت میں آپ نے بڑی تعداد میں درد و غم سے لبریز اشعار اور غزلیں کہی ہیں (جو آپ کے دیوان میں جمع ہیں)

یہ قراری کے اس عالم میں مولانا نے شام کے سڑکا ارادہ کیا، آپ کے مخصوص اصحاب، متعلمین آپ کے مراد تھے، و مقلد پہلے، اپنے درد و غم سے اشعار اور کلام سے، حوالہ کو سو گوارہ کر دیتے، اور لوگوں کے دلوں میں آنکھیں شوق، شطرنج کر دیتے، لوگ حیرت کرتے تھے کہ زمانے کا ایسا فاضل اور پکا ندرت و گار عالم کیوں اس طرح دے دیا، اس پر توجہ فرمائی، آخر کیا چیز ہیں؟ مقلد میں جب شخص کا چکوات پڑتا ہے تو دماغ تو قویہ آگئے، چند برس تو یہ میں قیام رہا، مگر عجب اٹنی کاٹھ ہوا، اور کچھ لوگوں کے مراد و مقلد تخریب لے گئے، اور پھر شخص کے غلے سے باہر ہو کر دماغ تو قویہ آگئے، لیکن اس وقت مقلد سے مولانا کی دماغی ایک بڑی چلی تہذیبی اور طبیعت کے انتخاب کے ساتھ ہو رہی تھی، وہ یہ خیال اور رجحان تھا کہ شخص کی جستجو اور حقیقت اپنی ہی جستجو تھی (یعنی شخص میں جو کچھ کلمات و صفات اور معارف و علم و مقامات تھے، وہ سب خود گھم میں موجود ہو گئے، چنانچہ جس جس کیفیت کو آپ پہلے شخص میں ملاحظہ فرمایا کرتے تھے، اب خود اپنی ذات میں ملاحظہ فرمانے لگے، آپ کے صاحبزادے سلطان ولد کے الفاظ اس بات پر ہیں

”اگرچہ مولانا قدس سرہ شخص اللہ بن حجر بنی و اعظم اللہ ذکر و بصورت ہر مقلد نیازت بخشی در خود یہ لذت دیر آں سال کہ شخص اللہ بن رابو حضرتش را ہاں حاصل شد“  
ترجمہ: اگرچہ مولانا قدس سرہ نے شخص اللہ بن حجر بنی کو (اللہ اس کا ذکر نہ چاہا) دیا



کوٹلی حسام کے بغیر ممکن نہیں تھا۔ جس مجلس میں چلی نہ ہوتے مولانا کی طبیعت میں جوش و گرمی پیدا نہ ہوتی اور اسرار و معرفت کی باتیں کرنے سے پرہیز کرتے، جن لوگوں کو یہ حقیقت معلوم تھی وہ مجلس میں حضرت چلی کی موجودگی کا اہتمام کرتے تھے تاکہ دریائے فیض جاری ہو اور مولانا کے دل و زبان سے معرفت کے نفاہ سے بہوت ممکن۔

مشغی کی تالیف اس انداز میں ہوئی کہ مولانا پر جب مخصوص حالت و کیفیت طاری ہوتی اور شوق و وارفتگی کا عالم ہوتا تو بہت اشعار و رباعی سے صادر ہوتے، مولانا اشعار کے دریا بہا رہے ہوتے اور چلی حسام تھکے چپے جاتے، لکھ لینے کے بعد چلی حسام اس کو بندھاؤ دے سے خوش آوازی کے ساتھ پڑھتے، بعض مرتبہ چری چری رات اسی مشغلہ میں گزر جاتی، اور مشغی کی تالیف اسی انداز میں شام سے صبح تک جاری رہتی۔

مشغی کی جلد اول (پہلا دفتر) مکمل ہوئی تو چلی کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا جس سے ان کی طبیعت میں انہروں کی پیدا ہوئی، اس کا اثر مولانا کی طبیعت پر بھی ہوا اور آپ کی طبیعت میں وہ جوش و ولولہ اور کیل و سرور کی حالت نہ رہی، جس میں از خود رخت ہو کر اشعار کے دریا اُبھرتے تھے، اور معرفت و اسرار کی اونچی سے اونچی باتیں بے تکلف ان کے افسانہ میں سوس جاتیں۔

اس طرح تقریباً دو سال تک مشغی کا سلسلہ بند رہا، پھر وہ بارہ حسام کی تحریک و تقاضے پر شروع ہوا اور مولانا کی وفات تک جاری رہا، سو پندرہ سال کا عرصہ بنتا ہے، جس میں مشغی مولانا کے قلب و زبان اور چلی کے قلم سے وجود میں آئی۔

## ”بشنواز نے چوں حکایت می کند“

بشنواز نے چوں حکایت می کند      روزِ جدائی ہاں حکایت می کند

یہ مشغی کا پہلا شعر ہے، اس شعر سے مشغی مولانا دردم کا آغاز ہوتا ہے، شعر کا ترجمہ یہ ہے: ہنسی کی آواز سنو، جبکہ وہ اپنی داستانِ غم یا اپنا ماجرا بیان کر رہی ہے، اور جدائی و فراق کا شکوہ طرح و کر رہی ہے۔



شمس کی سمجھتوں نے جہاں مولانا کے سچے کولوم و معارف سے لبرج کر دیا تھا اور آپ کے دس اور ایم کو غلطی کے اسرار و رموز اور باطنی اسرار کا خزینہ دار بنادیا تھا، وہاں شمس کی جدائی و تفریق نے آپ کو درہمیت کا شعلہ جوالہ بھی بنادیا تھا اور دھمت اور معرفت کی بجلی آگ جب مولانا کی زبان سے نکلے ہوئے معرضہ تحریر میں آئی تو ”مشنوی مولوی معنوی“ کہلائی، جو پڑھنے والوں کے سینے میں بھی جھول شہا، صہدائگی پھیل دے رہا تھا۔ ”مصلحت خداوندی کی آگ لگا دیتی ہے“ (سیدنا علی)

مشنوی شریف قرآنی علوم کا خزینہ، روحانی اور باطنی اسرار و رموز کا دھینچہ اور آسمانی و آفاقی حقائق کا گنجینہ ہے، جھول ملجا جائی رہے اللہ! (ارشد علیہ السلام)

مشنوی مولوی معنوی      بہت قرآن اور زبان پہلوئی

## مشنوی کا اندازہ بیان

چند فصاحت اور اخلاقی تعلیمات کے بیان کو تنگ موضوع سمجھا جاتا ہے، اسی طرح فلسفہ و کلام (علم معنوی) کے مضامین بھی تنگ دیتی ہوتے ہیں، کلامی مباحث میں جھول و مناظرہ اور بحث و مناظرہ بھی ایک لازمی عنصر ہے (کلامی مباحث پر متفکرین اسلام جو اسحق علیٰ بن خیرا چھوڑ گئے ہیں، وہ اس پر گواہ ہے) کیونکہ کلامی مباحث (یعنی علم لفظی و کلام) اسلامی تعلیمات کی علامت ہے، جس میں اسلامی تعلیمات (معنا و ایمانیات، احکامات، اصول و فروع) کی حقانیت و صداقت اور برتری سب ادیان و مذاہب پر حتمی و آفاقی اصولوں کی روشنی میں ثابت کی جاتی ہے، نیز غیر مسلم اقوام، مادھن و ملحدین اور دہریہ مخالفین کے اسلام پر

۱۔ علامہ ابن ہانی رحمہ اللہ نے صدی ہجری میں عالم اسلام کے پاس دعا گو، مایوس و مفلکوں کے حضور دعا گو ہوئے ہیں، مختلف علوم و فنون پر، اور شعور و علم میں جہالتیں آپ نے دیکھا، مجاہد، علم، علم، علم و راجح تصوف و سرائیس کا تعلق اور معرفت میں شرارت جانی خاص طور پر مشہور ہیں، شرارت جانی تو کہ تو نظر بیا جائے سو سال سے عربی و فارسی کے سب سے بڑے مصنفین آ رہے ہیں، فارسی کی شہرہ آفاق مصنفین کا شیخ ہے، آنگلی، بدھ، چن، دھرم دھرم دھرم دھرم آپ ہی ہے۔



(۳) شیخ سعدی کی نگہستان بہستان۔ ۱

(۴) ششوی سورا نامہ۔

ہر چہ کہ ششوی شریف معرفت کے علوم کا خزانہ ہے، جس میں ایک طرف تصوف و طریقت جیسے دقیق و نازک علم ان کے جنگل سے جنگل بہاؤ سے مل جاتا ہے اور دوسری طرف علم کلام کے میدان میں سولہ ساری مسلمانوں کے باطنی فرقوں (روافض، خوارج، معتزل، باطنیہ، قدریہ، جبریت و غیرہ) سے پیدا کردہ مسائل کے حل ملتے ہیں اور سب کو دین کی صحیح تعلیمات کی روشنی میں سمجھنے کے لئے نظر آتے ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ ہر عدد و ہر حقین طلاس و زبادی اور دوسرے ادیان و مذاہب والوں کے اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے اور ان کے عقائدات و قصورات کا بڑا دھچکا اور بظاہر ثابت کرتے ہوئے ان سب سے سولہ باتیں چھ نکلی جگہ لڑتے نظر آتے ہیں، اور یہی ایمان آگاہ و کھل و رواں، مسلسل، حق کی محبت اور جوش سے لبریز اور یقین و جرات کی اقدار گہرائیوں میں لوبا ہوا ہوتا ہے کہ دل کو ایک دروازے سے اور دماغ کو غیم و شعور سے بھر دیتا ہے، محض ایک سنگ

﴿ گزشتہ صفحہ پر جاری ہے ﴾

روائی دہتی ہے، اس کتاب کے مصنف نے اس کا کر آپ کے حلقہ میں چھوڑ دیا، مطلقاً غیر مراد، مشہور ہے کہ کہانیاں بکاس و زبردستی چاہتا ہے، پھر اس کا رشتہ و تعلق، خیر، برکت اور حصول کے طریقے ہیں، آپ کی سوانح و حکیم کتاب ہے، مری و ملی مدرس کے قادی صاحب کا سعدی ہے۔

۱۔ شیخ شریف الدین (لقب: شیخ الدین) سعدی شیرازی (۱۲۵۵ھ-۱۳۴۵ھ) گجرات، دکن، قادیان، آپ میں آپ کی لادہاں و صاحب داتا گیارہ کتابیں ہیں، گزشتہ سات سو سال سے عربی، انگریزی، اردو، اصل (تہذیب و تمدن) اور صلیب پاک و ہند، بلکہ ملکی میں مسلمانوں کی دانش و عقلی صاحب کا رازی سعدی ہے، ان سات سو سالوں میں مسلمانوں کی تعلیم کی تعلیم میں کتاب سے مصیبت ہوئی، تعلیم و تربیت، علمی برکت، اخلاقی تعلیمات کے لیے اس سے حاصل ہے کہ سچے آدمی آواز دے گا کہ میں اس نام کو جس میں وہ سب نسلوں میں حق نے عطا کیا ہے، اس کے لئے امت کی گرامی شکر ہے، کہ ہمارے ان میں سے کوئی ایک آپ کے کتاب میں نہیں آتا ہے، آپ کا کلام ہے۔

ان کتاب کی تعلیم و روشنی کی سات سو سالہ تاریخ و ترقی و ترقی میں ہی وہ دیکھ کر کہہ سکتی ہیں، مری و ملی مدرس نے انگریزیت و طریقت کا لہر چھوڑ کر مسلمانوں میں اس کے لئے اسلامی تعلیم کا یہ امتداد کیا ہے، حقیقت ہے کہ ان کتاب کے لکھنے سے کلام خدا کر دیا، علموں نے بہت کچھ لکھا ہے۔

دو قلعی طم فنی کو اختیار کر کے اس کے ہی اپنے جان میں اتنی تاثیر پیدا کرنا ہی بڑا جان جو کھوں کا کام ہے، چہ جائیکہ ایک سے زیادہ علوم و فنون کی سنگلاخ زمینوں میں معانی کا ختم کیا جائے اور وہ سوا بہار کھیتیاں بن کر لہلہانے لگیں، اور صد ہا سال گزرنے پر بھی ان کی تردادگی میں فرق نہ آئے، بلاشبہ مشکوی شریف اسی مرتبہ پر فائز ہے۔

بہار عالم حشیش دل و جاں ناز و میداد رنگ اصحاب طائرہ را بہ اصحاب معانی را

### مشکوی کی چند وجوہ تاثیر

مشکوی کی اس تاثیر و جامعیت کی ایک وجہ بلکہ اصل وجہ تو ان مضامین کا الہامی ہونا ہے، جو خود سوارے کے بعض اشعار سے معلوم ہوتا ہے (جہاں جان کرتے کرتے استغراق و وارفتگی کی طاری شدہ حالت جب فتم ہونے لگتی ہے تو ٹھکی حسام کو خطاب کرتے ہوئے آپ فرماتے لگتے ہیں کہ اب پانی گدلا آنا شروع ہو گیا ہے، مجھے کھوپڑی سے سلسل پانی نکلا ہے تو بعض دفعہ کھوپڑی میں جمع شدہ پانی فتم ہو جاتا ہے اور ذول میں گدلا پانی آنے لگتا ہے، جو علامت ہوتی ہے اس بات کی کہ نیچے پانی بالکل معمولی سارہ گیا ہے، مگر انتظار کیا جاتا ہے تاکہ زمین کے سقوں سے پانی اٹل اٹل کر جمع ہو جائے، اسی طرح مولانا بھی حسام کو آگاہ کرتے ہیں کہ الہام کا تکفل جو بلا ہائی کی نورانی تاروں سے جڑ گیا تھا، اور ذول و دریاغ پر علوم کا زول ہو رہا تھا مشتعل ہوا چاہتا ہے، کچھ نقد بننے کی ضرورت ہے، تاکہ طبیعت کو آرام ملے اور بلاشت کی حالت میں دوبارہ جذب و شوق کی کیفیات پیدا ہوں، اور اوپر سے روح کا تکفل بن جائے) مشکوی کے آخر میں مولانا نے سلسلہ حکام کو عین فتم کیا ہے۔

چونکہ دار و روزنہ دل آفتاب فتم شد و اللہ اعلم بالصواب

یعنی دل میں جس روشنی و امن سے ٹھکی علوم و معارف کا اور دار و الہام ہو رہا تھا، اب اللہ کے حکم اور حکمت سے الہام کا یہ آفتاب فروپ ہو گیا (بجائے چلنے کے استعارہ ہو گیا، جیسا کہ اصحاب

معرفت کو یہ دلوں حائضیں بخش آتی ہیں، کتب تصوف میں ان اصطلاحات اور حوالہ کی تفصیلات دیکھنی چاہئیں اور اللہ ہی کو خوب معلوم ہے کہ حکمت و معلومت کس وقت کس چیز میں ہے؟ عقلی فرمانے میں کب معلومت ہوتی ہے، اور استعارہ انقباض میں کب حکمت ہوتی ہے؟ مشغولی کی تاثیر کی دوسری وجہ بندہ کے خیال میں مشغولی میں ان مضامین، عالیہ کے بیان کے لئے سوال کا اختیار کر دیا۔ سلوب بیان ہے۔

اور وہ اس سبب بیانِ حکایت و افسانے کا انداز ہے کہ افسانوی انداز میں کوئی قصہ یا واقعہ سول نابیان کو باشرعاً دیا کرتے ہیں، بلکہ اس کے ضمن میں روایتی حقائق بکھرتے جاتے ہیں، اور اونچے سے اونچے مضامین (کھدی و اعتقادی، عملی امور، جدایت و خلافت کی باتیں، اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے متعلق مہذبہ توحید، محبت و معرفت اور درود و محبت کے مضامین وغیرہ) بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔

تیسری وجہ مثنوی کا نظم اور اشعار میں ہونا ہے۔ ہماری مثنوی اشعار اور نظم میں ہے (چنانچہ نقطہ مثنوی شعر و نظم ہی کی ایک صنف کا نام ہے، جس میں ہر شعر کا اپنا کافیہ دردیف ہوتا ہے، غزل کی طرح چار اقصائیک ہی کافیہ دردیف میں ہونے کی پابندی نہیں ہوتی)۔

مشتوی کافی جائزہ

صاحب "سجدارف شغوی" کے مطابق یہ پوری شغوی علمِ عربی کی عربی سندس مکتوب میں ہے جس کا ہوا ہے۔



[illegible]

11/15/2011

අනුරාධපුරයේ සිට

وزیر اعلیٰ پنجاب، اسلام آباد

فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاعْبُدْهُ وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلِيمُ الْغُيُوبِ

• • • • •

## مثنوی کے پہلے شعر کی تشریح

نے (یعنی ہنسری) سے مراد روح انسانی ہے کہ عالم ارواح (خلقت) میں محبت و معرفت میں مستغرق و مشغول تھی، عالم اجسام کے ساتھ حلق ہونے سے منقطع جسمانی ثبوت و نصب کا اس پر قلب ہوا، اور اس وجہ سے صفات روحانی یعنی محبت و معرفت وغیرہ میں کمی شروع ہوئی، مگر جادو پنہی یا کسی کمال کی محبت سے باطن دل، باطن اللہ کے احوال و احوالات کے مطابق سے متکبر ہوا اور دلائل و افواج سے باطنی اصل حالت اور (روح کی) اصل صفات یاد آئیں، تو اس کے فوت (ضائع) یا مغلوب ہونے پر افسوس ہوتا ہے، تو اس وقت (آدی) زبان حال یا زبانِ قائل سے اس تاسف کو ظاہر کرتا ہے، جو کہ نفسِ لودہ کا درجہ ہے (اس درجے پر چلنے والے متوسط سالکین اور عین کے اسی قسم کے احوال ہوتے ہیں) حکایت سے بھی مراد ہے، اور اس افسوس و غم اور آہ و زاری کے سبب اس کو نہ (ہنسری) سے تھپو دی گئی (کیونکہ ہنسری کی لے میں بھی جزا سزا اور درد ہوتا ہے) اور چونکہ صفاتِ حمیدہ روح کی بہت سی ہیں، محبت و معرفت اور ذکر و قائم، ان سب میں (آدی دنیہ کی) رنگینیں میں کھوکری کی پاتا ہے اس لئے ایک ایک کو سوچی کر بیان ہوتا ہے، کہ ان سب کی جدائی ہوگی، اس لئے فرماتے ہیں کہ (جدائی حال) یعنی کئی جدائیوں کی حکایت کرتا ہے (مکہ طری)

لظہا مگر ہے حیرتی چشمِ نیم باز اب تک  
ترا وجود ترے واسطے ہے باز اب تک  
ترا نیاز نہیں آفتابے باز اب تک  
کہ ہے قیام سے خالی تری نماز اب تک  
گسٹے تار ہے تری خود کا سار اب تک  
کہ تو ہے غمِ رازی سے بے نیاز اب تک

## (باب دوم)

## عقلمیت پرستی کا عام دور دورہ اور مثنوی

”مثنوی روی“ کی علمی قدر و قیمت اور دینی افادیت کو مجھے کے لئے اُس میں مضمحل ہونے کی ضرورت ہے، جس میں مظهر میں اور جس دور میں مثنوی کی تدوین ہوئی، یہ ساتویں صدی ہجری کا دور ہے، ساتویں صدی ہجری میں پورا عالم اسلام عقلمیت پرستی کی تہذیب ہوا اس کی ہیئت میں آچکا تھا، جس طرح انیسویں اور بیسویں صدی میں مغرب نے عقلمیت پرستی کا یہ نکل دورہ کئے زادیں سے چوری بھڑا بنگلی سے بھونکا تو کیا مشرق، کیا مغرب، ساری دنیا عقلمیت پرستی اور مادیت پرستی کے اس صور اور جاتوں کی آواز سے سحر ہو کر نگلی کا تاج پہنے گی، لائق یہ ہے کہ عقلمیت پرستی اور مادیت پرستی کی مغرب سے اٹھنے والی یہ بادِ موسم مذہب سے بے گناہت و افکار کر کے، خالص دہریت کو گلے لگا کر سائنس و ٹیکنالوجی کے دوش پر سوار ہو کر چلی، جبکہ پچھلی اور ساتویں صدی ہجری کی عقلمیت پرستی کی آندھی منطق و فلسفہ اور علم کلام کے دوش بدوش ہوتی رہی ہے اور علم کلام تو ظاہر ہے کہ مذہب کے افکار پر نہیں، بلکہ مذہب کی حمایت پر بنا رکھتا ہے۔

فرہیدہ ساتویں صدی ہجری کی اسلامی دنیا میں کلامی مباحث کے غلطی تھے، عالم اسلام کے علمی جگری تھے اور عقلی امور سے، فلسفیانہ مباحث اور کلامی مسائل سے گونج رہے تھے، عالم اسلام کے معتد و متاثر طبقات چلی عبادت کے طور پر ان رائج الوقت فلسفیانہ اور کلامی علوم و فنون میں گہری دلچسپی رکھتے تھے، بادشاہوں کے دربار اور امیروں کی ڈائریز میں ان علوم کے ہا کمال ماحیثین کی ہمشکوں اور نیکو رسموں سے گونجتے تھے، اور بدول و مناعہ کے گویا اکھاڑے بنے ہوئے تھے، دینی انسان مذہب اور اعلیٰ تعلیم یافتہ تیار ہوتا تھا، جو منطق و فلسفہ







لہذا عربی میں عقل ہوا (نیز قدیم مذاہب کے اہل علم اور فضلاء سے مسلمانوں کا ارتباط اور تبادلہ خیالات ہونے لگا تو مسلمانوں کے وہ افراد اور گروہ جو عقلی اور کپاڑا پہن رکھتے تھے، ان کے افکار و علوم سے متاثر ہونے لگے) اور ماسون الرشید نے غیر معمولی روشن خیالی کا ثبوت دیتے ہوئے دارالترجمہ قائم کر کے یونانی مطلق اور قطعی کا بہت بڑا ذخیرہ عربی میں عقل کرایا (دارالترجمہ کا آغاز ماسون کے پردادا خلیفہ منصور کے دور میں محدود درجے میں ہو گیا تھا، ماسونی عہد میں یہ حد کمال کو پہنچا) اس سے ماسون اور اس کے عہدوں کے دہم کے مطابق کچھ جزوی اور وقتی فائدے مسلمانوں کو حاصل ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں، مگر ہونے بھی ہوں تو وہ اس آیت کے صدیقی ہیں۔

”يسئلونك عن الصبر والعسر، قل ليهما ألم كبير ومنافع للناس“

لیکن ان یونانی دوح داری و فترتوں خصوصاً الہیات کے باب میں خرافات کے پانچوس کے عربی میں عقل ہونے اور مسلمانوں میں راہ پانے سے اسلامیات کی دوح کو اور عالمگیر اسلامی معاشرے کی مذہبی اقدار اور بنیادوں کو سخت صدمہ پہنچا، اس سے جہاں ایک طرف مسلمانوں کے کلی کردار و قرآن وحدیث کو چھوڑ کر یونانی مطلق و قطعی پر جھک پڑے، فلسفیانہ الہیات، اللہ معنی اشراقیت اور ارسطو کی مشابہت میں جاہلیت و صوفیہ نے لگے جو زبان اقبال مرحوم:

تو ان لحیم کے چہاری توام

تو ان تصوف شریعت کلام

کے صدیقی تھا۔

تو دوسری طرف اسلامی دنیا کے طول و عرض اور اطراف و جوانب کے غیر مسلم اقوام اور مسلمانوں کے فرقہ پالوں نے مطلق و قطعی کے انہی اٹھیاروں کو لے لے کر، اس یونانی اسوہ سے نسخ ہو کر اسلام کے اصول و عقائد پر دھوا بھل دیا، اور شریعت کی بنیادوں پر تجسّے

﴿گزشتہ صفحہ کا تیسرا حصہ﴾ کتب کا کتاب کر کے، ان میں طرح طرح شہادت و دلیلیں اور مختلف مذاہب میں ائمہ و پادشاهوں کے کہ چہادت چہادت کر کے، ان کی عقل و حکمت کی انہیں نے کراہی۔ ماسون کی عقائد کا عروج تک میں حال تھا جسے ماسون کی عقائد پائی

چلے گئے، انہی پر مبنی فنون کے زور پر اسلام کے اصول و فروع پر طبع طرح طرح کے اعتراضات کرنے اور مسلمانوں کے ایمانات و اعتقادات میں تزلزل اور شکوک و شبہات پیدا کرنے کے کام میں یہ سب باطل پرست گروہ اور غیر مسلم اقوام خصوصاً عیسائی، یہودی اور زہم خوردہ لٹکے بستے گئے۔

عالم اسلام میں دینے والے اور سر اٹھانے والے ان اندرونی اور بیرونی فنون اور مذہبی کاموں اور محکماتی اور تعاقب محققین اہل علم، بزرگانِ دین اور علمائے دہلیوں سب نے اپنی اپنی بساط کے مطابق کیا، مگر شیخ، نقیب، مفسرین وغیرہ اہل علم کے مختلف طبقوں اور سطحوں نے اپنے اپنے طریقے پر بھی بنیادوں پر بھی اور اپنی دہلی و اسلامی مساجد کے ذریعے بھی ان فنون کا تعاقب کیا، اسلام کی بدولت و ترجمانی کی، مفسرین کے باطل عقائد اور بدو سے نظریات کے بارہا دیکھے گئے، ان کی دسیہ کاریوں اور افکارات و اعتراضات کا تجزیہ کیا، اور جمادات دینے (ان علماء محققین، مفسرین صالحین کی مختلف تصانیف اس سبب سے لبریز ہیں)

## معزولہ کی تحریک اعتزال کا آغاز

عالم اسلام میں پر مبنی اور بیانی لٹریچر کے دینے اور فتنہ پھیلانے کے دوران میں ہی (بلکہ اس سے بھی کچھ پہلے) معزولہ کا فرقہ وجود میں آ گیا تھا۔ ۱

۱۔ اہل حق (معاذ اللہ) احمد انارکلی سارکابی لکھا ہوا ہے کہ یہ فرقہ دسویں صدی میں ترک و دہلی کے بعد پھیلے گئے، جہاں خود مسیحی سربراہ (معاذ اللہ) کی پالیسی میں شریک ہو کر کسب فیض کرتے ہوئے خود کے عقائد کی بنیاد پر اس سے طبعی کی مخالفت کی، اور اپنی بات پر مصر رہا، اور طبع کے عقائد سے کچھ نہ سمجھ سکتی تھی، یہی فرقہ دسویں صدی میں پھیل گیا، یہاں تک کہ اسے خلاف ہونے لگا، کہ آپ خود سے انکے تھے، اہل حق کے طریقے سے کرب ہو گئے تھے، ہم یہی صحابہ کے ساتھ ایک جہت میں آپ کے عقائد پر مبنی مساجد کی طرح آواز دینا تھا، کچھ تھے، اور بعض حکمت کے خلاف، اور بعض یہ کہ کچھ ہی طرح (جو جہاں تک ملے یہ عقائد لکھے)

جو صحابہ اور سلف صالحین کے طریقہ سے انحراف کر کے دوسروں نے اسلام کی ترجمانی اور قرآن کی تفسیر و تفہیم میں سنت سے بغاوت کر کے اور سنت کی اور صحابہ کے طریقہ کی اتھارنی ہونے سے انکار کر کے محض اپنی عقل پر بھروسہ کرنے اور عقل و استدلال کی بنیاد پر اسلام کی من و مانی تفسیر کرنے والا گردہ تھا۔ جس طرح صحابہ کے آخری دور میں صحابہ کے مقابلہ میں روافض اور خوارج کے نام سے دو باطل تحریکیں اور گمراہ فرقے وجود میں آئے تھے، اور بڑے زور و شور سے انہوں نے اسلامی دنیا میں فساد و انتشار برپا کیا تھا۔

اسی طرح تابعین اور قیامی تابعین کے دور میں معتزل کا یہ فرقہ بھی چارے زور و شور سے اٹھا، اور روافض و خوارج کی طرح انہوں نے بھی اہل سنت سے بالکل الگ اپنی راہ نکالی، جس انتہا تک پہنچے کہ دشمنی قسمت کہ ظلم و ستم و مرید بھی ان کے دوسرے میں داخل ہو کر ان کا پشتیبان بنا اور بد وقت اس نے اہل سنت کے برخلاف معتزل کے نظریات و اعتقادات خصوصاً خلق قرآن کے مسئلہ کو رواجی دستور اور پالیسی کا حصہ بنایا، اور مسلمانوں پر مسلط کرنے لگا اور علانے امت کی دار و گیر شرور کی کہ وہ معتزل کی بھولائی کریں، اور خلق قرآن کے مسئلہ کو تصحیم کریں (امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس سلسلہ میں جو قریبانیاں دیں، اور ماسون اور اس کے جانشینوں کے ہاتھوں تشدد اور قہر و ہتک کا نشانہ بنے، اور ہذا فرقہ کی فتح کے ساتھ سرخرو ہوئے وہ اسلامی تاریخ کا ایک روشن باب ہے)

### ﴿ کوئی مسئلہ کا نتیجہ نہیں ہے ﴾

مردی حیدر عباسی کے بعد معتزل کے قیامی تابعین بنے اور انہوں نے نصیحت تھے، یہ اہل کے بد رفتاری تھے، اس کی ممانعت اہل کے گمراہی، یہ بھی روایت ہے کہ اہل نے اسلامی دنیا کے تقابلیہ سمجھ بوجھوں میں اپنے دانی اور سچا سچہ، ان کے عقائد و نظریات کو ان میں پھیلائے تھے، پتا چلے کہ یہ گمراہیوں میں آئے تھے، ان کے دماغ میں جسے نالی مارتے کا ذکر کیا ہے، اس طرح میں تھا، خداوندی کی طرف مسوب ہر معتزل کی ایک کتاب اس میں ہے، چنانچہ اس عقیدے اور نظریات مسوب کے جاتے ہیں، معتزل کے سر کو لانا دھکا دے دیں، اس پر معتزل کی مہر ہے۔

## معتزلہ کا غلو و بے اعتدالی

معتزلہ نے ہر نئی منطق و فلسفے کو ہاتھوں ہاتھ لیا، اور اس کے اصول و قواعد اور طرز استدلال کو اختیار کر کے اور معیار بنا کر وہ اسلامی احکام اور اسلام کے اصول و طرز کو چیلنجے، تباہ کئے، اور نئے لگے، معتزلہ نے اپنی من مانی تفسیرات و تاویلات سے اسلام کا جو قالب تیار کیا، اس کو وہ قالب آفریختے تھے، اور اپنے ان مباحث و اعتقادات کو کفر و اسلام کا معیار ٹھہراتے تھے۔

یہ گویا کہ ان کی چوری کے ساتھ ساتھ سینہ زوری بھی تھی، کہ اول تو سلف صالحین، صحابہ و تابعین سے بغاوت کر کے دین میں غلبہ زنی کی ماوراء اسلام کے ٹھیکیدار بھی بن گئے، ان کی ساری ذہانتیں اور سرگرمیاں اہل سنت کا ہاتھ بند کرنے کے لئے وقف تھیں۔

خلیفہ مامون اور اس کے بعد متعصم باہد کے دور میں جب معتزلہ وقت و مکان کے ایک طرح سے، نکلے تھے تو انہوں نے ہر سے عالم اسلام کو تحریک اعتزال میں رگلنے کی کھانی، متعصم کے بعد جب یہ شاہی اہوانوں سے بدعقل ہوئے تو جب بھی انہوں نے کم از کم سو سال کے عرصے تک بھی درسگاہوں اور اپنے فکری حلقوں کے ذریعے عالم اسلام میں اعتزال کا جادو جگائے رکھا۔

## اہل سنت کے امام العقائد شیخ اشعری کا دور

قدرت کے فیصلے بھی خرابے ہوتے ہیں، لوہے کو لوہے سے کالنے کا اصول صرف بے جان دھاتوں کے لئے ہی نہیں، بلکہ جیتے جاگتے انسانوں کے عالم میں بھی یہ اصول قدرت نے بڑی وسعت کے ساتھ برتا ہے۔ فرقوں کے گھر مونی، آدے کے گھر ابراہیم کو پیدا کرنے والے رب نے معتزلہ کے گھر میں شیخ ابو الحسن اشعری (۳۶۰ھ تا ۴۳۳ھ) کو پیدا کیا، تیسری صدی ہجری بھی سمجھیں کہ معتزلہ کے عروج کی صدی تھی، اس صدی میں بھی علمی دنیا میں ان کا طوفان بول رہا، اور وہ دھنڈلاتے رہے، تا آنکہ اس صدی کے آخر میں معتزلہ کے لام وقت ابھی

جہاں کی آغوش میں اپنے والا، اس کے دامنِ تربیت میں نشوونما پا کر، اعتراض کی سبب مشغول و اذیت کا مصدر بن گئے اور پہلی جہاں کا چٹھین بنے والا، اور دسواں سال تک انہی جہاں کے پہلو پہ پہلو، قدم بہ قدم، معجزہ کی سیادت و قیادت اور اعتراض کی مخالفت کرنے والا شیخ، لیکن اشعریؒ آخر کار اعتراض پر حق بجانب ہو کر صحابہ و تابعین اور سلف صالحین کے طریقے کو کھاتا ہے، اہل سنت میں شامل ہوتا ہے۔

شیخ اشعریؒ نے پھر اسی علمِ کلام کو جو معجزہ نے اہل سنت کے مقابلے اور سنت کی تردید کے لئے تشکیل دیا تھا، اسے سنت کی حمایت و مدافعت اور معجزہ اور دیگر تمام فرقہ باندہ اور ادیان و مذاہبِ خالہ کی تردید کے لئے سرجب کیا، پھر شیخ اشعریؒ کی باقی زندگی سنت کی ترجمانی اور اہل سنت کی طرف سے مدافعت اور معجزہ کی اصلاح و ہدایت میں خرچ ہوئی، شیخ، عقائد اور علمِ کلام کے میدان میں اہل سنت کے امام قرار پائے۔

## معجزہ کا زوال اور اہل سنت (اشاعرہ) کا عروج

شیخ کے بعد معجزہ کے مقابلے میں اہل سنت کے حکمیں اور اعتراضاتِ عمرہ کے نام سے موسوم ہوئے، جنہوں نے شیخ اشعریؒ کے اصولوں پر معجزہ کو ہر میدان میں شکست فاش دی، تا آنگہ ان کا نام صرف تاریخ میں باقی رہ گیا (انیسویں صدی میں انگریزوں اور مغربی

۱۔ اہل اہلِ نبویؐ تیسری صدی ہجری میں معجزہ کے نام سے شیخ اشعریؒ کے عقائد، اصول کی مخالفت کے بعد اشعریؒ کی والدہ سے پہلی مہلی سے نکاح کر لیا تھا، شیخ اشعریؒ ابھی بچے تھے، ان کی والدہ شریعتِ نبویؐ نے کی، بعد از وہبِ اعتراض میں سے خوب یاد اور بائبل جیو اشعریؒ کسی سے علی الذین و اللہین، بعد از معجزہ، سامعہ بربابہ اور جنت اور منافقہ کے بار تھے، تاہم اس نے پہلی سے وہبِ معجزہ کی مخالفت و مدافعت میں اس سے خوب کام کیا، جہاں دارِ علمی سرگرم کر کے کے لئے پہلی ہی کوا کے آگے دیکھتے تھے اس طرف توجہ دے کر اسے علیٰ حق کی تہذیب میں اشعریؒ معجزہ کے علمی نظموں کے مصدر بن گئے، اور کلاسِ بحث کے سرِ مختصر بن گئے، وہبِ شیخ اشعریؒ اعتراض سے تائب ہوئے اور اہل سنت کے سرگرم شاگرد بن گئے، تاہم پہلی سے علیٰ آپ کا یہ وہبِ سامعہ بربابہ میں پہلی سے علیٰ علیہ السلام کہتے اور نا جواب ہوتا ہے، تاہم حکام کی کتب میں اس سامعہ کی روایت ملتی ہے، علمِ کلام کی سبب کتاب ”شرح عقائد“ لکھی، جس میں اس طرف سے مخالفت ہے۔

قوسوں کی حقیقت پرستی و مادیت پرستی کی تحریک جب اسلامی دنیا میں پہنچی، تو یہاں احترام کی تحریک دوبارہ زندہ ہوئی، اور محض "جدید پیدا ہوئے، برصغیر میں یہ نیچری کہلائے، سرسید برصغیر میں احترام جدید کا بانی تھا، گو یا دوسرا اصل بن عطاء تھا، ترکی میں ضیاء گوک، الپ، مصر میں طہ حسین روشن خیال، جدت پسند، سکالر و دانش ور، احترام کا جدید رائے پیش تھے)

## اشاعرہ کا چوتھی سے ساتویں صدی تک کا زمانہ

چوتھی صدی ہجری سے علمِ شفا کھودا، نظام کے میدانوں میں اشاعرہ غمِ خویش کر رہے تھے ہیں، اس طرح اسلامی دنیا کے بیشتر فکری حلقے، علمی درس گاہیں حتیٰ کہ حکومتی ایمان اور شاہی دربار اشاعرہ کی باکمال ہستیوں سے تصور نظر آتے ہیں، چوتھی صدی ہجری سے ساتویں صدی ہجری تک کا سارا زمانہ اشاعرہ کے بھرپور عروج کا زمانہ ہے، خصوصاً کلموں کے عہدِ اقدار (پانچویں صدی ہجری) میں، شعریت کو بہت فروغ اور عروج حاصل ہوا۔

## مدرسہ نظامیہ بغداد و نیشاپور

اس زمانہ میں بغداد اور نیشاپور کے مدرسہ نظامیہ کے قیام نے (جو کہ صدیوں تک بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹیوں کی حیثیت اور شان رکھتی رہیں، عالمِ اسلام کی بڑی سے بڑی پکارت و نگار ہستیاں، ان ہی اسلامی جامعات نے عالمِ اسلام کو حلا کیں، جیسے امام غزالی رحمہ اللہ) اشعریت کو علمی طور پر بہت مضبوط کیا، اور دنیا کے اطراف و اکناف سے آنے والے مسلمان طلباء، اہل سنت کے اشعری عقائد اور علمِ کلام کو پورے عالمِ اسلام میں پھیلانے کا ذریعہ بنے، شیخ اشعری کے بعد چوتھی صدی سے اس ساتویں صدی تک (یعنی مولانا رام کے دور تک جو شخص کا شمار ہونے سے پہلے خود بہت بڑے اشعری ستون تھے) اشاعرہ اہل سنت میں ایک سے بڑا ایک پکارت و نگار اور بے غرض وقتِ عالم ربانی اور حقیقی پیدا ہوا۔

## اشاعرہ کے چند معروف ائمہ وقت اور متکلمین

پہلی صدی ہجری میں قاضی ابوبکر باقلانی (متوفی ۴۰۳ھ) جو امام باقلانی کہلاتے ہیں، شیخ ابواسحاق اسمرانی (متوفی ۴۱۸ھ) پانچویں صدی ہجری میں علامہ ابواسحاق شیرازی (متوفی ۴۷۶ھ) امام الحرمین ابوالعالی علامہ جوینی (متوفی ۴۶۸ھ) مجدد اسلام امام فخرانی (متوفی ۵۰۵ھ) طہوت گزنوی اختیار کرنے سے پہلے کا دور اور چھٹی صدی ہجری میں امام فخر الدین رازی (صاحب تفسیر کبیر، متوفی ۶۰۶ھ) جنہوں نے اشعری کلام کی دھاک ایسی عقلیت کے ساتھ بھائی کر اس کے مقابلے میں سب آوار ہیں اب گئیں اور اس کی صدائے ہر گھٹ عالم اسلام کے طغی دور گماںوں اور فکری معطلوں میں مشرق سے مغرب تک گونجنے لگی، تفسیر کبیر میں کیا علامہ، کیا زناؤں، باطنیہ، کیا معجزوں، کیا روافض، کیا خوارج اور کیا دیگر اریان و شرائع اے، آپ نے سب کا ہاتھ بند کر کے رکھا۔

## ہر کمالے راژد والے

لیکن ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے، حد اور اولیٰ کو توڑنا، اور غلو میں نہ تاج کسی چیز میں پہنانا نہیں، خصوصاً دین کے ایجاب میں، علم کلام کی حد اور اس کی فرض و قاعدت، حقل و استعداد کی راہ سے دین کی ممانعت اور حقل پرستوں، اور دیگر مذاہب والوں کے اعتراضات کے جوابات دے کر مسلمانوں کو ان کے اعتراضات اور شکوک و شبہات سے بچانا تھا۔

دوسرے مذاہب و شرائع کے مقابلے میں اسلام کے عقائد و اصولوں اور مسلمانوں کے فرقہ وادہ کے مقابلے میں صحابہ و خلف صالحین کے ائمہ کو داخل سنت کے اصولوں سے ان کو واقف و حصارف کرنا اور اسلام اور سنت پر ان کو مطمئن کرنا تھا، لیکن ساتویں صدی ہجری میں پہنچتے پہنچتے اشاعرہ کے بیشتر علمی حلقے معجزوں کا شوق قب کر گئے خود اسی غلو کی طرف جانے لگے، کہ حقل و استعداد ان کو نفس ایمان اور ایمانیات میں غور و فکر اور بحث و مباحثہ کا پاج نہ بنانے



لگے، اس سے ایمان بالغیب کو نقصان پہنچا۔

## ایمان قلبی یقین سے وجود پاتا ہے

اسلامی معاشرے کے اصل جوہر اور امت کے امتیازی خصوصیات جن سے یہ امت ہمیشہ دنیا میں سر بلند و سر جود رہتی رہی، اور کامیابی مسلمانوں کے قدم چوتھی رہی، وہ عقل و استدلال کے ذریعہ ہر مادی طبیعت سے وجود میں نہیں آتے، بلکہ ایمان بالغیب کے قلبی یقین اور اس قلبی یقین کی روشنی میں ہر بے اخلاص کے ساتھ عقلی حائل کرنے سے حاصل ہوتے ہیں، لہذا یہ مباحث تو نہ ماننے والوں اور اعتراض کرنے والوں (مخالفین اسلام و سنت) کا عقل کے راستے سے مساکت کرنے اور اسلامی احکام و اصولوں کی حقانیت اور آفاقیت بتلانے اور جنکانے کے لئے تھے (نہ کہ نفس ایمان اور قرآن و سنت کے صریح اصولوں کو خود تسلیم کرنے کے لئے ان کو کھائی تحقیق سے گزرنے کی ضرورت تھی) نفس ایمان کا عقل کھائی مباحث سے وجود میں آتا اور یہ نہ کہ پہلنا پہلنا، محض خام خیالی ہے۔

مشغولی شریف جس دور میں لکھی گئی، اس وقت خود شاعر کے اہل علم ہی تک علم کلام کے حلقہ اسی غلو میں پڑ گئے تھے، جس میں کئی معقول پڑے تھے، اور اس کا اثر چارے اسلامی معاشرے پر، خصوصاً مسئلوں کے مؤثر و مستقر طبقات پر پڑ رہا تھا۔

مشغولی دوم میں مولانا رومی کے دور میں لکھا، بصیرت نے عقلیت پرستی کے اس حزن مرض کی تشخیص بھی کی ہے، اور علاج بھی کیا ہے۔ صحت سلسلہ آج پھر اسی دلدل میں اتر چکی ہے، جس میں کبھی یونانی و سریانی لڑجکڑ کے عربی میں پھنسل ہونے کے دور میں وہ دھنسی تھی اور معذور نے کھائی مباحث کے ذریعے بھی اسے دھنسا یا تھا، پھر امام غزالی کے دور میں وہ اس راہ پر گامزن ہوئی تھی اور امام غزالی اور اس دور کے دیگر ادباء و علما نے عزیمت کے دور میں اللہ تعالیٰ نے امت کا قبلہ سیدھا کیا تھا، پھر مولانا رومی کے زمانے میں وہ اسی ذکر پر پھل پڑی تھی، اور

رومی نے مشنوی کا قیامت خیز صورت چمک کر اسے مجھوڑا اور اس کا تاریخ سیدھا کیا۔

## مشنوی کا پیغام آج بھی ترنما رہے

آج بھی جبکہ امت (خصوصاً جدید تعلیم یافتہ طبقات) بکرا عقل اور مادیت پرستی کے بت کی پوجا میں لگ گئی ہے، اسے اس دلدل سے نکالنے کے لئے مشنوی کے پیغام میں دستِ امکا مات ہیں۔ شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم نے مغربی زندگی کو بہت قریب سے اور اندر گھس کر دیکھا، اور مسلمانوں کے مغرب پرستی اور مادیت پرستی کے مرض کو بھی اچھی طرح تحقیق کیا، مشنوی روم سے ان کو جو ایمانی حرارت اور روح کی ہالیدگی ملی، قوم کو انہوں نے اپنے اردو و فارسی دونوں زبانوں کے کلام میں جا بجا اس کی طرف متوجہ اور متنبہ کیا ہے اور بتا دیا ہے کہ تہہ دے امراض اور ان کا علاج قرآنی تعلیمات کی روشنی میں مشنوی میں بہت اچھے طریقے سے سمایا ہوا ہے۔ عمل میں مدد کر۔

مولانا کی علمی اور فکری نشو و نما اسی فلسفیانہ اور کلامی ماحول میں ہوئی تھی، اشعری طبعی حلقوں میں پنے پڑھے تھے، ماشریت آپ کی تھئی میں پڑی تھی، خود ایک کامیاب و فہم حکم اور براشعری عالم تھے، منطق و فلسفہ اور علم کلام کے اصول و فروع پر حاوی اور رگ و رگ سے واقف تھے، اس لئے معرفت و تحقیق کے مقام پر قادر ہونے کے بعد مشنوی میں آپ ان عقلی و دینی علوم، اور کلامی طول و طالع مباحث اور ان ترانوں پر نقد و نظر اور محسوس جرحی (پوسٹ مارٹم) کرتے ہیں، تو یہ کوئی ”دیوانے کی بلا“ نہیں ہوتی، بلکہ اپنے ذاتی تجربے و مشاہدے کی روشنی میں سب کچھ کہہ رہے ہوتے ہیں، کیونکہ خود اس صحرا کی دشت نوروی میں ایک مرکز اتر چکے ہیں، اور اس آگ میں جل چکے ہیں، قبول اقبال ج

اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثل غلیل

یہاں سے، فخر شخص کا کیا تھا تجربہ و تجربہ دہتا ہے جس پر فلسفہ کی کڑوہ پاں اور عقل کا استدلال اور

قیاس کے راستے کی غلطیاں اور گمراہیاں کھل چکی ہیں، فلاسفہ اور عالمی متفکرین اور متاخر و اہل استدلال کے بڑے اصولوں کی بے ڈھنگی، بے وقعتی اور ناپائیداری خبر سے گزر کر صاحبِ نظر ہونے، قال سے گزر کر صاحبِ حال ہونے اور مقامِ حقیقت تک رسائی پانے کی وجہ سے اس پر انہی طرح واضح ہو چکی ہے، وہ پورے یقین کے ساتھ ”برہانی قاطع“ اور ”سلطانی معین“ کی روشنی میں مستحیلوں کے بنے ہوئے جانوں کے تانے بانے کھولتا اور تار پود نکیرتا نظر آتا ہے ”وَأَنَّ لَوْهَنَ التَّوْبَةِ لَيْسَ الْمَعْكُوتُ“

## فلسفہ و کلام کی درماندگی

عالمِ اسلام کے بیشتر متقدمین کا منطق و فلسفہ میں غیر معمولی استعمال اور علمِ کلام کو منطق و فلسفہ کے قائم کردہ عقلی اصولوں پر استوار کرنے کا یہ فنی تہجد لگ رہا تھا کہ مقدساتِ مصطفیٰ کے اور یہ منطقی طریقہ پر کسی تہجد کو ثابت کر دینے اور فلاسفہ یونان نے جن اصولوں اور نتائج کو قطعی اور ہمیشگی بتایا ہے، ان کا نام لے لینے کے بعد یونانیوں کے حلقہ بگوش ان پر ستارہٴ حق کی لہا نہیں ٹنگ اور دماغِ نادانف ہو جاتے تھے، گو پا کر شرمست تھی کہ اصول و احکام کو پرکھنے کا یہ نہ ان مستحقین نے یونانی مشرکوں اور ملحدوں کے قائم کردہ اصولوں کو بنا دیا تھا، سوچنے کی بات یہ ہے کہ انبیاء کے مباحث اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی ذاتِ اقدس کی آگہی میں یہ عقلی اصول کافی ہوتے اور عقل کی رہنمائی کفایت کرتی تو اللہ تعالیٰ انبیاءِ مبہمِ اسلام کو کیوں مجبور فرماتے، اور انبیاء کی شریعتوں سے محروم و ملحد یونانی فلاسفہ اپنی عقلی ہمدانی کے باوجود گمراہ کیوں ہوتے؟ یہ یونانی فلاسفہ اپنی ذہنوں اور اپنے ترمیم دہنے ہوئے فلسفیانہ اصولوں کے باوجود ایک خدا کی نر میں و آسمان کے خالق کی معرفت تک نہ پہنچ سکے، کوئی دہریہ و مادہ پرست تھا، مادہ و جسمانی کے گورکھ و عقیدوں میں ناکہ ٹوٹیاں مار رہا تھا، اور اس کو لازمی و اجتناب ثابت کرنے پر علا ہوا تھا، تو کوئی عقلی مشرک کا پرستار اور اس دہی

اسطرحی فحشر، تخلیق پر سارے سلسلہ موجودات کی بنیاد رکھتا تھا، اس طرح شرک اور دہریت کو مگر کہ فلسفیانہ غلطوں میں لپیٹ کر یہ یونانی شرک اور دہری عقل و استدلال کے نام پر یونانی علم ال مقام اور مجموعہ خرافات کو انسانوں میں پھیلا رہے تھے، تمہیلائے قسم تو یہ ہوا کہ یہ یونانی جب مسیحی روم کا حصہ بنا، تو مسیحی روی سلطنت نے ان یونانی فلسفوں کو خرافات کا پتھر و تر رو دینے رکھا، اور ان علوم کے غلطیہ یونانی اور رومی معاشروں میں عام نہ ہو سکے، بلکہ مخصوص علمی و فکری معشروں تک ہی محدود رہے، لیکن اسلامی روشنی خیالوں، معتزلی و مسمیہ فلسفہ یعقوب کندی، یوحنا سینا، قاریابی، ابن رشد، اخوان الصفا اور ابن کے ہم آہن نے (یہاں تک کہ متاخرین حکمکنین نے بھی) یونانی فلسفہ الماطون و ارسطو وغیرہ کو دیکھ کر دیکھ کر تک پہنچا دیا، اور مقام صحت پر ان کو قائل کر دیا تھا (کو اعتقاد نہ کسی لیکن علم یونانی و یونانی معشورات میں ان کے تو غل سے کئی نتیجہ (Q) ہے) اور ریاضیات و طبیعیات کی طرح ان کی الہیاتی و ماہرہ تصوفی خرافات و تخیلات اور دہری کہاؤں (مختول مشرک و املاک، دود و صیوئی وغیرہ کے باب میں) کو انہیاء کی شریعتوں کا سادہ و دے رکھا تھا، حالانکہ ان چیزوں کو تسلیم کر کے اسلام کے نظریہ توحید اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور حشر و معاد کے حلقہ مخصوص احکام پر گنج معشروں میں ایمان باقی نہیں رہ سکا۔

## ما بعد الطبعیاتی حقائق تک رسائی کا ذریعہ صرف وحی

یونان کا جو کچھ علمی ذخیرہ دوسری صدی ہجری میں عالم اسلام میں منتقل ہوا، اور تراجم ہو کر اسلامی دنیا میں پھیلا، اس میں کچھ تو منطوق، طبیعیات (فزکس)، طبیعیات، ریاضیات کے علوم پر مشتمل لمز پر تھا، ان خون کے لینے اور ان سے استفادہ کرنے میں تو کوئی حرج نہ تھا، ایک حد تک یہ مفید تھے، کیونکہ ان کا بھی امور سے واسطہ نہیں، ماکائناتی اشیاء اور امور مادی کے حلقہ حویل انسانی تجربات اور فکر کا یہ نتیجہ و نمود تھا۔

لیکن ان کا جو مشترک الہیات اور مابعد الطبیعیات پر مشتمل تھا، الہیات اور مابعد الطبیعیات پر مشتمل یہ سارا ذخیرہ وحی الہی سے متصادم تھا۔ یہ قہر گمراہیوں پر مشتمل ہیئتوں کا علم امامت تھا، جو انہوں نے بڑی میاں مکی سے فلسفیانہ زبان اور طبی اصطلاحات میں اُجالا لیا تھا، یہ سارا ذخیرہ الہیات و مابعد الطبیعیات مفروضات، وہیات کا ایک ظلم ہو رہا تھا، جس کا نہ کوئی ثبوت تھا، اور نہ اس کا کوئی واقعی وجود، کہیں اس میں عقل مشرہ و الحاک کا شجرہ نسب اور تدریجی مراحل کا بیان اور تلاسنی ہے، اور کہیں ان فرضی و تخیلاتی عقل و الحاک کے انھوں احکامات کا زانچہ اور دواثر پھانے اور مرتب کئے گئے ہیں۔

الہیات اور مابعد الطبیعیات کے مباحث اور اندازہ چارک و چالی کی ہستی اور اس کی ذات و صفات کے مسائل، طبی عقلی موضوعات اور قیاس آراء میں کامیاب نہیں، اس بارے میں انسانوں کا ذریعہ علم صرف انبیاءِ مبہم اسلام کی لائی ہوئی شریعتیں اور وحی الہی کے ذریعے انبیاء کو موصول و حاصل ہونے والے اخبار و احکام ہیں، اسی سے اللہ تعالیٰ کی صحیح و حقیقی معرفت اور اس کی صفات و کمالات کا علم ہو سکتا ہے، اور انسان کے ساتھ اس رب کے تعلق کی نوعیت اور انسان کا مقصد حقیقی معلوم ہو سکتا ہے، اور اللہ تعالیٰ انسان سے کیا چاہتے ہیں، کیا نہیں چاہتے؟ اس کا پتہ چل سکتا ہے، انبیاءِ مبہم اسلام کے ذریعے وحی الہی کے نتیجے میں ہی الہیات اور مابعد الطبیعیات کی تمام گھڑیوں سلجھ گئی ہیں، اس کے بغیر کسی اور رستے (مثلاً حواس، عقل و استدلال، حتیٰ کہ بغیر نبی کے کشف و الہام کے ذریعہ سے بھی) اس مسئلے کی گہرا کشائی نہیں ہو سکتی۔

ی قیاس و عقل جڑ پے مصطفیٰ

مہرِ ارسدی کہ راہِ صفا

فیہی حقائق اور عقلی منطقی مباحث

فلسفہ و عقلیات کا سارا زور (خصوصاً ارسطو کے فلسفہ کا) عقلی استدلال اور حواسی فہم کا ہر

کے ذریعے علم پانے اور حقائق کا ادراک کرنے پر تھا، انہی حواس کے ذریعے حقیقی استدلال کے ذریعہ حاصل ہونے والے علم کو یقین کے حصول کا کامل اظہار و رسیہ سمجھا جاتا تھا، یونانی فلسفوں سے یہ چیز معتزلہ نے انگریزی، اور مسلم فلاسفہ نے اس کو پردوں چڑھایا، متکلمین اشاعرہ جو اس کے تہذیب کے لئے میدان میں آئے تھے (کراچی کے تہذیب دوں سے ان کا تہذیب کریں اور ان پر وار کریں) اور ایک زمانے تک انہوں نے کامیاب مقابلہ بھی ان سب مغرب گردوں کا کیا، اب وہ خود ضرورت سے زیادہ اس معتولی رنگ میں رنگتے چلے جا رہے تھے، اور انہی کھلی مباحث میں تو غل کو انہوں نے اپنا دوزخ بنا چھوڑنا چاہا تھا، اس عقلی توغص سے احکام اسلامی بھل ایک عقلی فلسفہ بن کے رہ جاتے ہیں، منہ کہ دماغ میں دہیدگی اور کلب میں ایمانی حرارت اور جذبہ دروں پیدا کرنے والی اسلیم۔

پانچویں صدی ہجری میں امام غزالی رحمہ اللہ نے مسلمانوں کے مختلف مغرب گردوں کا (فلاسفہ، باطنیہ، رناتق اور غالی معتزلہ) جنہوں نے عقلیت پرستی اور بدعت پرستی کی یونانی تکنیک گاہوں میں سوار چڑھ کر شرابچہ گھر پر الماد و لذت و تعلق اور تکلیف و ارتباب کے حیروں کی بارش کر دی تھی، امام موصوف نے ان فلاسفہ و باطنیہ، ملاحدہ اور زنادقہ پر انہی کے تہذیب دوں سے تہذیب تہذیب کر کے ان کو پہپائی پر مجبور کر دیا تھا، لیکن اس وقت تک بڑی حد تک متکلمین اور مسلمانوں کے علمی و فکری تہذیب یونانی تہذیب دوں سے مسخ ہو کر فلاسفہ و زنادقہ اور دیگر غیر مسلم اقوام کے مقابلے میں علمی و استدلالی میدانوں میں اسلام کا دفاع کرتے کرتے خود بھی اس استدلالی رنگ اور عقلی اسلوب کے ایسے نوکر ہو گئے کہ اب بھل مبالغہ و اثرای جواب کی حد تک نہیں، بلکہ اسلامی فکر کو انہوں نے اسی رنگ میں رنگ بیا، شرعی و نبی حقائق کو ان عقلی و استدلالی سانچوں میں ماسے بغیر خود ان کو انہی کو یا تکنیک نہ ہوتی تھی، اس حواس پرستی اور عقل پرستی نے ایمان باطنیہ کو بہت سی نقصان پہنچایا۔

چھٹی صدی ہجری تک پہنچے پہنچے مسلمانوں کے عقلی اور دروں، جری عقلوں اور فکری طبقات

اور ان کے واسطے سے پھر عام معاشرے اور سوسائٹی میں بھی کافی حد تک خصوصاً سوسائٹی کے موثر و مستند طبقات میں (بطور فیشن یا دماغی تفریح کے) یہ عقلی و استدلالی کلاسیک رنگ عمومیت کے ساتھ پھیل گیا۔

اس عقلی رنگ کے تصانیات یا نظریات سوسائٹی کے لئے اور اس آفاقی امت کے لئے جو خیرِ الہام ہے، اور تاقیامت، دینِ حق کی طہیر و ار، وحیِ الہی کی حامل اور سروری ان میت کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئی ہے، بڑے دور رس اور گہرے تھے، جو اس وقت بھی نکلے، اور اس کے بعد بھی نکلے رہے، اور آج تک امت اس کے نتائج بھگت رہی ہے۔

## منطق و کام دماغ کو نڈا فراہم کرتے ہیں دل کو نہیں

اس کلاسیک و استدلالی رنگ سے دماغ کی تسکین کا سامان تو ایک حد تک ہو جاتا ہے (پورے طور پر نہیں، کیونکہ جب زبان اور استدلال کے ذریعے دوسرے کو چپ تو کر سکتے ہیں، اس کی زبان بند کر سکتے ہیں، لیکن ضروری نہیں کہ اس کا دل اس استدلال پر مطمئن ہو جائے، اس لئے واقفانِ راز نے کہا ہے کہ ہم کام کے طریقے سے شہادتِ ماکت تو ہو سکتے ہیں، لیکن ساتھ نہیں ہوتے) لیکن دل کی انگلیاں بھتی چلی جاتی ہیں، ایسی ہی عبادت، یقین کی گہرائی، ان دیکھے لچھے حقائق پر ایمان و یقین، عقلی استدلال کے دور پر نہیں، بلکہ عقلی کیفیت کی بنیاد پر رسول کی محبت، عظمت، تقدس کے اعتقاد اور ان کے ساتھ محبت کی بنیاد پر پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کا ایمان اس قسم کا استدلالی اور عقلی نہیں تھا، ذوق اور وجدانی تھا، عقلی طرہ صحت کے ساتھ تھا (دماغی دلائل تو بعد کی چیز ہیں، وہ بھی عقلی طریقہ پر نہیں، بلکہ معروضی و فطری طریقہ پر جیسا کہ قرآن کا انداز ہے، انیسویں و آفاقی نظانیوں سے تو حید و رسالت اور قیامت پر استدلال کرنے کا)

اور صحابہ کا ایمان ہی سب سے مضبوط دماغ اور مستحکم تھا، اختلاف انگیز تھا، اسی طرح تابعین

واجب تاہم کبھی، اور بعد کے زمانوں میں جو جو لوگ اس طریقہ پر رہے، ان کے بھی ایمانی کیفیات کا یہی حال تھا۔

مولانا روم نے عشق میں ایمان و یقین کے حصول اور تکمیل کے لئے، محبت پیدا کرنے اور حب الہی پر مبنی جذبات پر ایمانی زندگی استوار کرنے پر زور دیا ہے، ایمان و یقین کے راستے میں باطنی احساسات، وجدان اور روح سے کام لینے کی طرف متوجہ کیا ہے، متکلمین کے عقلی و استدلالی طریقہ، عقلی محرک و حقدوں، اور دماغی محاشیوں و محرک آرائیوں، قیل و قال اور مناظر و مناظر کو اپنی نیت و مقصودات پر طمانیت و یقین پیدا کرنے کے لئے کافی بلکہ مضر بل یا ہے، اور متکلمین کی عام روش سے ہٹ کر مولانا نے مجتہدانہ شان کا ثبوت دیتے ہوئے علم کلام کے تہاویل خود اپنی ایک نئی راہ نکالی ہے، ایمان نیت اور فیہی حقائق کے حقیقی سہاوت جن کو متکلمین نے جا بجا چھوڑا ہے (لیکن اپنے استدلالی سہاوت سے ان کی گتیاں سلجھانے کے بجائے ان کو مزید الجھا دیا، اور پیچیدہ بنا دیا) مولانا عشق کے اشعار میں ان مسائل کو اس طرح بدھکی بنا کر پیش کرتے اور واضح کرتے ہیں، گویا کہ ان میں کوئی پیچیدگی ہی نہ تھی، وہ بالکل دور مرد زندگی کے بدھکی حقائق اور عام واقعات کی طرح معلوم ہونے لگتے ہیں، جن کو چمٹنے اور بٹنے والے کا دل و دماغ بے تکلف قبول کرتا چلا جاتا ہے۔

ہر کس نہ شا سنبھارا زار است      در نہ لہا ہمدراز اند کہ معلوم عوام ہاند

مولانا کا اسلوب، عام مناظر و متکلمین کی طرح دماغ کو گھست دینے، اور مخاطب کو دل جراب کر کے سکت کرنے کا نہیں ہے، بلکہ ایسا اسلوب ہے کہ ہات خوش خوشی مخاطب کے دل و دماغ میں جا گزریں و خوشیں ہو جاتی ہے، اور محسوس ہی نہیں ہوتا ہے کہ دہرے کوئی چیز ٹھوکی یا مسطہ کی جا رہی ہے، یہی انداز اسلوب قرآن مجید کا اپنے دلائل آفاق و انفس کے بیان کرنے میں بھی ہے، تو گویا مولانا نے قرآنی اسلوب کو سامنے رکھ کر اپنا ہم کلام تشکیل دیا ہے، جس کا حاصل زبانِ شاعرانہ ہے۔



دیکھنا غفر پر کی لذت کہ جو اس نے کہا      میں نے یہ چاہا گو پایہ بھی میرے دل میں ہے

## مشتوی کے بنیادی موضوعات و مباحث

اسلام کے تین بنیادی عقائد ہیں، جن پر اسلام کے پورے نظام عقائد اور تعلیمات کی بنیاد ہے، توحید، رسالت اور قیامت (ہر آسانی شریعت اور ہر نبی کی تعلیمات ان تین اصولوں پر مبنی اور انہی کے گرد گھومتی رہی ہیں)۔

مولانا نے ان اصولی عقائد کو مشتوی میں چاہنچاہیٹ پر لے کر لیا ہے اور جس والہ نہ، عاشقانہ، درد مندانہ، عارفانہ و نامحاذی انداز میں ان کا بیان کرتے ہوئے محبت و معرفت کے دریا بہائے ہیں اور اس پر دروہوں اور روحانی حقائق کے جام لٹکائے ہیں، وہ دین و دامن کو دل میں ایمان و یقین کی لہریں اٹھتی ہیں، اور درد و محبت کے جذبات سو جڑیں ہونے لگتے ہیں۔

اس کے علاوہ ایک اہم موضوع مشتوی کا یہ ہے کہ اصلاح نفس اور خدا طلبی کے راستے میں مرشد و شیخ کی ضرورت و اہمیت اور مرشد کے حقوق اور اس کا مقام و مرتبہ اور اس سے فیض پانے و استفادہ کرنے کے آداب و طریقے، اور خدا طلبی کے اس راستے میں حیل و استدلال کے بجائے شیخ کامل کی بلاچوں و چوہاچوہا کی ناکزیریت، نیز کامل و ناقص شیخ کا فرق اور ناقصوں سے بچنے اور دور رہنے کی تاکید اور اس ضمن میں تصوف کی باریکیاں کا تجزیہ و تحلیل۔

مختصمیں کی کل کی فکر و تخریک بھی ایمان و اسلام کی دعوت، اشاعت اور دعوت کی فکر و تخریک ہے، جو کہ عقلی و استدلالی اصولوں پر استوار ہے، مولانا کی فکر بھی ایمان و اسلام کی دعوت، اشاعت اور دعوت کی فکر و تخریک ہے، لیکن یہ مختصمیں کے برعکس معرفت و محبت کی بنیادوں پر استوار ہے، عقل و استدلال و دماغ کو اپنی کرتے ہیں تو محبت قلب اور روح کو قلب و روح میں جب منہ کی دھما اور بالید کی پیدا ہوتی ہے تو اس کی پرواز اور طاقت آتی لا محدود ہوتی ہے کہ عقل و استدلال کی فلک پائی اس کی گرد کو بھی نہیں پاسکتے، بلکہ تو تمیں ایمان و یقین کی روشنی

اور جسمانی میں جب تکمیل پزیر ہو جاتی ہیں، اور روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے، تو مکان سے لامکان تک، ناسوت سے لاهوت تک، اور عالم محسوسات، اشہادات سے مگر و مطنیات تک سارے سطیعی و مرتعیٰ ان کی ترکتازیں اور چند پروازیں کی بازی گاہ بن جاتے ہیں۔  
راہ عشق میں کوئی دیکھے جو لائیاں دل کی  
دو عالم سے گزر کر پہلی خنجر کی

## محبت کی اقسام

محبت شریعت میں مطلوب و مقصود ہے۔

قرآن مجید میں ایمان والوں کی ملت اور شان یہ بیان ہوئی ہے:

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْهُ وَاللّٰهُ اَبَدٌ

کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے محبت کرتے ہیں، اور اہل ایمان اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔

دوسری جگہ ایمان والوں کا غیر اہل ایمان پر شرف و خصوصیت کا بیان ذکر فرمایا ہے:

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اُنْهٰى عَنْهَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ

کہ جو ایمان والے ہوتے ہیں، ان کی سب سے شدید و مضبوط محبت اللہ تعالیٰ سے ہوتی ہے۔

اس لیے محبت تو ایمان کا لازمہ ہے، اور عاقلین کی شناخت و پہچان ہے، بقول: قابل مہر و مہر

یہ محبت زندگی باقی رہے

کار و بار از شہ و نامہ

پیش اور تنگ و دو جہات

جملہ عالم صغیر و کبیرات (چند)

پھر اس محبت کے درجہ جات ہیں، بنیادی درجہ جات دو ہیں، محبت عقلی اور محبت طبعی۔

محبت طبعی بھی بڑی قسمت ہے، جس کو عطا ہو جائے، لیکن آدمی شرعاً اس کا مکلف نہیں، کیونکہ

غیر اختیاری اور دیکھی ہے، البتہ عقلی محبت شرعاً مطلوب ہے، اور آدمی اس کا مکلف ہے، جیسے

خدا کو یہ دلائل آیت سے اس کی مظلومیت ظاہر ہوتی ہے۔

اور حدیث شریف میں اس کی مظلومیت و ضرورت میں ذکر ہوئی ہے

عن أنس، قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم لا يؤمن أحدكم حتى يكون أحب إليه من والده وولده والناس أجمعين، (بخاری، حدیث نمبر ۱۰۰۰ صحیح الامام، باب: غلبت الرسول صلى الله عليه وسلم من الامم) ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور انکی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جائوں۔

## محبت کے درجات

اس حب عقلی کا متفقہی و اثرِ رضا نے محبوب کو سب ماسوا پر ترجیح دیتا ہے، پھر اس ترجیح کی کئی اقسام و درجات ہیں، پہلا درجہ ایمان کو کفر پر ترجیح دینا ہے، یہ سب سے بنیادی اور ابتدائی درجہ ہے، اس کے علاوہ آدمی مومن نہیں بن سکا، تاہی درجات میں سے اللہ و رسول کے احکام کو غیر کے احکام پر ترجیح دینا ہے، چونکہ اللہ و رسول کے احکام کے بھی کئی درجے ہیں، کوئی فرض، کوئی واجب، کوئی سنت، کوئی مستحب، کوئی منوع و مکروہ، اسی اعتبار سے اس محبت کے درجات ہیں، یعنی واجب و ضروری، متوسط، اعلیٰ و مستحب۔

مثلاً خداوند کریم کا ذکر میں کر یا اللہ کا علم سامنے آنے پر دل میں ایک جذبہ اور ولولہ پیدا ہو جائے، اور غفرائی سے بچنے کی اور اللہ کے احکام کی بجا آوری کی فکر ہو جائے، تیسرا درجہ یہ ہے کہ پھر حقیقی زندگی میں اپنی حالت کو بدل لے، بائرازیائیں کسی بھی نوع کی ہوں، بائیں چھوڑ کر فرماں برداری اور اطاعت کا اہتمام شروع کر دے، حتیٰ الامکان فرمانبرداری پر استقامت اور دوام اختیار کرے۔

یہ محبت کا تجلیک دہجہ ہے، ایک عرصے تک تقویٰ و تدبیر کی اس حالت کو بھونے اور سب مصیبتوں و ناخوشیوں سے پرہیز کرنے کے نتیجے میں بھر پور سماں کو در مقام درود حالت اور کیفیت حاصل ہو جاتی ہے، جس کو صوفیاء فرماتے ہیں کہ شریعت کے احکام طبعیت کا ہی بن جاتے ہیں، یعنی پہلے شریعت کے احکام کی پابندی جو تکلف کرنی پڑتی تھی، نفس اور طبعیت کو ناگوار ہی ہوتی تھی، اس ناگواری کا مقابلہ کر کے احکام کی بجا آوری کا مرحلہ سر کرنا پڑتا تھا، تو اب خود طبعیت ان احکام پہ چلنے کا تقاضا کرنے لگتی ہے، اور ان احکام کی بجا آوری طبعیت کی غذا بن جاتی ہے، پہلے یہ احکام طبعیت کے لیے دوا تھے، طبعیت حالت مرض میں تھی، مرض کے ازالے اور املاح کے لیے اسے احکام شرع کی بجا آوری کی ایک عرصے تک دوا دی جاتی رہے، اور دوا تو طبعیت کو ناگوار لگتی ہے، لیکن جب مسلسل اس دوا کے استہساں سے طبعیت صحت مند ہوگئی، خواہشات پہ چلنے کی بجائے حکم پہ چلنے کا ملکہ اور جذبہ اس میں پیدا ہو گیا، تو اب نہ دروز سے دوا غیر و احکام پر سے کرنے کا اس میں ایسے ہی تقاضا پیدا ہوتا ہے، جیسے بھوک میں غذا کی طلب اور پیاس میں پانی کا تقاضا، خود طبعیت کا اندرونی تقاضا ہوتا ہے، اور گناہوں سے بچنے کا تقاضا بھی ایسا ہی تقاضا بن جاتا ہے، جیسے درجہ تکلیف اور بھگت چیزوں سے بچنے کا تقاضا طبعیت کا اپنا تقاضا ہوتا ہے۔

### پہلے مجاہدہ پھر مشاہدہ

اسی ترتیب کو صوفیاء کی اصطلاح میں یوں بھی تعبیر کیا جاتا ہے، پہلے مجاہدہ، پھر مشاہدہ، نیز پہلے ”سیرانی اللہ“ اور پھر ”سیر فی اللہ“، سیرانی اللہ یا مجاہدہ اسی مرتبہ کا نام ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوگئی، اور نا فرمانیاں چھوٹ کر فرمانبرداری و اطاعت شروع ہوگئی، اور نفس و طبعیت کے بند چاچے ہوئے بھی حتیٰ الامکان سب احکام پہ عمل درآمد ہوتا رہا، گناہوں سے بچنے کا اجتہاد ہوتا رہا، ایک عرصے کے بعد طبعیت میں استقرار اور قلب میں رسوخ پیدا ہو جائے گا، نفس

محصّل ہو جائے گا، اطاعت و فرمانبرداری کرنے کی حرام و مکلف قوتیں، نفس، طبیعت، خواہشات نفس و غیرہ وہب جائیں گی، اور ایک حد تک تابع ہو جائیں گی، یہ گویا کہ ”سہادۃ“ یا ”سیر الی اللہ“ کی منزل پر پہنچلی وجہ ہے۔

اس کے بعد جو بندہ عاقل کا ایمانی سفر ہوتا ہے، وہ مشاہدات و صفات کا سفر ہوتا ہے، سیر فی اللہ کا سفر ہوتا ہے، سیر فی اللہ اور سیر فی اللہ کے ان دو مرحلوں کی ایسی مثال ہے، جیسے کوئی راہ پلنڈی سے لاہور کے سفر پر نکلے، مولروے پر راہ پلنڈی سے لاہور تک کا سفر یہ سیر فی لاہور ہے، لاہور لاہور پہنچ کر پھر شہر لاہور میں پھرنا بھی چڑا گھر جانا، کبھی شاہی قلعہ بھی یہ دنگر پر پہنچنا، کبھی شال مار باغ، کبھی مقبرہ جہا نکیر پہ جانا وغیرہ یہ سب سیر فی لاہور ہیں، سیر فی اللہ یا مشاہدہ کا وہج بھی ایسا ہے کہ اللہ کی ذات، صفات کے جلووں، اللہ کے فیضی نظام کے رازوں سے شناسائی سیر فی اللہ یا مشاہدہ کے اس مرتبہ میں بندہ عاقل کو، سالک کو سہاب اللہ بطور اعزاز و اکرام کے عطا ہوتے ہیں، جن میں زیادہ غلو نہ کیا جائے تو یہ بڑی نعمت ہیں، حضرات صوفیاء نے ان کی کتاب ہی فرمائی ہے، لاہور بزرگوں کے احوال اور سیرتوں میں قدم قدم پر اس کے طوے ملتے ہیں۔

## اہل مشاہدہ کے مقامات

سیرتی اللہ یعنی مشاہدہ کے مقام تک پہنچنے والوں کے چند قابل ذکر احوال یہ ہیں۔

- (۱) قولیت وہ (ان کی بکثرت دعا نہیں قبول ہونے لگتی ہیں)۔  
 (۲) الہام (دل میں علوم کا لگا ہوا نور اللہ کی طرف سے ماضی و مستقبل اور درجہ و درجہ کے واقعات و حالات کی اطلاع حاصل ہوتی ہے)۔  
 (۳) درجہ بے صافیت (بچے خواب بکثرت نظر آتے ہیں)۔  
 فراموش صادق (درجہ بے صافیت میں ان کا ذکر نہیں فوراً اصل بنیاد اور راز تک پہنچنے)

چاہتا ہے)

(۱۳۶۳) قناعت، اہد، وحدت الوجود، استغراق، تصرف، توحید، سکر، قبض

واسطہ، مشاہدہ، کرامت، کشف۔

ان تمام احوال کی نازک فنی تحدیدات ہیں، خصوصاً وحدۃ الوجود اور اس کے بعد والی کیفیات تصوف کے بڑے نازک مقامات ہیں۔

خلاصہ یہ کہ احکام شرع کی بجائے آوری مومن سے مطلوب و مخصوص ہے، اور احوال کی بجائے آوری کے لیے محبت ضروری ہے، محبت کی دو قسمیں ہیں، حب عقلی، اور حب طبعی، حب طبعی غیر اختیار کی اور وہی محبت «دوستی» ہے، جس کو میرا آجائے، بڑی سعادت ہے، ورنہ حب عقلی پیدا کرنا تو ضروری ہے ہی، کہ طبیعت چاہے یا نہ چاہے، نفس آمادہ ہو یا نہ ہو، عقلی و دہش میں اللہ کی محبت کو سب ماسوا کی محبت پر اور اللہ کے احکام کی عظمت اور ان کی رعایت و بجا آوری کو سب ماسوا کے احکام پر غالب کرے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

محبت کیا ہے دل کا درد سے منظور ہو جانا	محتاج جہاں کسی کو سہ پہر ہو مجبور ہو جانا
یہاں تو سر سے پہلے دل کا سودا شرط ہے پارہ	کوئی آسان ہے کیا سر درد منظور ہو جانا
بہا لینا کسی کو دل میں دل ہی کا بھیج ہے	پہاڑوں کو تو بس آتا ہے جل کر طور ہو جانا
	(عقلی و فنی محبت صاحب)

## (باب سوم)

## مثنوی کے منتخب اشعار مع تشریح

مولانا روم رحمہ اللہ کی فکر کا حاصل یہ ہے کہ قلب میں شوق و محبت کی چنگاری لگا کر اس دہشم اور بھاپ کے ذریعے دین کے احکام پر عمل کیا جائے، خشکیوں کی کلاہی دماغ سوز ہیں اور عقل و استدلال کے لیے چڑے طوطا فرد کی اصلاح کے لئے، اسلامی معاشرے میں دین داری کی سپرٹ بھرنے کے لئے ہاتھ لگانا کافی بلکہ معر ہیں۔

بندہ کے خیال میں علامہ اقبال مرحوم کے فلسفہ محبت و خودی کا حاصل بھی یہی ہے اور اس فکر و فلسفے میں سور نامہ کو دو اپنا رہبر اور امام قرار دیتے ہیں، مولانا عجل پرستوں، فلاسفہ اور خشکیوں پر جن جن پہلوؤں سے جرح و تنقید کرتے ہیں، انہی بنیادوں پر علامہ اقبال مرحوم الہامی و مادی مغربی فلسفہ سے متاثر، مسلمانوں کے مغرب پرست و دشمن خیال و عقائد پر تنقید کرتے ہیں، علامہ اقبال مرحوم کا مولانا روم سے خیالی منکامل جو ”خودوی اور سر پرستی“ کے عنوان سے علامہ نے منظم کیا ہے، اس نظم میں انتہائی درجہ میں یہ امور بڑے عمدہ طور سے سامنے آتے ہیں۔

## عقلیت و ظاہر پرستی پر نقد و جرح

بعد از اس دیوانہ سازم خویش را

آز سوزم عقل و در اندیش را

اس کا مطلب: بزدلی و علم اقبال مرحوم یہ ہے

مرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

خود کی گتیاں سلجھا چکا میں

فخر رازی داندہ وادی ہدیے

اندھ میں بحث اور ڈروہ میں ہدیے

مطلب: نجی اسرار اور سوز اور دین کے حقائق و معارف سمجھنے کے لئے محض حل کافی ہوتی تو فقر الدین راز کی جیسے اکثر مکتبین اور اہل حل و استدلال دین کے سب سے بڑے راہزبان اور صاحب معرفت ہوتے، لیکن عام طور پر ان مکتبین و اہل استدلال (خصوصاً ان کے متاخرین کا) کی عملی زندگی اتنی مثالی، معیاری، انفرادی نہیں ہوتی تھی، جتنی پیدائی مساکین کے حلقہ حل و استدلال کا دینی خزانہ اپنے پاس رکھتے تھے، دورِ حاضر کے سولہ پونہ، فارغ المہال، ہدیت پسند، کامروا، دوکھور حضرات اور مستشرقین کا سمونہ اور نقشہ ذہن میں رہے، تو سوانا کے اس شعر کی گہرائی اور پیدائی غریب مکتبی ہے، قبولِ اقبال مرحوم۔

مناظرِ قلندرِ بزدل و حرفِ لالہ یکہنگی نہیں      فقیرِ شہرِ قادون ہے لعلِ حائے مجازی کا  
متاخرینِ اشاعرہ، عالی مکتبین، اور مناظرہ و فیروہ اہل استدلال کی مولد بنے ہیں خبری ہے  
ہم خسِ راست مذہبِ اعتزالی      ویدہ حلِ است سنی در وصال  
عزہ خسِ ابدالِ اعتزالی      غریبیِ راسنی لہجہ از بصال  
ہر کہ در خسِ باندہ معتزلی است      کرچہ گوید سلیم از خانی است  
ہر کہ جہوں شد دمس سنی ولایت      اہل خیش اہل حل غریبی است

مطلب: صرف محسوسات کی آگہی (یعنی حقائق کا ادراک) کی آگہی کے حقائق کا ادراک کرتا ہے۔

محسوسات و ادبیات کے نظام (جو شریعت کو صرف محسوسات و ادبیات کے پانوں سے بنانا چاہتے ہیں) معتزلی ہیں، اپنے آپ کو کسی کہنا ان کی گمراہی اور بھول ہے، خود بھی نئی ہونے کے مقابلے میں جلا ہیں، دوسروں کو بھی دھوکہ دے رہے ہیں (متاخرینِ اشاعرہ پر بظاہر چلت ہے کہ محض نام کے نئی ہونے کا کوئی فائدہ نہیں، طرزِ استدلال تو تمہارا مگر اداعتزلیوں کی طرح ہے، جن کو محسوسات و ادبیات سے آگے کچھ بھائی ہی نہیں دیتا) نئی وہ ہے جو محسوسات و ادبیات کا حصار تو ذکر و معانیات اور نجی حقائق اور ان کے ادراک کے مقام تک



(دریافت و نگاہ اور اجتماع ملت کا اہتمام کر کے قلب و روح کے ذریعے اور سوائے پائے۔)

## حواس ظاہر اور عقل کی حد پر واز

انسان کے پاس علم کا درجہ ایک تو حواس ظاہرہ ہیں، یعنی آنکھ، ناک، کان، زبان اور لمس (ان حواس کے ذریعے اہراک کرنے والی قوتوں کو قوت باصرہ، شامہ، سمعہ، ذائقہ، ماسہ، یعنی دیکھنے، سونگھنے، سننے، چکھنے اور چھونے کی قوتیں کہتے ہیں) ان سب حواس کا کنکشن اور رابطہ دماغ کے ساتھ ہے، دماغ میں پھر حربہ پانچ قوتیں ہیں، جن کو دماغی حواس یا باطنی حواس کہا جاتا ہے، جو یہ ہیں، حس مشترک، حافظہ، خیال، واہمہ اور ذہن، ان میں سے حس مشترک تو حواس ظاہرہ اور حواس باطنیہ کا مقام اتصال اور تعلق رکھتا ہے، کہ پانچوں ظاہری حواس کی معلومات حس مشترک میں پہنچتی ہیں، پھر یہاں سے آگے، عقیدہ (خیال)، حافظہ وغیرہ میں ہوتی ہیں، اس طرح حافظہ، عقیدہ وغیرہ کا بھی اپنا اپنا دائرہ کار اور حس مشترک سے آنے والی معلومات میں عمل و دخل، اور تصرف کرنے کا حکام ہے (حس کی تفصیلات مختلف کتب میں ملتی ہیں)

خارجی معلومات اور احکامات حواس ظاہرہ سے گزار کر حواس باطنیہ میں پہنچتی ہے، اور حواس باطنیہ میں ان کی چھاننی، درجہ بندی، درکار اور وغیرہ مرتب و محفوظ ہوتے ہیں، پھر اپنی اس تقسیم اور درجہ بندی کے ساتھ یہ اور احکامات باطنی حواس سے عقل کو منتقل ہوتے ہیں، عقل ان احکامات کی درجہ بندی کے مطابق ان معلومات کو سامنے رکھ کر قوانین و احکام مرتب کرتی ہے، اور اصول و کلیات بناتی ہے، اور پھر حواس کے ان معلومات اور عقل کے نکالے ہوئے نتائج و قوانین کی روشنی میں انسان اس مادی کائنات میں، محسوسات کے اس عالم میں عمل و دخل اور تصرف و تدبیر کرتا ہے۔

اس تفصیل سے یہ واضح ہے کہ عقل جو انسان کو شرف انسانیت عطا کر کے ہوتی تو محسوسات،

حیوانات وغیرہ سے متنازع کرتی ہے۔ یہ اصل اپنی مگردہ اور تہاجِ اقوامین کے بنانے کے عمل میں خواہشِ ظاہرہ اور ہلہولہ کی تہاج ہے۔ خواہشِ ظاہرہ سے خواہشِ ہلہولہ کو خواہشِ ہلہولہ سے اصل کو محسوسات کے حلقہ، کائناتی اشیاء کے حلقہ، مطلوبات کا خام مال اور ایدہ من نے ملے تو اصل عاجز و رماندہ ہے، پس اصل کا دائرہ مدار جب خواہش کی دی ہوئی مطلوبات پر ہے، اور خواہش سے ادراک کرنے کا دائرہ صرف مادی کائنات کی اشیاء ہیں، جو دیکھی، سونگھی، چمکی، سنی یا پھرتی جاسکتی ہوں، اس سے آگے خواہش عاجز ہیں، اور پھر خواہش کا ایک بحر یہ بھی ہے کہ ہر ایک حواس اپنے دائرہ کار سے باہر مادی چیزوں کا بھی ادراک نہیں کر سکتا، مثلاً آگ کو دیکھنے میں کتنی ہی چیز ہو، اور دور دراز کی دیکھی ہو، لیکن سونگھنے یا سننے کا کام بھی نہیں کر سکتی، کوئی بہرہ ہو، لیکن دیکھا ہو، تو ساری زمین و آسمانوں سے پھر جائے، آوازوں سے ساری فضا میں ارتعاش اور صوج پیدا ہو جائے، پھر اسے کو حلقہِ غریبی نہ ہوگی کہ کیا آوازیں اور صدائیں اٹھ رہی ہیں، لیکن حال کی ہری پانی حواس میں سے ہر ایک حواس کا ہے، کہ دوسرے حواس کے حلقہ مطلوبات کو وہ بالکل محسوس نہیں کر سکتا۔

پس جب اصل کا مدار اور مدارِ خواہش کی مطلوبات پر ہے، تو اصل کا عمل و عمل اور غور و فکر کا سلسلہ بھی عالمِ مادی، عالمِ ہاسوت، عالمِ محسوسات تک ہی محدود ہے، مادی کائنات کے مدارِ جو کہ حقائق اور فیحی نظام ہیں، جنت، جہنم، جزا و سزا، مشر و شر، ملی صراط، میزانِ عمل، کائنات کے آواز و اختراع کے حلقہ حقائق، آسمانوں سے ماہر کی کائنات، عرش، کرسی، جہم، اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے درمیان یہ سب کہ اصل کے دائرہ کار سے باہر ہے۔

غیبات اور مابعد الطریقات کا ذریعہ ادراک وحی الہی ہے

اس فیحی نظام کے ادراک و علم کے لئے اللہ تعالیٰ نے وحی کا سلسلہ رکھا ہے کہ خود اللہ کی طرف سے بذریعہ وحی اس فیحی نظام کے حلقہ مطلوبات تک پہنچتی جاتی ہیں، اور یہ وحی ہر کس و تا کس پر

نہیں بلکہ چنے ہوئے منتخب انسانوں پر بھیجی جاتی ہے۔ جن کو شریعت کی اصطلاح میں نبی و رسول کہتے ہیں۔ اس لئے محل کو وحی کے تابع رکھنا ضروری ہے، کیونکہ وحی کی پرواز و چڑھ سے شروع ہوتی ہے، جہاں محل کی پرواز دم توڑ دیتی ہے، یعنی وحی عالم غیب سے بات شروع کرتی ہے۔

ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ بِالْغُلُوْبِ ۝ وَالَّذِيْنَ

ترجمہ: یہاں ایک کتاب ہے، جو ہر طرح کے شک و شبہ سے خالی ہے، متقین کے لئے ہدایت ہے، جو بندہ کیجئے حقائق پر ایمان لاتے ہیں۔

یہاں نقل آیات میں مذکور صفات والوں کو قرار دیا گیا ہے، اور ”اَلَا اِنَّ اَوْلٰئِیَہِ السَّعٰدَۃُ لَا یُخٰوِفُ عَلٰیہُمْ وَلَا یُخٰوِفُہُمْ یُخٰوِفُوْنَ اَللّٰہَ اَسْمًا وَّ کَافُوْا بِالْغُلُوْبِ“ میں اور یہ وحی تعریف و توصیف اور توضیح حقیقتوں سے کی گئی ہے، پس منقول تجزیہ پر نگاہ کر ایمان بالغیب اور اعمال پر مبنی دیکھیں، اور نقلی ہی مقام ولایت پر قائم رہیں۔

پھر اس وحی کا پہلا پرکھ کے لئے وحی پر اصرار کرنے کی بجائے محل محل کو میزان و معیار بنانا ایسا ہی ہے، جیسے سننے والی چیزوں یعنی آوازوں کے لئے بجائے کان کے آگے کوہ اور دیو کی جانے والی چیزوں (کیست، مقدار، رنگ، وضاحت، جسامت، افعال) کے لئے بجائے آنکھ کے کان کو معیار و میزان بنایا جائے، ایسا کرنے سے کبھی بھی صحیح نتیجہ حاصل نہ ہوگا، اور درحقیقت خداوند نے ”تقدیر تاریخ“ میں محل کے حلقہ کیسا مناسب فیصلہ کیا ہے۔

محل ایک صحیح ترزوہ ہے، اس کے فیصلے جتنی ہیں، جن میں کوئی خلاف واقعہ چیز نہیں، لیکن تم اس ترزوہ میں امور تو حید و آخرت، حقیقت نبوت، حقائق صفات انبیاء، اور وہ تمام امور و حقائق جو مابعد حاصل ہیں، انہیں نہیں سمجھتے، یہ مابعد حاصل کوشش ہوگی، اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے ایک ترزوہ دیکھی جو سونے کا لہریں کرنے کے لئے ہے، اس کو اس ترزوہ میں پہاڑوں کے تونے کا شوق پیدا ہوا، جو

ہائیکس ہے اس سے ترانہ کی صحت پر کوئی حرف نہیں آتا، کیونکہ اس کی گنجائش کی ایک حد ہے، اس طرح عقل کے عمل کا بھی ایک دائرہ ہے، جس سے باہر وہ قدم نہیں نکال سکتی، وہ انداز اور اس کی صفات کا احاطہ نہیں کر سکتی، کہ وہ اس کے وجود کا ایک ذرہ ہے (عقد سہ ماہی ص ۱۷۷، تاریخ ادیان ص ۱۷۷، بہار ص ۱۷۷)

## عقل غیریات کی جانچ کا پیمانہ نہیں بن سکتا

اس لئے عقل کا کام یہ نہیں کہ وہ وحی سے ثابت شدہ فیہی حقائق کے صحت و سقم کا فیصلہ کرے، اور جائزہ لے کہ عقل ان کو قبول کرتی ہے یا نہیں۔ کیونکہ وہ عقل سے دبا ہوا اور ہیں، عقل کی تنگ پائی ان کی کرد کو بھی نہیں پاسکتی، عقل میں وہ کہے سائیں گے؟ جہذا عقل کی رنج میں نہ آنے کی وجہ سے اس کو خلاف عقل کہنا پڑی مراثت اور بد عقلی ہے، خلاف عقل ہونا اور چیز ہے، عقل سے ماوراء ہونا اور چیز ہے، طہرہ و دہرہ، ملاسفہ اور عقل پرستوں نے انہما کے ذریعے جتنے دلی خبریں، وحی کے راستے ثابت ہونے دلی نہیں باتوں کے بارے میں شور مچایا کہ یہ خلاف عقل ہیں، تو حلقہ میں سے ایک طبقہ ان کو عقل کی ترانہ و وحی ہونے کے لئے دواز چناؤ اور سمجھا پائی دواویات اور تاویلات کر کے مختلف بھی حقائق کو عقل کے دائرے میں محصور کرنے لگے، انہوں نے عقل پرستوں کو ان کے عقل کی اوقات سمجھانے اور یاد دلانے کے بجائے خود دواویات اس بات کو گویا قبول کر لیا، کہ فیہی حقائق کا عقل کے دائرے میں ہونا ضروری ہے، حالانکہ اس راستے کی بجلی سب سے بڑی گمراہی ہے، کہ عقل کو علم و جدایت کا آخری سرچشمہ تسلیم کر لیا جائے، وحی کی منکر قومیں، آسمانی شریعتوں کے منکر طبقے، انبیاء کی بیعتوں کے منکر گروہ، اگر ایسا کرتے ہیں، تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ گمراہ ہیں، ان کو وحی کی حقیقت کا نبوت کی ضرورت و حاجت کا علم نہیں، لیکن مسلمان ہو کر، وحی و نبوت کو تسلیم کرتے ہوئے، پھر ان دہری عقل پرستوں کے شور و شین سے متاثر ہو کر اور ان کی بات کو گنج تسلیم کر کے اسلام کو،

اسلامی احکام و اہلکار کو عمل پرستوں کے خود ساختہ اصولوں کے گرد گھسانا یہ تو بڑی زیادتی کی بات ہے۔

پھر حُرے کی بات یہ ہے کہ ان خلافت و بادشاہت کے دعویٰ کے برخلاف خود ان میں عمل و حواس کے علاوہ ایک وجدانی، باطنی قوت بھی ہے، جب قلب غلبہ مافی ہو اور عمل حقل سیم ہو (غریبشات کی غلام نہ ہو) تو یہ دوقی و وجدانی قوت یہ احکام کرتی ہے، انبیاء پر ایمان لانے والے اولین مومنین کو انبیاء کی بات عمل میں کر ہی ایک گمراہ یقین اور ایمان بالظہر حاصل ہو جاتا تھا، اس میں اس دوقی و وجدان کا بڑا عمل معلوم ہوتا ہے۔

## باطنی وجدان یا نور باطن کی قدر و قیمت

مولانا نے اس باطنی وجدان اور ذوق یقین کو بڑی اہمیت دی ہے، اور ظاہر ہے کہ حواس کا ہوا کے مقابلے میں یہ باطنی حس وجدان (اسور فیض کے اور اک کے لیے) کبھی زیادہ اہمیت کا حامل ہے، فرماتے ہیں

چلے سے بہت جزائی چل حس      آں چہ ز سرخ دایں صہ چس

اعداس بازار کہ اہل محشر اند      حس مس راچوں حس زر کے فرم

حس ابداس قوت عظمت کی خورد      حس جاں ار آفتابے کی چرد

مطلب ان کا ہر پہنچا حواس کے علاوہ پہنچا اور حواس بھی ہیں، یہ حواس ظاہرہ تو تانے کے مثل جبکہ وہ حواس (جسکی وجدانی قوتیں) اس کے مقابلے میں سونے کی طرح ہیں، اس بازار میں جہاں اہل محشر ہیں (عالم بالا یا عالم آخرت میں) تانے جیسے حواس کو سونے جیسے حواس کے بدلے میں کون لے گا (کب لے گا اور کیوں لے گا) یہ جسمانی حواس ہر کی کو خدا نکالتے ہیں، جبکہ دماغ کے وہ حواس روشن آفتاب سے نکل پاتے ہیں۔

حضرت مولانا یہاں بڑے پتے کی باتیں کہہ گئے ہیں جن کی ذیل میں شوق و ارض صحت کی

جانی ہے۔

ایک بات تو یہ ہے کہ خواہ مخواہ اور عقل ہر انسان کو عطا ہوئے ہیں، خواہ وہ سن ہو، یا کافر، عقول ہو یا مردود۔

دوسری بات یہ کہ حمل حیوانی (جو عام انسانوں کی حمل کا مرتبہ ہے) کے سارے استعداد و فکر کی بنیاد انہی نگاہی حواس کی مطوعات پر ہے، جیسے کہ پیچھے واضح کیا گیا ہے، تیسری بات یہ کہ اس ماسوتی زندگی میں انسانی زندگی کی جگہ انسانی جسم کی نشوونما (جس میں ان نگاہی پانچوں حواس کی نشوونما بھی شامل ہے) دنیا کی مادی غذاؤں، ہوا، حرارت، پانی، جمادات، نباتات (انجان لہوں، پھول، پھل، ترکاریاں) اور حیوانات کے اجزاء (گوشت، اطہرے، دودھ، تھی، بھنن، شہد وغیرہ) سے ہوتی ہے، اور مادہ چونکہ تاریک و بے شعور چیز ہے، اس لیے مادے کی ان مختلف شکلوں (انجان، پھل، جمادات، حیوان کے دودھ، گوشت، پھل، کھل وغیرہ) سے جو جسم و حواس نشوونما پاتے ہیں، وہ بھی تاریکی کے حال ہیں، یعنی اس مادی عالم کے حجاب کو تو ذکر اس سے آگے کے خالق کا ادراک وہ نہیں کر سکتے، اس سے حواس ظاہر اور عقل کا دائرہ کار معلوم ہو گیا، ان کی محدودیت، مادیاتی، اور ان سے حاصل ہونے والے علم کی مختار و بے حد قسمی معلوم ہو گئی۔

اب چوتھی بات سمجھو کہ روح انسان کے جسم اور حواس کی طرح مادی چیز نہیں، بلکہ لطیف اور مجرد جو ہر ہے، جو اوپر کے عالم سے آئی ہے، پچھلے باب کے پیرہن میں چرما کا ہوتا ہے، اس کا مادی اور خاکی بدن تشکیل پنے پر ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ عالم بالا کے غزنوؤں سے روح فرشتہ کے ذریعہ بھیج کر اس کے جسم میں داخل کر دیتے ہیں، تو یہ مادی اور خاکی جسم دندہ ہو جاتا ہے، تو حیات کا سرچشمہ روح ہے، یہ مادی و خاکی بدن نہیں، روح اس سے نکل جائے تو چاروں میں پھول پھلے کر گل مرز گرد ہارہ مٹی ہو کر مٹی میں مل جاتا ہے۔

اور مادہ جو مختلف سانچوں میں داخل کر روح کی وساطت سے انسانی نگاہ میں مجسم و متشکل ہوا

تھا۔ دوبارہ اپنی اصل حالت پہ چلا جاتا ہے۔

زندگی کیا ہے؟ حواس کا شعور و ترتیب۔ موت کیا ہے؟ دائمی اجزاء کا پریشان ہونا۔ روح جس طرح اوپر سے آتی تھی، جسم سے الگ ہونے کے بعد مجدد دوسرے عالم میں (طیفین یا تھکن) پہلی جاتی ہے، پھر حیات کا سرچشمہ، شعور کا سرچشمہ، اور اک، علم کا سرچشمہ اس میں روح ہے، نہ کہ بدن۔

پانچویں بات: جسم کے حواس کے علاوہ روح کے کچھ مستقل حواس بھی ہیں (جیسے کہتے ہیں کہ دل کی آنکھیں، دل کے کان، بصیرت کی نظر یعنی بصارت کے مقابلے میں دل کی نگاہ کو بصیرت کہتے ہیں) تو جس طرح روح کو جسم پر فوقیت و نصیبت حاصل ہے، اسی طرح روح کے حواس کو بھی جسم کے کچھ بری حواس پر نصیبت حاصل ہے، اور ان میں نسبت سونے اور تانبے کی سی ہے کہ تانبے کا رنگ بھی سونے کی طرح ہوتا ہے، اور وہ بھی سونے کی طرح رعایت ہے، لیکن تانبے اور سونے کی حقیقت، دونوں کے اثرات، دونوں کے فوائد و دونوں کی تاثیرات اور دونوں کی طرف رجعت اور میلان میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

پہلی بات: جس طرح جسم مادی خوراک سے غذا حاصل کر کے آنکھ، ناک، کان کو سہلائی کرتا ہے، اور اس غذا سے طون بنتا ہے، جس سے چارے جسم کی طرح یہ کچھ بری حواس بھی نشروما پاتے ہیں، اور دیکھنے، سننے، سوجھنے کا عمل کر کے دماغ کو، عقل کو کاغذی شہاء کے بارے میں معلومات، اور اک فراہم کرتے ہیں، تو اسی طرح روح کے حواس بھی غذا حاصل کرتے ہیں، لیکن روح چونکہ مادی چیز نہیں، عالم بالا سے آتی ہے، اس لیے روح اور ان روحانی حواس کی غذا بھی مادی نہیں، بلکہ نورانی ہے، اور اسی سرچشمہ فیض سے براہ راست نشر ہوتی ہے، جہاں سے روح آتی ہے۔

ساتویں بات: آفتاب سے غذا حاصل کرنے سے مراد آفتاب حقیقت، سرچشمہ نور، اللہ نور، اُسوۃ والا مرض وافی ہستی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اور روح کی غذا اللہ اوپر سے آتی ہے، وہ

انبیاء کی شریعتوں کی صورت میں، وحی سے جاہل شدہ احکام کی صورت میں آتی ہے، رُوح کو جب یہ نظر ملتی ہے (شریعت کے احکام پر عمل درآ کر کی صورت میں) تو رُوح کی نشوونما ہوتی ہے، رُوح کی قوتیں بھلے چمکے چمکے لگتی ہیں، رُوح کے ادراک کے آلات وحاس پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں، اور عالم غیب سے ان کا کنکشن جڑ جاتا ہے، اور وہاں سے رُوح پر علوم کا، حقائق کا، معرفت و اسرار کا فیض نازل ہوتا ہے۔

انبیاء پر علوم بالا کا یہ فیض، وحی کی صورت میں اور انبیاء کے جبین پر کشف، الہام، بصیرت، فراست، روئے صادق اور عقل سلیم (نہ کہ عقل حیوانی جو خواہشات کی غلام ہو، جیسے کفار، منافق، نون اور عام لوگوں کے عقل) کی صورت میں نازل ہوتا ہے، اب اس راستے سے جو علوم کا فیضان ہوتا ہے، وہ ایسے بڑے اور وسیع علوم ہوتے ہیں، جو عالم سطحی سے عالم بالا تک، علم مشہور سے غیبات تک، ماضی سے آئندہ تک، مادیات سے روحانیات تک، دنیا سے عقبی تک پہلے ہوتے ہیں، جبکہ وہ پرست معقولوں کا علم جو حواس ظاہر و اور عقل و استدلال کے راستے سے حاصل ہوتا ہے، اس تاریک و محدود علم کو، اور مادی کائنات کے ساتھ مخصوص علم کو رُوح کے ان حواس کے ذریعے آنے والے علم سے کوئی نسبت ہی نہیں، بلکہ اس کے مقابلے میں اسے علم کہنا بھی گلِ نظر ہے۔

چہ نسبت خاک و لہا عالم پاک

آٹھویں اور آخری بات، عالم بالا میں، عالم آخرت میں مادیات کے علم کی کوئی قدر و قیمت نہیں، کیونکہ یہ تو مرنے سے پہلے پہلے تک کے مادی تھکنوں اور مادی کائنات کے نوچیلے میں الجھا ہوا ہے۔

## عقل حیوانی اور عقل ایمانی

عقل حیوانی بات کو سمجھانے کے لئے بندہ راہم الحروف کی تعمیر ہے، مولانا نے اس مفہوم کے



لئے "عقل جزوی" کی اصطلاح بعض اشعار میں استعمال کی ہے (یہ اشعار آگے آ رہے ہیں) عقل حیوانی یا عقل جزوی سے مراد ظاہری عقل، عقلی خرافات کے ہاتھوں پر عقل عقل مادی کا نکات میں الجھی ہوئی اور ظاہری حواس کی پابند عقل ہے خواہ وہ عقلی استدلال اور عقلی مقدمات پر مبنی و تحقیق اور انکشاف حقیقت کے لئے انھما کرتی ہو، جیسا کہ قدیم فلاسفہ اور یونانی اسلامی دور کے ماسک و متفلسفین اور مشکلمین (معتزل و غیرہ) کا طرز و طریقہ تھا، یا تجربہ و مشاہدہ پر اور جدید سائنسی طریقہ کار کے مطابق تجربہ واری، ریسرچ پر انکشاف حقیقت کے لئے حوا و انھما کرتی ہو، جیسے جدید فلاسفہ سائنس دانوں اور مدعیان علم و تحقیق کا شیوہ ہے، کیونکہ تجربہ و مشاہدہ کی بھی تو تمام تر بنیاد ظاہری حواس کے اور انکشاف و احساسات پر ہے، اور ان اور انکشاف و احساسات سے عقل حیوانی کے اختتام و استدلال ہے۔

## مادیات کے تجربہ و مشاہدہ کا دائرہ کار

سائنسی آلات اور مشینوں کے ذریعے ظاہری حواس کے ساتھ یہ تجربہ و مشاہدہ کتاب و سنت و وحی اور ہر ایک ورتق ہے، ایلم و علیہ کے اندرونی رازوں تک پہنچنے والا ہو، اور ذہن این اسے کی وسیع دنیا کو سمجھتے والا ہو۔

الیکٹران، نوترون اور پروٹون کی ثبت و نقلی چارج اور نظام شمسی کی طرح ایلم کے اندرونی اندرونی کے ایک مربوط و منضبط نظام کے راز کا شکرے والا ہو، لیکن جو کچھ بھی ہو، یہ سب کچھ اس مادی کا نکات ہی کی کرشمہ سازیاں ہیں۔

فرضی کا نکات اور آب و ہوا و خاک و آتش چنی جہاں رنگ و بو کی ہی جھلکیاں ہیں، کلاں اور سیاروں کے عالم محسوس ہی کی جھلکیاں ہیں، اس عالم غیب کے روحانی اور قدوسی سلسلوں سے قریب و اجنبیت اور بے خبری والا طبع ہی ہے، جس سے انجیاء نے پردہ اٹھا دیا ہے، آسانی کتابوں، اور وحی و الہام کے سلسلوں نے جس کی خبر دی ہے، اور ایمان و عمل صالح

والی زندگی اختیار کرنے اور اس میں پوری طرح رہ گئے کے بعد بندہ مومن پر عجم غیب کے یہ اسرار و رموز، یقینِ محکم، مشاہدہِ باطنی، کشف و الہام اور بصیرت و فراست، ذوق و شوق کی مختلف کیفیات اور قلبی وجدان کی صورت میں مادی کائنات سے باہر وہ سب بہت دور بہت دور تہہ پہ تہہ چھاننی کھینچتے ہیں، مومن کو نبوت کی اطاعت اور احکامِ شرع کی اتباع اور مقامِ توحید میں دھونج حاصل ہونے کے نتیجہ میں جب قلبی مہاشیت اور روحانی پالیدی کی صفایا کا یہ مرحلہ حاصل ہوتا ہے تو اس کی عقلِ حیوانی کے درجہ سے گزر کر عقلِ انسانی کے مرحلہ پر ناکز ہو جاتی ہے۔

ایک دانش برہانی، ایک دانش نورانی، دانش برہانی، حیرت کی فراوانی  
اب اس کی عقلِ غلویشات اور نفسانی قوتوں کے ہاتھوں پر فعال ہونے اور مادی کائنات کو ہی سب کچھ سمجھنے اور محاسنِ ظاہر و پرانہ پر گہرا کرنے کے بجائے روح و قلب کو حاصل ہونے والے ذوقِ یقین اور باطنی وجدان و روحانی پالیدی کی ہر ازا و دوساز ہوتی ہے۔

حاصل یہ کہ اللہ پر ایمان لانے بغیر اللہ و رسول کے احکام کی غیر مشروط اطاعت و فرمانبرداری کے بغیر قرآنی علوم و حکمت سے مناسبت و ربط پیدا کئے بغیر عام طور پر آدمی کی عقل و کجہ فہم و ناجائز عقلِ حیوانی کے درجہ سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔

مادی عام کے ظلماتی قہارات سے اس کا علم و تجربہ اس کی حقیقت و سرچ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ خواہ وہ سورج کی شعاعوں کو مادی قوانین پر قابو پا کر گرفتار کرنے کے قابل ہو جائے، یا ستاروں کی گزرگاہوں کا کنج لگائے، یا اہم کا جگر و ذکر الیکٹران و پروٹان اور نیوٹران کی خود بخود دنیاؤں کے راز قاش کرے، یا ظلیہ اور ذی الہی اسے جس جیسے قوانینِ فطرت تک رسائی پالے۔

جبرئیل اقبال مرحوم!

ذمہ داری والے ستاروں کی گزرگاہوں کا اپنے افکار کی دنیا میں سفر کرنے کا

اپنی صحت کے قلم وچ میں اٹھایا آج تک فیصلہ نفع ضرر کرنے کا  
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا زندگی کی وہ تاریک سڑک کرنے کا  
(سب کچھ سمجھنا سیکھنا)

## ”خود ابھی ہوئی رنگ دیو میں ہے“

زمین و آسمان کے تقابلیات نے والی اقوام مغرب کا نکالی قوتوں اور مادی قوانین کا ایک حد تک انسانی دستور میں لانے والے ذرات جدید کے دھڑی دھادے پرستہ اسے کو پرندے کی طرح فضا میں اڑانے والے اور خلا کی تعمیر کرنے والے سائنس دان اور انکشافات جدیدہ کے حاملین، سمندروں کی چھاتیوں چھاڑ کر بحری تعمیرات فضا کے جھڑے گاڑنے والے خدا فراموش انسان یہ سب کچھ کرنے کے باوجود اگر نہیں کر سکے تو یہ نہیں کر سکے کہ یہ انسان جو اس مادی کائنات کے پیچھے ہڑا ہوا ہے، خود اس کی کیا حقیقت ہے، اس کائنات میں خود اس کی کیا حیثیت ہے؟ اس کی زندگی کا مقصد کیا ہے، یہ جسم اور روح دو چیزیں ہیں۔ جسم کی ساری ضروریات تو اس مادی کائنات میں موجود ہیں، اور یہاں سے پوری ہوتی ہیں، لیکن روح ہے چار کی بھی تو ایک حقیقت ہے، اس کی کیا ضروریات ہیں، اس کی غذا اور رواد کا کیا نظام ہے، اس کی صحت اور مرض کے کیا قوانین ہیں، اس کی طب کے کیا ضوابط و اصول ہیں، اور روح کی صحت و مرض کے، جبر و احکام اور معانی کون ہیں، مادی تعمیرات میں الجھ کر مادہ پرست اور خدا فراموش انسان اپنی روح پر توجہ دینے سے قاصر رہتا ہے، وہ روح کی گہرائیوں سے ابھرنے والے ان سیکھنے سنانوں کو مسلسل نظر انداز کرتا رہتا ہے، اپنے ضمیر کی آواز کو گنتی سے دبا دیتا ہے، وہ اس مادی کائنات سے آگے نہ اٹھتا ہے، علم کو لے جانا چاہتا ہے، نہ اپنے عقل، سنی و جہد اور روز و صبح کو لے جانا چاہتا ہے، وہ اس بے ثبات عالم اور فانی زندگی اور مادی کائنات پر مطمئن ہو جاتا ہے، اور محض جسمانی ضروریات کی فراہمی کو انسانی زندگی کی تکمیل سمجھتا ہے، عقلی خواہشات کی تکمیل اور نفس پروری کو زندگی کا

مقصود قرار دے لیتا ہے۔ خواہ اس تمام بے راہ روی کے نتیجے میں روح کی بے قراری انتہا کو پہنچ جائے۔ روح کو اپنی ضروریات، اپنی دوا و غذا دینے والے سے انسانی شخصیت میں مہیب خد اور ہولناک و خوفناک اور صدمات پیدا ہو جائے۔ اور انسان اشرف المخلوقات کے بجائے حیوان اور مہذب و تمدن بن جائے۔ وہ اپنی عقلی و نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے ہر کار و رسم، ر پر پا کر دے۔ اس کے شر و مکاروں سے زمین کا اپنے گنگے، ڈلڑیوں سے بھر جائے، مسند و عطا نیوں سے بھر جائیں، دریا بھر جائیں، آتش فشاں فٹنے لگے گئیں۔

قَطْرُ الْفَنْدِ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَتَبْتُ إِلَيْكَ النَّاسِ (سورة الروم).

Figure 1

ترجمہ: خشک دہری میں انسانوں کے کڑواؤں سے فساد اور بگاڑ رونما ہو گیا۔

کی صداقت پر چرخی کائنات گواہ بن جائے۔

لیکن اس سب کے پر بھی خدا فراموش انسان نہیں ہے۔ مصلحِ محمدیؑ کو خیرِ ہاد کہہ کر مصلحِ ایمانی کے مرتبے پر آنے کے لئے چارہ دیو۔

روح کے احتجاج کو نظر انداز کر رہے فطرت کی قوتوں کے مقابلے میں بجاوت و سرکشی پر ہی اڈا رہے، ایک خدا کی خالقیت و مالکیت، عبودیت و الوہیت کو مان کر نہ دے، اپنی لڑچکیاں اور تعصبی کے دعاوی سے دستبردار ہونے کے لئے تیار ہی نہ ہو۔

خلق جو کرمی غلام ہے وہ بہت کی لاف نہیں کرتا ہے۔

پدموں کی طرح فضاؤں میں اڑنے، مچھلیوں کی طرح سمندروں میں تیرنے کے ہر جو انسانوں کی طرح زمین پر چلنے اور چلنے کے لئے تیار ہو، مشترکہ دھڑکنے کی دھڑکنے پر حاضر اور اپنی جگہ پر کھینچے سے انکار کی روش پر قائم رہے۔

ظہیر کی حاضرت جس کو سحری نے چوں زبان دی ہے۔

کتابخانه خرمی

آکادمی اسلامیہ

کے تازیانہ دے سبقت ہر آن اس کی مداح کی گمراہیوں سے بلند ہوتے رہیں، ان پر اس ظہوم و جہول نے کان نہیں دھرا۔

یہ کام کر کے عقلِ حیوانی کے ہیں، کہاں تک کوئی اولادِ آدم کی زبانِ گاریں کو خدا نظرِ اسوش انسانوں کی غفلت دانا، قبت اندیشیوں کو بیان کرے۔

بہن مولانا کے اشعارِ ملاحظہ کرو، جو ان حقائق کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں، شریعت کے رموز کے عقلی خزائن اپنے اندر چھپائے ہوئے ہیں۔

## مادی اشیاء کا اصل جو ہر بھی ان میں مخفی غیر مادی امر ہے

جہت مگر ہی آئندہ کہ من غیر ازین ظاہر فی ضم و من  
چچہ تدریث کہ ہرچہ ظاہر است آں زحمت دے پنہاں فرست  
فائدہ ہر ظاہر سے خود باطنیت نہک نفع اندر دوام مضر است  
مطلب سکرین (ظاہرین و مادی پرست) کی بڑی دلیل یہی ہوتی ہے کہ ہمیں تو اس جہان رنگ و بو، اس مادی کائنات کے علاوہ کوئی اور جہاں، کوئی اور عالم (جنت، جہنم، عالم آخرت، برزخ وغیرہ) دکھائی نہیں دیتے، یہ سب سطلے ہیں تو کہاں ہیں؟

(مولانا جواب دیتے ہیں) یہ لوگ کون ہیں سوچتے؟ غور نہیں کرتے کہ جہاں کہیں کوئی ظاہری نقش، کوئی مادی صورت، محسوسات میں سے کوئی چیز ہوتی ہے، وہ ہمشہدہ (مکمل) محسوسات سے ہی نمایاں ہوتی ہے (اس کے پیچھے قدرت کا ہر انہی نظام کا دروازہ ہوتا ہے) ہر ظاہری صورت اور ظاہری عمل کا فائدہ کہہ اور روح کوئی باطنی چیز ہی ہوتی ہے، جو ظاہر میں نظر نہیں آ رہی ہوتی، اس کی ایک مثال دو دروازے کے کہ ظاہری صورت تو ایک دروازے کی ہے، ایک علاج کی ہے، لیکن اس کی اصل روح اور اصل مضر جو اس دو دروازے سے منقسم ہے وہ اس دو میں شفا کی تاثیر، ازالہ مرض کی وہ صلاحیت ہے، جو غیر مادی اور غیر محسوس چیز ہے، اور وہ اس عقلی طور پر

موجود ہے، تو دوائی میں لڑنے، مرض کی تاثیر اور شفا کی صلاحیت کے نظر نہ آنے سے اس کا انکار کرنا کیسے ممکن ہے، اور ظاہر ہے خود دہری مادہ پرست بھی اس کا انکار نہیں کرتے۔

## عقل حیوانی اپنی اوقات میں رہے

عقل جزوی آغوش و ہم سے سخن      زانکہ در مقامات شدہ اورا وطن  
عقل جزوی عقل را بدنام کرد      کام دنیا مرد را بے کام کرد  
ایں غرض جاہل ہی ہائے شوق      دست در دوا لگی ہائے دوا  
مطلب عقل جزوی کا نتیجہ اہام و غیلاط، سخن و تمجین، بے اصل اور بے حقیقت کہانیاں اور  
(جن کو عقل حیوانی کے بیماری عقلی اصول اور عقلی مقدمات قرار دیتے ہیں)  
یہ اس وجہ سے ہے کہ عقل جزوی دماغ کی منزل اور مکان تارکیوں میں ہے، یعنی ان کی روح  
روشن و منور نہیں، جو اس عالم ماسوت سے آگے کا بھی ادراک کر سکے، اس لئے ان کا مسلط علم  
یہ عام ماسوت اور یہ مادی کائنات ہے، اس سے آگے کی ان کو کوئی سوچ و جو، کوئی شعور نہیں،  
کفر کے، اللہ سے اجنبیت و بیگانگی کے نوع و درجہ تمامات ان کی عقل پر اور ان کی روح پر  
پڑے ہوئے ہیں، قرآن مجید میں ان کی اس حالت کی قریب ترین ترجمانی ان آیات میں

﴿

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَصْحَابُ الْكُفْرِ هُمُ الْغَافِقُونَ  
إِذَا جَاءَهُمْ بَعْدُ زُلْفَةٌ مِنْ آلِهِمْ قَالُوا هَؤُلَاءِ الَّذِينَ كُنَّا نَعِدُكُمْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ كَاذِبُونَ  
سَوَاءٌ لَكُمْ عَذَابُهُمْ وَآلِهِمْ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ عَنْ آلِهِمْ وَآلِهِمْ غَافِقُونَ  
مَنْ كَفَرَ بَعْدَ مَا نَبَّأَهُ بِالْحَقِّ لَبِئْسَ الْأَخْبَارُ  
مَنْ كَفَرَ بَعْدَ مَا نَبَّأَهُ بِالْحَقِّ لَبِئْسَ الْأَخْبَارُ  
مَنْ كَفَرَ بَعْدَ مَا نَبَّأَهُ بِالْحَقِّ لَبِئْسَ الْأَخْبَارُ  
مَنْ كَفَرَ بَعْدَ مَا نَبَّأَهُ بِالْحَقِّ لَبِئْسَ الْأَخْبَارُ

سورہ النور ۳۰-۳۱

ترسہ "سور جو لوگ منکر ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے مٹا ہوا صراخ جس کو یہ سارا دور سے اپنی کچھ یہاں تک کہ جب پہنچا اس پر اس کو کچھ نہ پایا اور اللہ کو پڑا اپنے پاس پھر اس کو پڑا پہنچا دیا اس کا کھانا اور اللہ جلد لینے والا ہے سب۔" ایسے اندھیرے ہوں گے سور دیش، چمچی آتی ہے اس پر ایک سر اس پر ایک سر لو اس کے سر پر بدل اندھیرے ہیں ایک پر ایک، جب نکالے پتا پتا لگائیں کہ اس کو دوسو جیسے سور جس کو اللہ نے ندی روشنی اس کے اسے کھیں روشنی۔"

### چند فطری سوالات اور عقل کا ان سے عجز محض

فرماتے ہیں کہ اس عقل جزوی نے عقلی عقل کو جو عقل ایمانی کا درجہ ہے، بے کار اور ہٹام کر دیا ہے، عقل کا عقلی مقام ہرچہ یہ ہے کہ وہ وحی کے ماتحت رہے، خصوصاً ما بعد الطبیعتی امور میں وہ از خود کوئی رائے نہ کرے، کیونکہ ما بعد الطبیعت کے حقائق جاننے کے لئے اس کے پاس ابتدائی معلومات بھی نہیں، یہاں حواس بھی بے کار ہیں، براہ راست اگر وہ پر بھی بے کار ہے، وہ عالم ہی اور ہے، جس کے امور کو مادی کائنات پر محسوسات کے نام پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، ان ما بعد الطبیعتی امور یعنی کائنات کا آغاز کیا ہے، انہم کیا ہوگا؟ انسان کا مقصد زندگی کیا ہے، اس زندگی کے بعد کیا ملے گا؟ روح کہاں سے آئی ہے؟ روح کہاں جائے گی؟ روح کی ضروریات کیا ہیں؟ خالق کائنات کون ہے، اس کی کیا صفات ہیں، خالق جھوٹی کے باقی حقائق کی کیا نوعیت ہے؟ وہ خالق انسان سے کیا چاہتا ہے، کیا نہیں چاہتا؟ یہ تمام امور صرف اور صرف وحی سے معلوم ہو سکتے ہیں، عقل کا کمال اور سعادت مندی یہ ہے کہ وہ محسوسات و مادی کائنات میں تو اپنے حواس سے کام لے کر فکر و تدبیر کرے، اور مفید مقاصد کے لئے مادی کائنات سے فائدہ اٹھائے، یہاں کی چیزوں کو اپنے استعمال میں لائے، لیکن مذکورہ ما بعد الطبیعتی امور میں صرف اور صرف وحی کی ماتحت رہے، نعمت

اور سات کے زیر اثر رہے فرماتے ہیں دنیا کو قصود و مطلوب بنانے نے انسان کو بے مقصد اور مراد کر دیا، کیونکہ دنیا قصود بنانے کی چیز نہیں، اصل جڑی نے وحی کی اجازت سے آزاد ہو کر خود فیصلہ کرنا چاہا تو اس کی نقد سزا اسے یہی کہ مادی کائنات میں الجھ کر اپنی عقلی منزل سے محروم ہو گئی، اللہ تعالیٰ انہی نے کرام کے ذریعے انسان کو بہت آگے تک کی منزلوں پر لے جا کر فائز کرنا چاہتے ہیں، دنیاویہ کی اجازت اور ان پر ایمان سے محروم ہو کر اصل جڑی واسے انسانوں نے اپنی منزل کھوٹی کر دی۔

یا اصفیٰ! یا حسرتا علی العباد

## عقل حیوانی کے حاملین کا تھمل مرکب

فرماتے ہیں کہ اس محل و ذرا اور فہم دماغ سے جو عقل حیوانی والوں کو حاصل ہے، اور اس پر وہ غرض و مطمئن ہیں کہ ہم بڑے عقل مند ہیں، حتیٰ کہ دنیاویہ کی تعلیمات کو وحی کے بیان کردہ حقائق کو بھی خاطر میں نہیں لاتے (جیسے کہ روشن خیال حقوق کا، کافروں کا، دھری سائنس والوں اور مذہب کا نام نہاد سکاڑوں کا حال واضح ہے) تو اس محل سے جہالت اور رواجی بہتر ہے کہ معمولی سمجھ بوجھ کا جام آدمی محل کے نشے میں مست نہیں ہوتا، اپنی مطلقیت کے پندہ میں جھکا نہیں ہوتا، اس لئے ایسے لوگ ایمان بھی چلدی لے آتے ہیں، اور دنیاویہ کی خبروں پر مطمئن ہو کر، جنت جہنم پر، آخرت پر ایمان لاکر، حساب کتاب کو تسلیم کر کے، دنیا میں بھی ان عقائد و تعلیمات کے مطابق پابندی احکام و اجازت شریعت والی زندگی گزارتے ہیں، کچھ بد عملی بھی کرتے ہوں، جب بھی عقیدہ دار و نظریہ ان کا بھی ہوتا ہے کہ یہ کام چھاپا ہے، یہ برا ہے، کیونکہ دنیاویہ نے وحی الہی سے اس کو اچھا یا بُرا بتایا ہے، اور مرنے کے بعد ان کا اچھا یا بُرا نتیجہ بھی ضرور سامنے آنے والا ہے، اس لئے وہ گناہ پر جری نہیں ہوتے، گناہ کو درست، بھلا، روشن خیالی اور جدت پسندی، کے خوشنما خلافوں میں لپیٹ کر دین میں آخر تک کے مرکب نہیں



ہوتے، بلکہ گناہ کو گناہ سمجھتے ہیں، اور آخرت کے مواخذے سے ڈرتے ہیں، اس لئے تو یہ احتیاط رکھ لیتے ہیں، اور زندگی کے کسی بھی مرحلے میں اپنی کوتاہیوں کا احساس بھی ان کو ہوا کرتا ہے، اور اس کے بعد کی زندگی کی اصلاح کر لیتے ہیں، اب دیکھو ان لوگوں کے پاس معمولی عقل تھی، لیکن یہ اس عقل جزوی والوں سے فائدہ میں رہے، یہ صرف دنیا ہی میں نہ اٹھے، مادیات ہی کو قبلہ و کعبہ نہیں بنایا، اس لئے فرماتے ہیں کہ عقل جزوی والے ان اللہ عزوجل سے تو یہ عام سہم سے رادھے مسلمان، جو توحید و رسالت، آخرت، حشر و فقر، نبوت، مہد، وسعہ، جنت و جہنم پر ایمان رکھتے ہیں، یہ زیادہ اونگی حالت میں رہے، اگر عقل جزوی والوں کے نزدیک یہ دنیا تو نبوت ہے، یہ جہالت ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ یہ جہالت اور یہ دنیا تو نبوت تمہاری اقلاطونیت سے لاکھور ہے بہتر ہے، جو اقلاطونیت تمہیں تو حید، رسالت کی اہمیت نہ سکھائی، تمہیں آخرت کے عالم سے واقف نہ کرائی۔

قلم بھٹکن، سیاہی پر جو دم درخشاں  
من ایں قصہ عشق است در دفتر لی گد

مولانا نے اسی ہمت کو دوسری جگہ یوں فرمایا ہے

آر مودم عقل در اندیش را  
بعد ازاں وچان سازم خوش را

عقل خدا داد ہے روشن ہے زمانہ

صد ہزاراں نفس دارد از طوم      جان خود را می نماند ای علوم  
داندان خاصیب ہر جوہر ہے      در جان جوہر خود چوں خربے  
قیست ہر کالہی دانی کہ چوست      قیست خود را ندانی را تقیست  
جان جملہ علما ایہا است ایہی      کہ بدانی من یکم در یوم دین  
مطلب (فرماتے ہیں) ایک فلسفی، ایک حکیم، ایک سائنسٹ، ایک ماہر پرست، خدا فراموش سکار دنیا جہان کے علوم سے تو واقف اور باخبر ہوتا ہے، مادی کائنات کے عناصر

اور اجزاء کی تحقیق اور پہنچ میں تو بال کی کمال آتا ہے، نہایت احتیاط اور سب ذی حیثیت عقائد کی تحقیق، عبادت، تزکیہ، صحت، منافع و مضرات کا کنوچ لگانے میں مہر کھپاتا ہے، لیکن اپنی ہستی اور ذات کا یہ عالم و جاہل انسان (انہ کان ظنوا بھو لا، الایہ) اور اک و شہور حاصل نہیں کرتا۔

ہر کائناتی عنصر، ہر مادی ذرے کی اصل اور جو ہر تک نورسانی حاصل کر لیتا ہے، اس کے خاصیات اور منافع و مضرات سے واقفیت ہم پہنچاتا ہے، لیکن اپنے اصل اور جوہر (روح اور روح کے خواص، اور مقصد تعلق آدم) سے بالکل ابھان جاتا ہے، اس باب میں بالکل گمراہی کا مظاہرہ کرتا ہے، ہر ذرے کی قدر و قیمت کا کنوچ لگا آتا ہے، لیکن حماقت اور نادانی کرتے ہوئے اپنی قدر و قیمت کا کنوچ نہیں لگاتا، کہ اللہ کے نزدیک انسان کی کیا قدر و قیمت ہے، کائنات میں اس کی حیثیت اور مقام کیا ہے۔

(فرماتے ہیں) خداوند دنیا جہان کے تمام طوم اور حکمت و دانش کی اصل روح اور جوہر یہ ہے کہ انسان یہ جان لے کہ کل مشر کے بازار میں ہماری کیا قیمت لگے گی، اور جنت و جہنم کی خریداری میں میں کس دھام کیوں گا۔ ج

کس دھام ہمیں لگے، کوئی لگا دیا ہے یا مجھے

ہاں ہماری ہاتھوں کی قیمت لگ چکی ہے، بولی لگانے والے خود ہمارے خالق و مالک اور ہمارے کریم رب ہیں، اور جس آفاقی تجارت کے لئے تمام اول و آدم کو یہ روحی مستعدی ہے، ”رب المسمات والارض“ نے ”ملک الناس“ اور ”الاناس“ نے ہمیں نہیں اس کے حلقی اپنا شاہی فرماں، اپنے پیچھے ہوئے صحیفہ حیات اور دلی مشکوہ میں جاری اور نافذ فرمایا ہے۔

ما ظہر من آياتہ و نجات۔

إِنَّ الْغُلَّةَ الْفُضْرَىٰ مِنْ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ بِأَنْ لَّهُمُ الْجَنَّةُ

يَقْتُلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلُونَ وَيَقْتُلُونَ سُوْرَةُ طه ایت ۱۰۷

ترجمہ اللہ نے مسلمانوں سے ان کی چاہیں اور ان کے مال غریبہ لئے ہیں (اور اس کے) عوض میں ان کے لئے جہشت (تیار کی) ہے۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں تو ہرگز بھی نہیں اور مارے جاتے بھی ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تَجَارِبَةٍ يُتَجَبَّرُ مِنْهَا غِلَابُ  
الْبَيْعِ تَزْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ  
وَأَنفُسِكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ يَخْشَىٰ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ  
وَاللَّهُ عَلِيمٌ خَفِيٌّ يَخْبِرُ عَنِ مَن نَّخْبِيهَا أَلا تَهْزُؤُا مَعَكُمْ يَوْمَ الْبَاسِ  
ذَلِكَ الْقُرْآنُ الْعَظِيمُ سُوْرَةُ طه ایت ۱۰۷-۱۱۲

ترجمہ اے ایمان والو کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں درویشی و غلامی سے نجات دے۔ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تم اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم چاہتے ہو۔ وہ تمہارے لئے تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں مسخوں میں داخل کرے گا جن کے سچے نہیں بہرہ دہی ہوں گی اور پاکیزہ مکانوں میں ہمیشہ رہنے کے ہانوں میں داخل کرے گا یہ بڑی کامیابی ہے۔

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّبَكَ بِهَذَا الْكِبَرِ سُوْرَةُ طه ایت ۱۱۲

ترجمہ اے انسان تجھے اپنے کرم اور ان رتبہ کے بارے میں کس چیز نے حیرت میں ڈال دیا؟

## فلسفی کو بحث میں خدا ملتا نہیں

گرتی خدای کت شکست کم شود جہد کن تا ار تو حکمت کم شود

تھکتے کر بیچ آئے اور خیال تھکتے ہے فیض نور اور اللہ جل  
 'حکمت دینا فرماؤ عن دینک حکمت دینی مرد فوق ملک  
 مطلب (فرماتے ہیں) اگر تو چاہتا ہے کہ حیرتی کم غلطی اور شکاکت میں کی آجائے تو کوشش  
 کر کہ غلط سے (کائنات و موجودات اور مابعد الطبیعیاتی امور میں) باطنی فلاسفہ کے نظریات  
 سے) پہنکارا پالے۔ ہے دین مصلحہ کی عقلی فن ترانیوں پر فریفتہ ہونے سے کہ وہ کبھی  
 کر لے (کہ یہ سب عن دینک اور انکل یک باتیں ہیں جن کو فلسفہ لامری حقیقت سے کچھ بھی  
 میں نہیں)

(فرماتے ہیں) جو حکمت و دانش اور غلط محض انسانی طبیعت اور فکر کی پیداوار ہیں اور خیالات  
 انسانی سے ناشی ہو اور وہ رب اور اللہ جل کے نورانی فیض سے خالی ہوتا ہے (جو فیض کہ مقررین  
 ہر گاہ حق پر کشف و الہام اور وحی کی صورت میں فاضل و نازل ہوتا ہے اور اس لہجہ ربانی  
 سے ہی کج معنوں میں انکشاف حقائق ہوتا ہے، اور 'سچی کو اپنی ذات کا اور اک اور معرفت  
 حاصل ہوتی ہے)

(فرماتے ہیں) یہ دنیوی حکمت و دانش اور مادی فلسفہ (جو ہے دین فلاسفہ کی یادگار ہے)  
 محض عن دینک پر مبنی ہے اور شکوک و شبہات ہی کو بڑھاتا ہے، بعد ازاں آیت کریمہ

اِنَّ يَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُلِيْهِشُ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا (سورہ صبح)

لہ: ۳۸

ترجمہ: وہ صرف اپنے گمان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور شک و شبہ  
 (گمان) حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں دیتا۔

جبکہ وہ حکمت و فلسفہ جو آسمانی شریعتوں نے پیش کیا ہے، انبیاء و علیمہ اسلام کی تعلیمات سے  
 ناشی ہے اور وہ حقے آسمان سے بھی لاپرواہی کی بنا پر کچھ پہنچا دے گا، اور مقام مروج کی معراج  
 کرا دے گا، جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس راستے سے اٹھائے مروج پر لے جا کر

معراج کرائی، بھول، اقبال مرحوم

سنتی جا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے کہ عالم شریعت کی راہ میں ہے گروں  
(بالہندلی)

اس نئی کے نقش قدم پر چلتے سے قربت و معرفت کے مقام عروج پر فائز ہوا ہو سکتا ہے۔  
اور دانائے سبیل، شتم الرسل، رسولائے کل جس نے عبادت کو بکثافت فروغ وادی میں  
(مہینا)

نقرا:

مئی کے نقش قدم ہیں جنت کداتے اللہ سے ملاتے ہیں ملت کداتے  
حضرت شاہ فضل الرحمن صاحب مخم مراد آبادی دوسرا شاہ خسرو صمدی کے مندر نقشبندیہ کے  
عظیم بزرگ ہیں، حضرت شاہ عبدالصالح محدث دہلوی دوسرا اللہ کے شاگرد تھے، دوسری علوم  
ظاہری کی تحصیل کے بعد اپنے رہانے کے عظیم نقشبندی صوفی بزرگ حضرت شاہ آفاق دسر  
اللہ سے صوم ہند کی تحصیل کی، اور معرفت کے مقامات طے کئے، اور اپنی عالمی محبت کے رنگ  
میں رنگ کر مقام شاہ فاکر ہوئے، جو مطلق و فلسفہ و طیر و علوم ظاہری کی ماسوائی اور بہرہ نفسی کا  
یوں ذکر کرتے ہیں اپنے اشعار میں اپنے مرشد کو خطاب فرماتے ہوئے

اسے آفاق شیریں داستان گواہ بے شکائی مس نکاش  
صرف و نحوہ معظم را سوجی شط عشق خدا فروختی

عقل حیوانی اور عقل ایمانی کی کار گزار یوں کا موازنہ

عقل دفتر با کدہ بکریہ عقل عقل آفاق دار پرزہ  
ار سپہی و سفیدی قادر است نور انش بدل و جان باز است  
سوراء نے عقل ایمانی کے لئے یہاں عقل عقل کی تعبیر اختیار کی ہے، یعنی عقل ایمانی عقل کی  
بھی عقل ہے، اور عقل کے لئے راہنما اور چراغ ہے، اس عقل ایمانی کے بغیر عقل، عقل

کہوتنے کی بھی مستحق نہیں، اور یہ عقل ایمانی انہی مساوات مند نفوس کے حصے میں آتی ہے، جو ایمان کی روشنی اور یقین کا خزانہ بنے پاس رکھتے ہوں۔

ان مذکورہ اشخاص میں عقل ایمانی اور عام عقل (مصلح جزوی یا حیوانی) کا باہم موازنہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عقل حیوانی نے انسانی نام دے اے اعمال کے دفتر کے دفتر سے کئے ہیں، کائنات کو ہمیشہ فساد و بگاڑ سے بھر رکھا ہے، انسان کے شرف انسانیت کی منہی پایہ کی ہے، انسان کے مصعب خلافت و نبیاست (انہی جاہل فی الارض خلیفہ الایہ) کو پامال اور داغدار کیا ہے، کبھی قاتل اس عقل حیوانی کا مال ہو کر زمین میں خونریزی کی بنیاد ڈالتا ہے، کبھی قوم نوح کے کفر و کج سردار اس عقل حیوانی کے بل بوتے پر انبیاء علیہم السلام کی انسانوں میں رائج کردہ آسانی تعلیمات اور ربانی جاہلیت کو غتر بوز کر کے، تو حید و رسالت کی بنیادیں اکھڑ کر انسانوں میں شرک و بت پرستی کے اندھ مہاروں کا فسون پھونکتے ہیں، جس کے نتیجہ میں چاروں روئے زمین اپنے سائنکین کے ہمارو طوقاٹوں اور سیلابوں میں غرقاب و غوطہ زن ہو جاتی ہے، کبھی عقل حیوانی کے حاکمین آذر و نروں، شہداء و فرعون، عاد و ثمود، قوم شعیب اور قوم لوط کی صورت میں زمین کو نوح و بگاڑ سے بھرتے ہیں، اور اس حد تک انسانی حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں کہ قیامت سے پہلے زمین پر قیامتیں برپا ہوتی ہیں، کبھی آسمان سے چتر برسنے لگتے ہیں، تو کبھی رزقوں سے زمین بھر جاتی ہے، اور کبھی دریا و سمندر بھر جاتے ہیں، اس طرح انسان کے بگاڑ پر تمام کائناتی قوتیں، مظاہر قدرت، فرشتوں کے قدوسی لشکر، دام اعلیٰ کے ارباب حل و عقد اور حاکمین مگرین اپنا احتجاج دیکھا کر آتے ہیں، اور ہرے رب کے یہ تمام کئے مجھے لشکر انسانی بگاڑ اور فساد کے ایک خاص حد تک پہنچنے کے بعد باذن رب اس کے آگے بڑھنا نہ دیتے، اور کبھی اس میں لگاتے دے ہیں۔

وَمَا يَنْفَعُهُمْ ظُنُوْرُ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ

ترجمہ: اور تمہارے پروردگار کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

آج بھی عقلِ حیوانی کے حاملین نے زمین کو فساد سے بھر رکھا ہے، کہ ارضی کو جہنم کا نمونہ بنا رکھا ہے، سسکی ہوئی دہلی انسانیت پر زندگی کو دہال بنا رکھا ہے، آج بھی کائناتی طاقتیں، خدا کے تقدس و فکر، طاہر و باطنی کے اربابہ نگوین اس فساد کے آگے مختلف اطوار سے روک لگاتے رہتے ہیں، اور اس بگاڑ کو ایک حد میں محدود رکھتے اور اس کے سرخ لولے بدلتے رہتے ہیں، کیونکہ

وَاللَّهُ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ مُخْتَصِمٌ ۖ سُبْحَانَ سُبُوحِ رَبِّكَ  
ترجمہ: اور اللہ ہر طرف سے ان کو گھیرے ہوئے ہے۔

اور

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِهْتَفَتُوا لَأَسَاءَ ۚ وَسَاءَ الْمَفَازَاتُ لَلَّذِينَ  
فِيهَا ۚ وَبِئْسَ مَا يَرْكَبُونَ ۚ (آیت ۱۷)

ترجمہ: اور اگر حق تعالیٰ ان کی خواہشوں کے پیچھے چلے (کائنات کی ہاگ ان کی من مانیوں کے ماتحت کر دے) تو یقیناً سب آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے، بگڑ جائیگا۔

یہ تو عقلِ حیوانی کی سیدکاریوں کا حال تھا، جبکہ عقلِ ایمانی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ عقلِ ایمانی کی وجہ سے زمین اور مادی کائنات چرہ ہوئی کے چاند کی طرح چمک اٹھی ہے۔ ہاں انبیاء اور ان کے تائیدین اور اللہ والوں، اللہ کے نیک صالح بندوں کی وجہ سے ہی یہ دنیا قائم ہے، اس کی چمک و سبیل اور رافق برقرار ہے۔

حضرت نوح اور ان کے قبیح موغنی نہ ہوتے، تو زندگی کے ہنگامے تو عقلِ حیوانی کے حاملین تو ملاح کے مشرک و غافلان قوم کی فرعونیت کے ساتھ ہی ختم ہوتے۔

حضرت ہود و صالح، حضرت شعیب و حضرت لوط، حضرت یونس و حضرت موسیٰ علیہم السلام اور ان کے خلف قبیحین نہ ہوتے، تو انسانیت کا تو کبھی کا تیا پانچہ ہو چکا ہوتا، زمین خدا کے کسی

آوارہ اور ویران سارے کی طرح زندگی کی جھل جھل اور انسانی آبادی سے محروم ہو کر خدا  
میں آوارہ و پریشان محسوس ہوتی۔

دوس ہے زمین ہے کراں خلاؤں میں      مگر صدا کوئی اٹھتی نہیں ہواؤں میں  
آج کے اہل حق و اہل ایمان نہ ہوتے، تو آج کے طاغوت تو کب کا نوع انسانیت کا دشمن  
اپنے رب سے کاٹ چکے تھے، کیا دوس کے دیوے کی دستوں کی یہ طاغوت تاریخ و نگار  
نہیں کر چکی کہ ”ہم نے خدا کی عارضی خدمات کا شکر یہ ادا کر کے اسے سرحد پار دیکھل  
دیا“ (زندگی کے جنگاموں اور دنیا کے ظلم و ستم سے اسے بے دخل کر دیا)

اللہ والہ باللہ سرحد اللہ والہ

لیکن میرے رب کی بادشاہی تو آج بھی پاد سے جلال اور آب و تاب کے ساتھ قائم ہے،  
جبکہ سرخ برقانی و بچہ سانہیرا کے برف زاروں میں منہ چھپائے خدا پرستوں کے ہاتھوں  
کھائے ہوئے ذمہ آج بھی سہارا ہے، اٹھا کبر۔

آج ایک اور دیوار، خدائی کا دریا، زمانے کا فرعون پر پورا ہونے کے علاوہ زم میں جلا،  
طاغوت و اوت کی موت و حیات کی نکلش میں جلا ہو چکا ہے، کوئی اوت جاتا ہے، کہ یہ آخری  
جنگ لے اور اپنی خود ساختہ خدائی کے تحت سے دھڑام سے نیچے آ کرے۔

بَلْ ظَلَمْتَ بِالْحَقِّ عَلَى الْكَافِرِ لَيْسَ ظَلَمًا فَهَوْاَ حَقٌّ وَصِدْقٌ عِندَ رَبِّكَ ۝۱۸

ترجمہ: بلکہ ہم حق کو باطل پر بھینک دیتے ہیں، مگر وہ باطل کا بھینکا کال ڈال ہے  
مگر وہ شے والا ہوتا ہے۔

قرآن مجید مختلف مقامات میں مصلح مبینی کے ماحولین کو متنبہ کرتا ہے۔

وَلَا تَقْبَلُوا لَهُنَّ الْاُزْوَاجَ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ، آیت ۱۰۶

کہ زمین میں اصلاح ہو چکے کے بعد بھرنسوانت نکاح۔

تو یہ دینی اصلاح ہے جو ہر زمانے میں انبیاء اور علما کے ہاتھیں و قلمیں آ کے کرتے رہے ہیں،  
کفر کے اندھیریوں میں ایمان و خدا پرستی کے دیپ جلاتے رہے ہیں، خدا کے بندوں کو



دلت کے جانوروں کے کھینچے سے نکال کر اور کفرِ مذہب کے جوروں سے چھڑا کر ایک خدا سے جڑتے رہے ہیں۔

## وہ شاو دو جہاں جس دل میں آئے ہے

(فرماتے ہیں) عقلِ ایمانی کا نور اس جہانِ رنگ و بو کی مادی دھنسی سیاحی و طبعی سے، ظاہری زیب و زینت اور عادتِ سہاوت سے بے نیاز ہے، اس کے حسن اور نورانیت کے جلوے تو اس کی گہرائیوں اور روح کی پرتائوں میں جھلک رہے ہوتے ہیں اور اپنے حسن کی بہار جاننا اور کھانا ہے ہوتے ہیں، جس کے دل اور روح پر اس کی پرجائیں پڑ جائیں، وہ دو عالم کو بھی اس کے مقابلے میں خاطر میں نہیں لاتا۔

دو عالم کو خاطر میں لائے نہ ہم      جانے کیا پاگٹے چاہن عالم سے ہم

وہ شاو دو جہاں جس دس میں آئے ہے      حرمِ دو جہاں سے نہ ہو کر وہ پائے ہے

ان کی یاد میں چلے جو سب سے بے غرض ہو کر      تو پھر یا بھی بکر نہیں نکلتے طبعانِ حق

شخصِ دہریہ کی روشنی ظلمِ الہی اور محبتِ الہی کے حاملین کے آفتابِ ایمان و یقین کے سامنے گہرا جاتی ہے، دنیا کی ساری رنگینیاں اور شاواہیاں ان کے دل میں کھیلنے والی ایمانی کلکاروں کے مقابلے میں سر جھکا جاتی ہیں، اور بھیگی مظلوم ہوتی ہیں، مرزا بیدل کسی ایسی ہی ایمانی گلی سے بے تاب ہو کر پکاراٹھے تھے

چہ قسم است کہ ہوست کھد کہ بہ میر سرود سخنِ درآ

تو ز غمچہ کم نہ میدہای و در دل کشاپ چمنِ درآ ۱

۱۔ کبھی کسی ہاتھ سے کہہ نہائی کہ میں دھنسی چھو، وہاں کی گاہری رنگینیاں، رنگ و بو، انہیں بے غرض نہ ہوسے اور تڑپے قاتل دہانے تک دھنسی کو نہ گور جائے، نہ غور کرے کہ کسی کی پادشاہی اور غمچہ سے کم کھلا ہوا نہیں ہے، نہ اپنے دل کا دروازہ کھول کر دھنسی کی آہ و شاداب و رن و بھونچاؤ کے حق سے دھنسی۔



عالمِ اصغر یعنی اپنی ذات میں خلاصہ کائنات ہے اور گویا اس کا ایک چھوٹی سی دنیا ہے، اور انسان کے ہر جزو کو کہ ہے وہ عالمِ اکبر ہے۔ یعنی پہلی پہلی جڑی کائنات۔

اللہ کے مقبولین اور مقررین ہانگاہ، کالمین، انبیاء و صوفیائین، شہداء اور اولیاءِ دہش میں نے دیکھی زندگیوں کو گزریں کہ قصود کائنات ہونے کا عملی ثبوت دیا۔

پھر آپ نے ساری کائنات کو ان کے گرد گھمایا۔

کبھی کبھی تو اس ایک موجدِ خدائی کے گرد

طواف کرتے ہوئے ہلت آہیں گزرتے

اپنے من میں ادب کر پاجا سراغِ زندگی میرا نفس بناتا دین اپنا تو دین

## طبع، عقل اور شرع، فرق مراتب

میں اسیرِ عقل ہوا اے فلاں عقل اسیرِ روح ہوا اے ہم فلاں

دست بستِ عقل، را جانِ باز کرد کار پائے بست را ہم ساز کرد

سودا فرماتے ہیں کہ جس طرح طبیعت و حواس عقل کے ماتحت اور اس کے تابع و محکوم ہیں، اسی طرح عقل و روح کی ماتحت اور تابع ہے روح عقل کے مجرے ہوئے کام کو پھر میں بتا رہی ہے۔

عقل کی انہیں اور دشواریاں چل چھلکی، اور میں چل کرتی اور کھول دیتی ہے اکثر اہلِ خلاق کے چاکسل اور دشوار گزار سفر میں ہستی و ذات اور موجودات کی اصل اور کنج پہنچنے کے وسیعہ اور معرکہ فاعل میں عقل و ذہن، عقل ایک دو قدم ہی اٹھا پاتے ہیں کہ ان کا سانس پھول جاتا ہے، عقل حواسِ ہائے ہو کر خمیاں ڈھل دیتی ہے بقول شیخ سعدی شیرازی۔

چہ شہا نغمہم در می ہر گم کرد ہشت گرفت آ جیمہم کرم

خدا را کہ در کنزِ آتش رسد ز گم گشت بغورِ صفائش رسد

کہ خاصاں دور میں روافضی رداۃ واندہ  
جہاں بھی از کجی فروما واندہ  
تہ ہر جائے سر کب تو ان با حقین  
کہ جا و پیرا نکند ان حقین  
(احسان علی گڑھی)

محبت سے دلوں کی حیات ہے

بچپے (اکر ہو چکا ہے کہ ساتویں صدی ہجری میں) (جو مولانا رومی کی صدی ہے) عالم اسلام عقلیت پرستی، ہم کلام کی خشک بحثوں اور منطق و فلسفہ کی غنی و جلیبی موسیقیوں اور عقلی فن ترازیوں سے گرج رہا تھا، دلوں کی اٹھیسٹیاں سرزد ہوتی جا رہی تھیں جس کے نتیجے میں ایرانی دلوں اور ذاتی یقینوں سے محرومی کا حق جا رہی تھی، محبت الہی کی چنگاری مسلمانوں کے غریب دل سے بجھتی جا رہی تھی۔۔۔

بھئی عشق کی آگ اندھیر ہے      پہ سسٹاں فیکلہ راکھ اندھیر ہے

یہ صورت حال اس وقت پیدا ہو چکی تھی ماسٹر دہ دلی اور مردہ دلی نے معاشرے کو اپنی پیٹ  
میں سے رکھا تھا، محبت کی آگ بجھ جائے اور دل مردہ ہو جائے تو زندگی کی رونقیں ختم ہو جاتی  
ہیں، خصوصاً اسلامی زندگی کی بہاریں اور امت کی سرسبزی و شادابی خزاں رہ سیدہ ہو جاتی ہے،  
مگر صوم و دنوں کی عقلی سوانح نیاں اور خلافت و دانشوروں اور محفل پرستوں کی ڈھانچیں اور مائٹ  
سوز پانچکھائی کا راز نہیں ہوتیں تو مومن اور ملحق کو مردہ دلی و مادہ پرست محفل پرستوں کے

[illegible]

انکار پر یثاں سے حیات ناز نہیں لی سکتی ج

نیک وحشت سے ہونے نہیں جہاں آباد

دل کی زندگی ہی اصل زندگی ہے جو جذبہ محبت سے پروان چڑھتی ہے۔

مجھے پیار ہے اس دل زندگی کو نہ مر جائے

کہ زندگی کافی عبارت ہے میرے پیچھے سے

ایمان و یقین کا خمیر اسی جذبہ محبت میں گندھا ہوا ہے اور محبت کی آپ حیات سے پروان چڑھتا ہے، حق بر قائم دائم رہنے اور حق کے لیے جینے مرنے کے پاکیزہ جذبہ روح کی گہرائیوں میں سنگینی ہوئی اسی چنگاری کے شعلے ہیں اوسمن کے اندر یہ چنگاری سنگینی دہلی چاہیے دہلی رہے خواہ بلا کے نہ لیکن بجھنے نہ پائے، یہ چنگاری بجھتی ہے تو جانتے ہو کہ ہوتا ہے انسان زندگی پر پورا جہنم جاتا ہے، مسلمان اسلام کے نام پر بدنام و بدین جاتا ہے، شرکا پر کار اور شیطان قوتوں کا آلہ کار بن جاتا ہے، نہ یمن و آسمان کا چکر لگے مہاس کے شر سے بچاؤ مانگا ہے، آج مسلمانوں میں بھرا ایسے مردہ دلوں و تاریک خیروں کی بھرمار ہو گئی ہے، خمیر تاریک و مردہ ہو تو روشن خیالی و جدت پسندی کے دھمے محض اپنی منافقت اور نلچے پن، خواہشات پرستی، باطنی بنیادوں سے انحراف اور ملت فروشی کے جرائم پر پردہ ڈالنے کی فنکاری ہوتی ہے، اس سارے پس منظر کو سامنے رکھ کر مولانا مودودی اور علامہ اقبال کے معرفت و محبت اور عمل و خرد کے حلقوں کا کام کا مطلب و مقصد خوب کھتا ہے۔

## محبت فاتح عالم

مولانا کا حزمہ محبت کو یوں ہے

از محبت تلخا شیریں شود      از محبت مسما نرمی شود

از محبت دلد حاضری شود      از محبت درد شافی شود

از محبت جن نکلش می شود      بے محبت روضہ گلشن می شود



ہے وہی سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں مگر میں اس کی شرح بیان کروں تو قیامت آجائے  
کی لیکن یہ داستان غم نہ ہوگی، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اللہ کی ذات وصفات کا  
محدود اور غیر کافی ہیں۔

شرح عشق ارمن گویم بر دوام      صد قیامت بگذرد و آں ناہام

زانکہ تاریخ قیامت ماحد است      صد کھا آنجا کہ وصف این دست ۱

اس لیے مولانا فرماتے ہیں کہ محبت کی حق دار و سزاوار صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ مگرانی  
خلوق محبت جیسی لافانی حقیقت کا کل کیسے بن سکتی ہے؟

عشق باقی و باقی مہر      عشق پروردہ باشد پائیدار ۲

فرماتے ہیں مولانا میرا لے لٹی کی تکرار سے سب اسوائے اللہ کے گلے کاٹ ڈال، پھر اللہ  
کے متواضعان ہر جو محبت کا حقیقی مقام پہنچے جائے گا۔

حکما در عقل غیر حق براند      در گزراں پس کہ بعد از لا چہ ماند

و نہ الا اللہ ہائی جملہ رفت      شاد باش اے عشق شرکت سوز رفت

مولانا فرماتے ہیں،

عشق آرا شطاست کو چوں بر فروخت      ہر چہ در معشوق ہائی جملہ سوت

جس کا مطلب ہے۔۔

عشق کی آتش چھانکی بدلا      دے سوائے معشوق کے ہائی سب کچھ

مولانا کے معرفت و محبت سے حقیقی کلام کا یہ محفل تھوڑا سا سمندر ہے، اور نہ یہ نیا نیا دل تو انہوں  
نے پوری مشغولی میں بھیج رکھا ہے، آخر میں اس ”جی رونی“ کے ہندی مرید علامہ اقبال مرحوم

۱۔ ترجمہ اگر شمع کی دھندلی دھندلی آگ ہو تو سوت تو سوتا ہے مگر نہ جلتی کی بجائے پھٹ جاتی ہے۔  
۲۔ ترجمہ سوت تو سوتا ہے مگر نہ جلتی کی بجائے پھٹ جاتی ہے۔

۳۔ ترجمہ محبت اس آگ ہے جو نہ جلتی مگر نہ سوت ہے۔ بلکہ نہ جلتی نہ سوت ہے بلکہ نہ جلتی نہ سوت ہے بلکہ نہ جلتی نہ سوت ہے۔

کے کلامِ شوق و محبت سے کچھ سوز و غم نہ ہو، جو بڑے فکر سے اپنے آپ کو بیرونی کام میں  
بغلی کہتے ہیں، مولانا کی بیرونی میں علامہ کا قاری وادارہ کلام بھی شوق و محبت کی زحرورہ پنجوں  
سے لہریا ہے۔

محبت کے لیے دل ڈھونڈ کوئی تو نے والا | پدم سے پدم کہتے ہیں ہرگز آنکھوں میں  
بہاؤ خس کو اپنے عظیم اللہ سے جس نے | وہی ہر آخر میں ہے جو، ہر بار نہیں میں  
کسی ایسے شر سے بھاگ کہ نہیں دل کو | کہ خود شہ قیامت بھی اتنے نہ نوشہ میں  
جانتی ہے شیخ کشہ کو سونے جس اس کی | ابھی کہا بہاؤ ہے، اب دل کے سینوں میں  
نہی اپنا بھی تھا، کیا ہے تو نے اسے بھنوں؟ | کہ لکھی کی طرح تو خود بھی ہے گل لیلیوں میں  
(آگاہ)

ہم خورکِ محسوس ہیں سائل کے خریدار	ایک عمر بڑا آشوب دے اسرار ہے روی
تو بھی ہے اسی کاغذِ شوق میں اقبال	جس کاغذِ شوق کا سالار ہے روی
اس مصر کو بھی اس نے دیا ہے کوئی حکم	کہتے ہیں چمڑا دہ احرار ہے روی

۱۸۳

کہ لہجہ خور و دہر چکا خواں	آہواں در حقن چہ ادخواں
کہ ہر کاہ دہر خور و قرواں شود	ہر کہ نور حق خور و قرآن شود

(ابن عربی، نظم ص ۳۶، ص ۳۷)



## (باب چہارم)

## اللہ والوں کے اثر انگیز واقعات و ارشادات

## دنیا سے دل نہ لگانا

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ہے اس ذات کی جس کے بعد میں میری جاس ہے اگر تمہیں ان باتوں کا علم ہوتا جن کا مجھے ہے تو تم تمہارا ہنسنے اور زیادہ روتے اور تمہیں عورتوں کے ساتھ بستروں پر حرام ذبح اور تم خدا سے فریاد کرتے ہوئے راستوں پر نکل کھڑے ہوتے (اور جس کا بعد عورت الٹا ٹکرا بہت کے بارے میں طریقہ نکل کھڑا ہوتا۔

یعنی بڑا شواہد کہ کایسے بھلائی کا عمل آگے آئے دے جسے جو ہم سب کو درپیش ہیں)

مہدی اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے جتنے والے پر تعجب ہوتا ہے (کہ وہ کیونکر سرور دے کر ہے) حالانکہ اس کے سامنے موت ہے۔

غویہ حسن بھری رحمہ اللہ کی یہ حالت تھی کہ ان کو جو کوئی دیکھتا یہ سمجھتا کہ ان پر کوئی تازہ مصیبت پڑی ہے کیونکہ وہ (بہر وقت) نہایت تسکین اور خائف رہتے تھے (قبر و آخرت کے احوال کے مراقبے سے)

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ اپنے من ہوں پر رنجیدہ و غمگین ہوتا ہے اور اس کے باوجود وہ شہد اور کسی سے مدد لی کھاتا ہے تو وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے (کیونکہ جس کے دل کو کسی کا غم لگا ہوا اس کا لہذا توں سے لطف اندوز ہونے کا کیا سانس ہے)

حاضر میں قیاس فرماتے تھے جو دنیا میں زیادہ فتنے کا وہ دور رخ میں زیادہ روئے گا۔

غویہ راشد عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ چالیس برس تک نہیں بیٹے حتیٰ کہ اسی حالت میں ان کا انتقال ہو گیا۔

اصیب بن النور فرماتے ہیں کہ اسراف سے خالی ٹیسی ۱۱ ہے جس سے صرف دانست کبیل  
چائیں اور آواز سے نکلے اور اسراف سے خالی لباس ۱۰ ہے جس سے ستر چھپ جائے اور  
گرمی سردی سے بچاؤ ہو جائے اور اسراف سے خالی کھانا ۹ ہے جس سے بھوک رک جائے  
اور پیٹ (پوری طرح) نہ بھرے۔

صہبہ الصخریہ بن ابی داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خوش حوالی نمودار  
ہوئی تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اَتَمُّوْا اِنَّ لِلنَّاسِ اَمْرًا اَنْ يَنْفَعُوْا فَلَوْ نَهَمُ لَدَخَرْنَا اللّٰهَ (سورہ حیدریت ۱۶)

ترجمہ: کیا مسلمانوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی یاد سے  
ڈر جائیں (ذہری رحمہ)

اس کے بعد انہوں نے خوش طبعی ترک کر دی اور وہ ارمکے۔

حاصل ان باتوں کا یہ ہے کہ اللہ والوں اور غیر اللہ والوں میں یہ دو باتیں فرق اور امتیاز پیدا کرتی  
ہیں ایک آخرت کی طرف توجہ اور دوسرا آخرت کے ان مراحل و حالات کے لئے تیاری۔

ابو تراب بخشی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب آدمی گناہوں کے چھوڑے گا پلٹ کر ارادہ کر لیتا ہے تو حق  
تعالیٰ کی عداوت ہر طرف سے ملتی ہے اور دل سیلا ہو جانے کی تین نشانیاں ہیں ایک یہ کہ گناہ سے  
تکبر و استغناء ہو دوسری یہ کہ غاصت کی دل میں جگہ نہ ہو تیسری یہ کہ طبیعت دل میں اثر نہ کرے۔

ابو محمد مروزی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ انہیں پانچ غصتوں کی وجہ سے بد بخت ہوا ایک تو اس  
نے اپنے گناہ کا اقرار نہ کیا، دوسرے وہ اس پر نادم نہ ہوا، تیسرے اس نے اپنے اوپر ملامت  
نہ کی، چوتھے اس نے توبہ کی طرف ہمت نہ کی، پانچویں وہ خدا کی رحمت سے غامیہ ہو گیا۔

امام ابن عرب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ یہ گناہگار کے لئے توبہ کا وقت ابھی تک نہیں آیا کیونکہ  
اس کا گناہ رجسٹر میں درج ہے اور کل قبر میں وہ بے ممکن ہو گا اور اس کے سبب اسے تاریخ کی  
طرف بھیج کر لے جایا جائے گا۔

## حضرت ابن اسحاق کے ارشادات

ابن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اگر اللہ کی فرمانبرداری میں ان فائدوں کے سوا اور کوئی فائدہ نہ ملے گا تو فرمانبرداری بندے کے منہ پر نور، اور دہائی ہوتی ہے، لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ہوتی ہے، اس کے اصحاب، میں قوت ہوتی ہے اس کو اپنے نفس پر حدود و قصاص و تعزیر کا خطرہ نہیں ہوتا (یعنی بعض گناہوں کی دنیا کی عدالت میں ہی سزا ستر ہے جسے کُل کے گناہ میں قصاص، چوری کے گناہ میں ہاتھ کٹنا وغیرہ تو جہانِ جہنم سے بچنے کا وہ ان دنیوی سزائوں سے اپنے نفس کو محفوظ پانے کا) اور لوگوں کے مقابلے میں اس کی گواہی بہتر رکھی جاتی ہے (اسلام میں قاسم کی ایک سزا دنیوی قصاص سے یہ بھی ہے کہ اس کی گواہی قابل قبول نہیں ہوتی) تو یہ باتیں بھی گناہوں کے چھوڑنے کے لئے کافی تھیں (پھر جبکہ اطاعت و فرمانبرداری میں ان دنیوی فائدوں کے علاوہ قیروہ آخرت کی زندگی میں نہایت وجہ اور اللہ کے پاس مقربیت وغیرہ جو بیش بہش کے انعامات ہیں وہ بھی ہیں گے تو پھر تو اور یہ وہ شوق اللہ کی فرمانبرداری اور نیکی کاری والی زندگی اختیار کرنے کا ہونا چاہئے) اسی طرح اگر گناہ میں اس کے علاوہ اور کوئی خرابی نہ ہوتی کہ گناہ وافرمانی کی وجہ سے چہرہ پر نور و ہر دہائی ہو جاتا ہے، دل میں غلٹ و تاریکی پیدا ہو جاتی ہے، اور گناہ کا تذکرہ لغت و برائی کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کی گواہی ناقابلِ قبول و سزا دہود ہوتی ہے (یہ قاسم ہونے کے علاوہ اس کو اپنے نفس پر حدود و قصاص تعزیر و سزا کا خطرہ ہوتا ہے) جو گناہ دنیوی قانون میں بھی جرم ہیں ان کے ارتکاب پر دنیوی قانون کی رو سے قید و بند، حد و تعزیر وغیرہ کی سزا پانے کا) تو یہ امور بھی گناہ چھوڑنے کے لئے کافی تھے (پھر جبکہ ان دنیوی قصاصات و تعزیرات کے علاوہ گناہ کی وجہ سے قیروہ آخرت کا عذاب، اور پشکار و ہلاکت میں بھی جکڑ ہونا چھینی ہے تو پھر گناہوں کا چھوڑنا کس قدر ضروری ہو جاتا ہے)

## بشر حافی کی نصائح

بشر حافی رحمہ اللہ فرماتے تھے ایک زمانہ ہم نے دیکھا ہے کہ جب لوگ پھاڑوں جیسے اعمال صالحہ کرتے تھے پھر بھی حریص اعمال کرنے سے حوصلہ اور ہمت نہ ہارتے اور سستی نہ دکھاتے (بلکہ جب تک جان میں جان ہوتی جان تو ذکر اعمال کرتے) اور ایک زمانہ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ تمہارے پاس نیک اعمال ہاتھ نہیں مگر باوجود اس کے تم سست ہو اور اعمال میں کوشش نہیں کرتے، اللہ کی قسم ہمارے اقوال تو تارک الدنیا لوگوں کے سے ہیں مگر ہمارے افعال و اعمال سرکشوں اور منافقوں کے سے ہیں۔

## حاتم احم

حاتم احم رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب تو اپنے رب کی نافرمانی کرے اور تو دیکھے کہ اس نافرمانی کے باوجود بھی خدا کی نعمت تھیں پر خوب ہو رہی ہے (اور جاری و ساری ہے) تو اللہ کے اس برتاؤ سے اذیت نہ کر یا استدراج اور اھمل ہے (اھمل کی وجہ سے آدمی گمراہی کی طرح غافل ہو جاتا ہے اور عبرت نہیں لے سکتا نہ تو یہ کرتا ہے اسی حالت میں جب مرتا ہے تو یہ چوری بردہ دی دلا ہے اس طرح اھمل یعنی استدراج نعمت نہیں بلکہ غضب والی چیز ہے اس سے ڈرنا چاہئے)

## ربیع بن ثہم کا ایک واقعہ

ربیع بن ثہم رحمہ اللہ جب عید کے روز قربانی کرتے تو فرماتے کہ اے اللہ آپ کی عزت و جلال کی قسم اگر میں جانتا کہ اپنی جان قربان کرنے میں آپ کی رضامندی ہے تو میں آپ کے لئے اپنی جان قربان کر دیتا۔

## مالک بن دینار

مالک بن دینار رحمہ اللہ نے بصرہ سے بدل سفر حج اختیار کیا تو ان سے کہا گیا کہ آپ ساریوں نہیں ہوتے؟ آپ نے جواب دیا کہ کیا فرمان اور بھاگا ہوا غلام اپنے آقا سے صلح کرنے کے لئے سوار ہو کر بھی جاتا ہے نہ کہ بے گناہ بخدا اگر میں انکاروں پر عمل کر کہ چاہوں تو یہ بھی کم ہے۔

## سفیان ثوری کا حال

ایک مرتبہ سفیان ثوری اس قدر روئے کہ بے ہوش ہو گئے، اس پر ایک غلام نے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ بھائی پہلے تو ہم اپنے گناہوں پر روئے تھے، اور اب ہم اسلام پر روئے ہیں، کہہ دیکھنا اسلام و ایمان بھی سلامت رہتا ہے یا نہیں؟ اور فرماتے تھے کہ بہادری کی باتیں سن کر ہنس کر رہا ہے، مگر اللہ کے علم میں وہ اہل سعادت میں سے ہوتا ہے، اور بہادری کی حدود پہ مطلع ہوتا ہے ہے مگر اللہ کے علم میں وہ اہل شکوت میں سے ہوتا ہے، کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ بعض آدمی جنت کے لئے قتل کرتا ہے یہاں تک کہ اس میں اور جنت میں ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، مگر حق پر الٹی غالب آ جاتی ہے، اور وہ جنت والے میں پھونک کر روزِ ثبوت کے کام کرنے لگتا ہے، اور روزِ ثبوت میں چل جاتا ہے (آگے حدیث میں اسی طرح بے عمل کرنے والے کے حقیقی بھی ہے، کہ وہ آخرت میں جنتیوں والے اعمال کرنے لگتا ہے امید ہوتی ہے کہ جس سے عقلیں دیکھ رہا ہوتا ہے۔

## حماد بن زید کی عاجزی

حماد بن زید رحمہ اللہ جب بیٹھے تو ان کا دل بیٹھے، اور ابھی طرح نہ بیٹھے، کسی نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ بھائی اطمینان کے ساتھ تو وہ شخص بیٹھ سکتا ہے، جو خطابِ خداوندی سے بے خوف ہو، اور میں رات دن کسی بھی وقت اس سے بے خوف نہیں ہوں کہ مجھ پر

عذاب نازل ہو۔

## خاتم بن عبد الجلیل کا عجیب طریقہ

خاتم بن عبد الجلیل رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ عید کے دن اپنے متعلقین کو جمع کرتے اور سب کے سب ایک جگہ جمع ہو کر روتے، کسی نے پوچھا کہ حضرت کیا بات ہے کہ دنیا عید کو خوش ہوتی ہے مگر آپ روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ بھائی میں بندہ ہوں، جسے اللہ نے امانت کا ہم دیا اور نافرمانی سے منع کیا ہے، اور مجھے معلوم نہیں کہ میں نے امانت کرنے اور نافرمانی سے بچنے کا حق ادا کر دیا ہے یا نہیں، عید کی خوشی تو ان لوگوں کو زیادہ ہے، جن کو عذاب کا کھٹکا نہیں رہا۔ اے جس اسے بھائی تو ان باتوں کو خوب سمجھ لے اور خیردار! جب تجھ سے گناہ کے بارے ایک حرف ہو جائے تو اس وقت بھی تو استغفار میں سستی نہ کرنا کیونکہ تجھے گناہ کا تو یقین ہے اور معافی مانگنے میں شہ بہذا یعنی چیز کو شہ کی جا، پر نظر انداز کرنا حماقت ہے اور رات دن استغفار کرتا رہو (الحق رحمہ اللہ ص ۱۸۷، ص ۱۸۸، ص ۱۸۹)۔

## قیامت کے مناظر

قیامت کی بولچاکی کے مناظر قرآن مجید میں چار مختلف جہاںوں میں بیان ہوئے ہیں۔ سورہ حزل میں ایک موقع پر قیامت کا حال یوں بیان فرمایا گیا ہے

لَمَكْنِفٌ تَتَفَقَّهُونَ اَنْ تَحْمُرْنَ مِنْهُنَّ يَوْمَ تَتَجَمَّعُ الْاَوْدَانُ شَيْبًا ۝ الشَّمَاةُ تَنْفَطِرُ مِنْ بَدَنٍ ۝ وَتَكُونُ مَفْطُوْلًا ۝ سُوْرَةُ مَزَل ۱۰۱: ۱۸۹

ترجمہ: سو اگر تم (رسول کے ذریعے چاہیے) بچنے کے بعد بھی نافرمانی اور) کفر کرو گے تو اس دن (یعنی قیامت کی بولچاکی) سے کیسے بچ سکو گے جو (اپنی شدت اور طوالت کی وجہ سے) بچوں کو یوں ماحر کر دے گا، جس میں آسمان پھٹ

۱۔ اس قسم کے اعمال اور زندگی ہر حال کی وجہ سے جاری ہوتے تھے

ہے گاہے نیک اس کا وعدہ چاہا ہو کہ ہے گا (ترجمہ فتح)

قرآن و حدیث کی ان خبروں کا ایک مسلمان پر کیا اثر ہونا چاہئے وہ اللہ کے نیک بندوں کے ذیل کے اعمال سے واضح ہے۔ اللہ کے نیک بندوں اور برہنگانہ دین کے حالات و واقعات پر غور کرنے اور نیک سے عبرت حاصل ہوتی ہے اور غفلت و غماز اسوشی اور قیود آخرت سے بے فکری واپس حالت پر زور پڑتی ہے اور احساسی لڑیاں پیدا ہوتا ہے بشرطیکہ دل بالکل مردود ہو چکا ہو، اللہ کرے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم، اہل بیت و کرام اور اللہ کے نیک بندوں کے عبرت و نصیحت سے لبریز حالات پر غور کرنا کہ ہمارے دل کی دنیا بھی چلے، ہم بلا تاخیر اپنی اصلاح پر کمر بستہ ہو جائیں، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور دنیا میں اسباب کا احتیاط سے اپنے آپ کو نکالیں۔

حدیث شریف میں آ رہے کہ آنحضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (اللہ واپس دہائی) نے فرمایا کہ اے علیہ محمد رسول اللہ کی بیوی! اے فاطمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی! تم خود اپنے کو آگ سے چھڑاؤ کیونکہ اللہ کے مقابلے میں تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا (یہ الگ بات ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ از خود میری نسبت سے تمہارے گناہ معاف کر دیں مگر یہ کوئی باری امر نہیں اس لئے اہل صالحہ اور اپنی اصلاح کی فکر چھوڑ کر صرف اس پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے اور خود گناہوں سے بچتے بلکہ نیک اعمال کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے)

ایک دفعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات پڑھیں۔

إِنَّ لِلنَّارِ أَكْثَرًا وَجْهًا وَأَطْفَالَ وَأَعْدَاءَ أَكْثَرًا وَأَعْدَاءَ أَكْثَرًا وَأَعْدَاءَ أَكْثَرًا ۝ ۱۳۰ ۝

ترجمہ: بے شک جہنم کے پاس بیڑیاں ہیں اور دوزخ ہے اور لگے میں بھنسی دہانے والا کھانا ہے اور دناک مذاپ ہے۔

اس وقت آپ کے قریب حرمین بنی امیہ تھے یہ سن کر ان کی روح پر ہزار رنگی صورت ہو کر گر پڑے۔  
تفسیر مصارف القرآن میں اس آیت کے تحت مسند احمد و ابوداؤد و ترمذی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے یہی (ذکر و دعا) آیت سن کر خوف سے بے ہوش ہو گیا اور حضرت خواجہ

حسن بصری رحمہ اللہ ایک دن روزہ سے تھے اظہار کے وقت کھانا سامنے آیا تو اس آیت کا دھیان آگیا کھانا نہ کھا سکے اظہار پامال گئے روزِ شام کو پھر ایسا ہی ہوا کھانا اظہار پامال، تیسرے روز پھر ایسا ہی ہوا تو ان کے صاحبزادے، حضرت عاتق بن عمار رحمہ اللہ اور کچھ اور بزرگوں کے پاس گئے اور اپنے والد کا یہ ماجرا سنایا یہ بزرگ تشریف لائے اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کو کھانے کا صبر کر کے رہے تب آپ نے کچھ کھایا۔ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سورۃ النحل کی آیت پڑھ رہے تھے جب

وَإِذَا الصُّحُفُ نُفِثَتْ وَسُورُهُ مَكْفُورَةٌ ۝۱۰

(یعنی جس دن اعمال ناسے نثر کئے جائیں گے)

پر پہنچا تو بے قرار ہو کر گر پڑے اور دہریہ ٹکڑیوں پر لوٹ پلٹ ہوتے رہے۔

## حسن بن صالح کا خوف و خشیت

حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بن صالح سے زیادہ خشوع و خضوع والا کوئی نہیں دیکھا۔ ایک رات وہ نماز پڑھنے (تہجد کی نماز) کھڑے ہوئے اور سورۃ "ہود" پڑھا۔ "نون" شروع کی (اس سورۃ میں بھی قیامت کی بولناکی اور جہنم کی حالت کا ذکر ہے) اور کچھ سورۃ پڑھی کہ بے ہوش ہو گئے، جب ہوش آیا تو وضو کیا اور نماز شروع کی پھر بھی سورۃ پڑھنے لگے تو دوبارہ بے ہوش ہو گئے فرض تک میں ہی ہوتا رہا، سورۃ تمام نہ کر سکے۔

## داؤد وطنی اور ربیع پر غشی طاری ہونا

ایک روز شیخ داؤد وطنی رحمہ اللہ کا گزرا ایک محلہ پر جہاں اپنے کسی عزیز کی قبر پر روضہ بنی تھی اور کہہ رہی تھی کہ کاش مجھے معلوم ہو جائے کہ قبر سے کون سے درخت اسے جس کپڑے پہنے ہوئے ہیں کس کر داؤد وطنی بیہوش ہو گئے اور گر پڑے۔



حضرت راجی بن عثم رحمہ اللہ نے ایک چڑھنے والے کو (ایک روایت کی رو سے یہ چڑھنے والے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے) یہ چڑھتے سنا

إِنَّا رَأَيْنَاهُمْ مِنْ شُكَّانٍ "نَجِيدٌ سَبِقُوا لَهَا فَعَلَيْهَا وَزِلْهُنَّ" اسودہ ہوا اب

سورہ ۱۱۲

ترجمہ: جب وہ جہنمی دیکھیں اس جہنم کو دور سے ہی تو سس کے اس کی صفحہ ہٹ اور چمکاؤ کو (غیر غضب سے جہنم آگ کوں بوری ہوگی) تو بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

## فضیل بن عیاض کے بیٹے کی فکر آخرت

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے ایک دھمک کی نماز میں سورہ یسین چڑھنی شروع کی جب اس آیت پہنچے۔

إِنَّمَا نَحْنُ الْوَحْدُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَلَقَ لَنَا نُحُورُ وَنُفُوسُ

سورہ ۱۱۲

ترجمہ: میں وہ (قیامت) ایک چمکاؤ ہوگی پھر اسی دم وہ سب امارے پاس پکڑے (گرفتار شدہ) چلے آئیں گے۔

ان کے بیٹے علی رحمہ اللہ قیامت میں کر بے ہوش ہو کر گر پڑے اور طوع آفتاب تک ہوش نہ آیا اور پہلی رحمت اللہ آخرت کی فکر میں ایسے اوسلے ہوئے تھے کہ جب کوئی سورہ چڑھاؤ چڑھتے تو پورا نہ کر سکتے اور سورہ الزلزل اور سورہ الفاتحہ (جن میں قیامت کا بھرتا آموز نقش کھینچا گیا ہے) تو سن ہی نہ سکتے۔

## حسن بصری کا تبصرہ

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ پہلے وقت میں جب کوئی رات کو قرآن چڑھتا

ترجیح کے وقت لوگ اس کا اثر (یعنی شدتِ تغیر اور رنگ میں زردی چھا جانا، ذیل میں اور نر چھا جانا) اس کے چہرہ میں محسوس کرتے تھے اور اب یہ حالت ہو گئی ہے کہ جب کوئی رات کو پورا قرآن بھی پڑھتا ہے تو صبح کے وقت اس کے چہرہ پر اس کا کوئی اثر بھی نہیں دکھائی دیتا اور اس کا قرآن پڑھنا ایسا معمولی معلوم ہوتا ہے جیسے چادر اوڑھ لینا یا پتہ بھر بھی قیمت قہار ہا سیدائے میں حالتِ کچھ میں قرآن پڑھنا تو کھانڈن لہڑی کی تو فتنی ہو جانے تو بڑی بات ہے، مصل)

## سلمان فارسی کا غلبہ حال

یحیون بن مران فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سنی

وَأَنْ جَهَنَّمَ لَعُوزٌ عَلَيْنِمْ الْجَعِشِمْ سورہ صفر اب سورہ ۴۴

کہ بے شک جہنم اس (فارسیوں) سب کا وعدہ ہے (اسی گھاٹ یہ سب اتارے جائیں گے) تو چیخ اٹھے اور ہاتھ سر پر رکھ لیا اور سر گھٹکے دھیرا ان گل کھڑے ہوئے اور پلٹے رہے۔ چنانچہ تین دن تک ان کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ کس دریا پر، کس طرف جا رہے ہیں؟

## مرض و بیماری میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع و اتابہت

اللہ والوں کی عادت و حالت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب بھی وہ کسی مرض میں مبتلا ہو جائیں تو ان کے دل ان کے محسوس سے ناقص ہو جاتے ہیں اور وہ جسم کی درنگی و صحت کی تدبیر اختیار کرنے کی بجائے آخرت کی درستی میں لگ جاتے ہیں اور وہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ ان کو یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید اس مرض میں موت آ جائے اور ہم اسے معمولی مرض سمجھ کر بے فکر رہیں (اس طرح غفلت میں مارے جائیں) کہ نہ ہمیں تو یہی تو فتنی ہو اور نہ کامل و ادائیگی و جب حقوق کی ادائیگی کر پائیں (حقوق العباد وغیرہ) اور فارمانی کی حالت میں آخرت کو رواں نہ ہو جائیں۔

## حسان بن سنان کا واقعہ

ایک مرتبہ حضرت حسان بن سنان رحمہ اللہ بیمار ہوئے تو اصحاب عیادت کے لئے آپ کے پاس حاضر ہوئے اور مزاج بُدی کی تو آپ نے فرمایا کہ دوزخ سے بچ جاؤں تو حراج اچھا ہے (اور نہ حراج و راج یکجہ بھی نہیں)۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ آپ کائی کس بات کو چاہتا ہے؟ فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ موت سے پہلے مجھے کئی رات نصیب ہو جائے جس کو میں نماز و استغفار میں گزار دوں۔

## ربیع بن ثعم کا اور واقعہ

حضرت ربیع بن ثعم رحمہ اللہ کی مرضی موت میں ان سے کہا گیا کہ آپ کے لئے کوئی علاج، طبیب بلا لیں؟ یہ سن کر ثعموزی اور خاموش رہے اس کے بعد فرمایا، کہاں ہے قوم ثمود؟ کہاں ہے قوم عاد؟ کہاں ہیں اصحاب الرس؟ اور کہاں ہیں ان کے درمیان کے بہت سے قرن (بہت سی قومیں) حق تعالیٰ نے ان سب کے لئے مثالیں بیان کی تھیں (میرت و نصیحت پکانے کے لئے) ان کو بہت سے طریقوں سے کہا یا تھا (اور اسے امت مسلمہ پر سلی اللہ علیہ وسلم کے لوگو! ہمیں سمجھانے میں کون سی کسر اٹھ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پہرہ ڈالی ہے؟) اہل انکار نہ مانے۔

آخر انہوں نے یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ہلاک کر دیا باوجودیکہ ان میں علاج کرنے والے بھی تھے، طبیب بھی تھے مگر کوئی ہلاکت سے نہ بچ سکا، یہ کہہ کر فرمایا اللہ کی قسم میں ہرگز اپنے لئے طبیب نہ بلاؤں گا۔

## عمر بن عبد العزیز اور خوف خدا

جب خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ بیمار ہوئے تو لوگ ان کے علاج کے لئے

طیب کور، نے، طیب نے، شخصیں، و معاذ کر کے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے خوف نے، ان کا کلیہ کائنات ڈالا ہے میں ان کا علاج نہیں کر سکتا۔

## ابوبکر بن عباس کی ایمانی حمیت

جب ابوبکر بن عباس رحمہ اللہ بیمار ہوئے تو ایک صوبائی طیب ان کو دیکھنے آیا اور آ کر بعض دیکھنے پر ہی تو آپ نے اس کو ہاتھ لگانے دیا جب وہ چلا گیا تو آپ نے ہوں اپنے پیڑ سے رب سے مناجات کی کہ اللہ جب آپ نے مجھے اس طیب کے کمر والے مرض سے محفوظ رکھا ہے (ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے) تو یہ میرے لئے کافی ہے اور اب مجھے کسی بیماری کی پروا تو نہیں آپ جو معاملہ میرے ساتھ چاہیں کریں (خواہ مجھے شفا دیں خواہ مرض بڑھائیں، خواہ موت دیں)

## ناواقف ہوں منزل سے

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ہم نے ایک بار ایک بیماری صیادت کی اور اس کا حال پوچھا اس نے جواب دیا (میرا حال یہ ہے کہ) میں دنیا میں اپنی مرضی کے بغیر بھیجا گیا ہوں اور وہی میں خام بن کر زندہ رہا (اللہ کی تا فرمائی اپنی جان پر ظلم ہے) اب کچھ سوائے کی حالت میں دنیا سے جا رہا ہوں (جس کی یہ کلمہ سوانح عمری ہو اس کا لوگوں کا حال پوچھو؟)۔

مسافر ہوں کہاں جانا ہے ناواقف ہوں منزل سے  
ازل سے بھرتے بھرتے گورنگ پہنچا ہوں مشکل سے

## ایک نکتہ

بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ دریا ہے لیکن اس کے درخت دار گھر کے لوگ خوش ہوتے ہیں گویا کہ بچہ جس حام سے دیا گیا ہے وہ ہے یہاں آنے پر خوش نہیں پھر اگر وہ صالح اور ایمان والی زندگی گزار کر

دنیا سے جاتا ہے تو وہ موت کے وقت خوش ہوتا ہے (کہ اس آبادی نما دہرائے سے دور رہا جاتا  
اور سرور کی طرف چارہا) جبکہ اس کے لواحقین غمزدہ اور پریشان ہوتے ہیں اور روتے ہیں تو یہ  
آنے کے وقت خلاف مرضی دنیا میں بھیجے جانے پر دیا تھا اب من پسند جگہ جانے پر خوش ہو  
رہا ہے جس سے آنے کے وقت کے رونے کا بدلہ ہو گیا اور جو اس کے آنے پر خوش ہوئے  
تھے اب اس کے جانے پر دور ہے ہیں، لیکن دنیا سے جانے کے وقت یہ خوشی اسی صورت میں  
نصیب ہوگی کہ جس طرح خلاف مرضی آیا تھا زندگی بھی اسی طرح خلاف مرضی گزارے یعنی  
زندگی گزارنے میں اپنی مرضی اور من مانی نہ چلانے بلکہ رب کی مرضی پر چے خواہ طبیعت  
مانے یا نہ مانے۔ اسی مضمون کو کسی شاعر نے اس شعر میں پڑایا ہے۔

آں یاد داری کہ وقت زائیکان تو ہر خداں شونہ ہو گریاں

آں چہاں زنی کہ وقت مردان تو ہر گریاں شونہ ہو گریاں

ترجمہ: تجھے یاد ہے کہ اپنی بے وفائی کے وقت ڈر رہا تھا اور سب انس رہے

تھے اب انکی زندگی گزار کر تیرے مرنے کے وقت لوگ دور رہے ہوں اور تو انس

رہا۔۔۔

ایمان چس سلامت چاہ گوریم شامانی بریں صحت مردانہ

## کتاب وسنت کی اتباع کی اہمیت

سلف صالحین، ائمہ دینوں کے اخلاق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اس وقت تک کسی عمل یا  
قول کے ساتھ نہ کرنے پر جرات نہیں کرتے جب تک کہ وہ اس کی حیثیت کو قرآن و سنت اور  
امت کے فضائل کی روشنی میں واضح طور پر سمجھ نہ لیں (یعنی ان وہ کامل شرع کی روش سے اس قول  
یا فعل کا جائز ثابت نہ ہو جائے) امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کسی کام کا ارادہ  
نہ فرماتے اور اس کے کر گزرنے کا پتہ لازم کر لیتے پھر ان سے کوئی کہتا کہ جناب نبی کریم صلی  
اللہ علیہ وسلم نے نہ خود ایسا کیا اور نہ دوسروں کو اس کا حکم دیا تو یہ جو اس کام کے پتہ لازم

کر بیٹے کے اس عمل سے رگ جاتے، ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی کہ فلاں کپڑے بول کاڑ سے رنگے جاتے ہیں (یعنی ایسے رنگ سے رنگے جاتے ہیں جس میں اونٹ کا پچشاب بھی شامل کیا جاتا ہے) تو آپ نے ارادہ کیا کہ لوگوں کو ان کپڑوں کے استعمال سے منع کرنے کا حکم دیں، تو کسی نے آپ سے عرض کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کپڑا خود بھی پہنا ہے اور آپ کے زمانے میں اوروں نے بھی ایسے کپڑے پہنے ہیں (جس سے معلوم ہوا کہ ان کپڑوں کا استعمال جائز ہے، اور مذکورہ بول کاڑ والی بات یہ تو ثابت نہیں تھی) اس میں کوئی شرعی عداوت جلدی ہوتی تھی (یہ سن کر آپ نے استغفار کیا اور اپنے ارادے سے باز آئے) (یعنی بطور خلیفہ ان کپڑوں کے استعمال پر قانونی پابندی لگانے کے ارادے سے باز رہے)

### اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا

اللہ والوں کے اخلاق میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ لوگ اپنے اور اپنی اولاد و احباب کے معاملے کو کمزور اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتے تھے، ان کا احاد و ہدایت کے معاملے میں خدا کے سوا کسی پر نہ ہونا تھا وہ ہر معاملے میں اور ہر چیز کی طلب میں اللہ تعالیٰ پر نظر رکھتے تھے اور اس پر حواسے غافل نہ ہوتے تھے (اور مذکورہ کو مذکور کی حد تک ہی رکھتے تھے)

### علم و عمل میں اخلاص

اللہ والوں کے اخلاق میں سے یہ بھی ہے کہ ان کے علم اور عمل میں اخلاص کی خوب کثرت ہوتی ہے اور وہ اپنے علم و عمل میں دنیا کاری اور دکھلاوا کے آجانے سے بہت ڈرتے تھے، وہاب بن عبد الرحمن اللہ فرماتے تھے کہ جو شخص آخرت کے اعمال کے ذریعے دنیا طلب کرتا ہے (دنیا کاری کر کے یا دنیوی اغراض کو نیک اعمال سے مقصود بنا کر) خدا اس کے دل کو اونٹھا کر دیتا ہے (جس کے نتیجے میں اس کی بصیرت، فراست اور فطرت کی صلاحاتی ختم

ہو جاتی ہے اور وہ جو بھی حج کرتا ہے حج کی بجائے نکلتا رکھتا ہے اور دوڑتیوں کی فہرست میں اس کا نام لکھ دیا جاتا ہے۔

## خوارجہ حسن بصری کی باتیں

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کثرت سے اپنے نفس پر ان الفاظ سے جواب فرماتے تھے ”اے نفس تو باتیں تو نکلیں، فرمانبرداروں اور عابدوں زامہوں کی ہی کرتا ہے، مگر کام فاسقوں، منافقوں اور بدکاروں کے سے کرتا ہے، نفس لوگوں کا تو یہ طور طریقہ نہیں ہوتا“

(دوستو! یہ وہی حسن بصری رحمہ اللہ ہیں جو تابعین میں سے ہیں، مصنفیہ کے سارے مسلمانوں کے امام اور سرخیل ہیں۔ چشتی، کادری، نقشبندی، سمروزی وغیرہ سلسلے اور پران کی ذات میں جا کر رہتے ہیں)

ایک مرتبہ جس نے مجید رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے کوئی ایسا شخص دیکھا ہے جو حسن بصری کا سامن کرے ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے تو ایسا بھی نہیں دیکھا کہ جو ان کی ہی بات ہی کہتا ہو تو ایسا شخص کہاں سے دیکھ پاؤں گا جو ان کے سے کام کرتا ہو حسن بصری رحمہ اللہ کا دھڑا اور فصاحت کی، تمہیں تو دلوں کو زلاتی تھیں دوسروں کا دھڑا تو آنکھوں کو بھی نہیں زلاتا۔

بلقیٰ بن عازہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آئی صاحب اغراض کب بنتا ہے تو فرمایا کہ جب اس کی خلعت و طہیبت و روح پینے والے بچے کی سی ہو جائے کہ اسے اس کی پرہیزگار ہو کہ کون اس کی تعریف کرتا ہے کون مذمت۔

## منافقت کو چھوڑنا اور اس سے بچنا

اللہ دامن کے اخلاق میں سے ایک غلط یہ بھی ہے کہ ان کا ہر دامن یا نکل یکساں ہوتا ہے، اس وجہ سے ان میں سے کسی کا کوئی بھی عمل ایسا نہ ہوتا تھا جس کے سبب وہ کل قیامت کو رسوائی

کا سامنا کریں۔

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت عمر بن عبدالمطلبؓ غلیظہ راشدہ رحمہ اللہ کو جو صلیبت اس وقت لہرائی تھی جب مدینہ شریف میں ان سے ملاقات ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ عمر! خبردار ایسا نہ کرنا کہ ظاہر میں تو تو خدا کا دوست ہو اور باطن میں خدا کا دشمن کیونکہ جس کی ظاہری اور پوشیدہ حالت یکساں نہ ہو وہ منافق ہے اور منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے یہ سن کر حضرت عمر بن عبدالمطلبؓ رحمہ اللہ اپنے رونے کی انکی داڑھی تر ہوا ہوئی۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ خضر زہد میں ایسے لوگ آئیں گے کہ جو دنیا کو آخرت دے دے اعمال کے ذریعہ سے نکالیں گے یہ لوگ دہری میں بھیڑوں کی کھا لیں پہنے ہوئے ہوں گے (یعنی بظاہر اپنے زہد ہوں گے جیسے بھیڑیوں فعل و صورت میں غریب مسکین ہوتی ہیں) ان کی زبانیں شہد سے زیادہ شعلی ہوں گی اور ان کے دل بھیڑیوں کے دلوں کے مانند ہوں گے (یعنی اپنی اصلیت و جبلت کے لحاظ سے ہمارے دوزخ سے ہونگے جہاں تک بس چلے اور سوتلے تو خدا کا خوف کریں نہ کسی مخلوق کی ذر و رعایت کریں)۔

زبور بن مہام رحمہ اللہ عرض فرمایا کرتے تھے کہ تم اپنے نیک اعمال کا بھی یہی پاشیدہ و خیرہ کرو جس طرح تمہارے پاس نہ سکا سوں، گناہوں کا آئینہ و خیرہ ہے (یعنی اپنے نہ سے کہ تو ت اور بد عملیاں تو اپنی طرف سے چھپ کے کہتے ہو لوگوں کے سامنے ظاہر نہیں ہونے دیتے تو نیک اعمال کی کیوں لوگوں کے سامنے لکھ کر لاتے ہو)۔

## غیرت اسلامی

اللہ دلوں کے اخلاق میں سے یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے دین کے حکموں میں سے کسی حکم کی تعمیری جائے تو اللہ تعالیٰ کی محبت اور شریعت کی حمایت کی وجہ سے وہ وحشیانہ غیرت میں آتے ہیں اسی وجہ سے وہ کوئی کام جو کرتے ہیں یا کسی سے محبت و تعلق جو اختیار کرتے ہیں تو اسی



صورت میں جبکہ اس عمل میں خدا کی رضا ہو، اس لئے وہ کسی دنیوی غرض سے نہ کسی سے محبت رکھتے ہیں نہ عداوت۔ وہ طبعی کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ محض خدا کے لئے محبت اور خدا ہی کے لئے عداوت (یعنی الحب لله والبغض لله) ایمان کے مضبوط ستون ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جو آدمی یہ دعویٰ کرتا ہو کہ وہ دوسرے سے اللہ ہی کے لئے محبت کرتا ہے اور خدا کی نافرمانی کے وقت اس دوسرے پر تکبر و ناپسندیدگی نہیں دکھاتا، تو وہ اس دعوے میں جھوٹا ہے کہ وہ اس سے اللہ ہی کے لئے محبت رکھتا ہے۔

## گھر والوں سے خُسنِ سلوک

اللہ والوں کے اخلاق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اپنی جگہوں کی طرف سے کچھنے والی نیند اور تکلیف پر صبر کرتے اور رکھتے ہیں کما گی جگہوں سے جس قدر رکھا لگتیں سرزد ہوتی ہیں وہ ہل ہوتی ہیں خدا کے ساتھ ان کے معاملہ کی۔

حضرت خاتم ام رحمہ اللہ اپنے گھر میں ہیں رہتے تھے جیسے جانور بندھا ہوا ہو (کہ وہ بے اختیار رہتا ہے)، اگر کسی نے کچھ آگے دیکھا یا تو کھالیا اور نہ خاموشی بھوکے رہتے۔

حضرت شفیق علی رحمہ اللہ اپنی بیوی سے کہتے تھے کہ اگر سارے غاٹا لے میرے ساتھ ہوں (یعنی دنیا جہاں کے لوگ میرے موافق و مستعد ہوں) اور ایک تو میرے خلاف ہو تو میں اپنے ہی کو نہیں بچا سکتا (اسی لئے حدیث شریف میں شہر کی اطمینان گزار اور وفا شعار بیوی کو دنیا کی بڑی نعمت فرمایا گیا ہے، گھر سے آدمی آسودہ حال ہو تو وہ پادشاہ ہوتا ہے و خواہ وہ پادشاہ فقیری ہو)۔

## تجربہ پر مدد و امت و بیعتگی

اللہ والوں کے اخلاق میں یہ بات بھی ہمیشہ شامل رہی ہے کہ وہ گرمی ہو یا سردی ہر حال میں قیامِ الخلیل (رات کی عبادت) کو معمول بنائے رکھتے ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ تم قیام

اللہ کی بات کو اقرار کرنا کہ اللہ اس میں بہت سے فائدے ہیں ایک یہ کہ وہ تم سے پہلے کے لوگوں کی سنت ہے، دوسرے یہ کہ وہ اللہ کی قربت حاصل ہونے کا ذریعہ ہے، تیسرے یہ کہ اس سے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے، چوتھے یہ کہ وہ گناہوں سے روکتا ہے۔ پانچویں یہ کہ وہ جسم کی بیماری کو دفع کرتا ہے۔

شب کے میدانِ کارزار میں صلیے کے بیچے کے ان خصوصیات میں سے ایک شیخ محمد بن عثمان صبرِ الحرم بھی تھے جن کا معمول ہر شب پانچ سو رکعت پڑھنے کا تھا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول تھا کہ وہ رات کو اٹھتے اپنے خادم و شاگرد حضرت داؤد سے چمچے، داؤد کیا صبح ہوگی؟ وہ فرماتے کہ نہیں اس پر آپ نماز پڑھنے کھڑے ہو جاتے، اور جب نماز سے فارغ ہو جاتے تو پھر چمچے، داؤد کیا صبح (قریب) ہوگی؟ وہ جواب دیتے کہ جی ہاں، جب آپ بیٹھ کر استسقاء کرتے رہتے یہاں تک کہ فجر ہو جاتی (پھر آپ نماز پڑھتے)

سلف صالحین کی یہ حالت تھی کہ جو شخص تھوڑے چھوٹے کام کو صورت دیکھ کر بچکانہ جیتے اور فرماتے یہاں اہم نے رات کو تمہیں کھانا کھانی کے دو رہا میں نہیں دیکھ سکتا اس میں موجود تھے اور ان کو اخصام دیتے۔ عبدالعزیز بن ابی داؤد طلبِ الحرم کے لئے ہستر بچھا یا بے تا تو وہ اس پر ہاتھ دیکھتے اور فرماتے کہ اسے ہستر آٹا بہت نرم ہے مگر یہاں اجنت کے ہستر تھوڑے زیادہ نرم ہیں (تھوڑے سوکر میں ان سے محروم نہیں ہونا چاہتا) یہ کہہ کر نماز پڑھنے کھڑے ہو جاتے اور صبح تک نماز پڑھتے رہتے۔

اللہ کی نیک بندگی حضرت رابعہؓ کو یہ رہنما اللہ کا معمول تھا کہ رات کو وضو کرتیں اور بدن پر خوشبو لگاتیں، پھر اپنے شوہر سے پوچھتیں کہ آپ کو میری ضرورت ہے یا نہیں کہہ دیتے کہ نہیں تو پھر صبح تک نماز میں کھڑی رہتیں اور فرماتیں کہ اے اللہ لوگ سو گئے، امداد سے بھپ گئے اور شاہانِ دنیا نے اپنے دروازے بند کر لئے مگر ایک آپ کا دروازہ ہے کہ بند نہیں ہوتا میں آپ مجھے صاف فرما دیجئے، پھر نماز کے لئے قدم برار کرتیں اور فرماتیں کہ آپ کی عزت و

جہاں کی قسم، جب تک میں زندہ رہوں گی ہر شب صبح تک آپ کے سامنے ہوں گی کھڑی رہوں گی۔

ابوالجوزیہ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں چھ مہینے تک حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ اس طرح رہا کہ ایک دن کو بھی جدا نہیں ہوا مگر میں نے اس عرصہ میں نہیں دیکھا کہ کسی رات انہوں نے زمین سے بیٹھ نکائی ہو، حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے نہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ عبادت کرنے والا دیکھا ہے اور نہ ان سے زیادہ زاہد و دنیا سے بے رغبت کوئی دیکھا ہے اور نہ ان سے زیادہ ہم پر بزرگوار دیکھا ہے۔

اللھم ارحم علیہم واورثنا الباقیہم

عطا ہو سرمدی ہوا رازی ہو کہ فرماں

کچھ ہاتھ آتا نہیں ہے آہر گاہی

## علامہ اقبال اور شب زندہ داری

زمستانی ہوا میں کرچی شمشیر کی تیزی نہ بھونے مجھ سے لندن میں بھی آدھ کرچی

فیروزہ کر سنا لکھے جنوں کا نہیں فرنگ

وہ آگ لکھ کہ ہے سر سے افرنگ سے روشن

ہر گاہ و گاہی ساز ہے نناک نہیں ہے

جہاں کو بھری آہ سردے

بھراں شاہین بچوں کو ہال پر دے

تری دنیا جہاں سرخ و دہائی

مری دنیا ظفان سج گاہی

عطا اسلاف کا جذبہ دروں کر

شریک زمرہ و صاحبزادوں کر

خرد کی گتھیاں سلجھ چکا میں

مرے ملے بھگت سب بھٹک کر

(اس باب کے بیشتر قصائد علامہ اقبال شریعتی کی ”سجیلا“ میں سے ہیں)



## راہِ تصوف کی لغزشیں اور ان کا حل

فوائدا انفراد میں ہے کہ ہر ایک وہ ہے کہ راہ چلے (احکام شرع بجالائے، کسی قبیح صلت بزدلک سے بیعت ہے تو اس کی نگرانی و درجہائی میں تجویز شدہ اعمال شرع بجالائے، مستحبات و منہیات شرعہ سے بچے، اپنے نفس کا کاسبہ کرتا رہے اور اس پر قابو رکھے)۔ ۱۔

اور واقف وہ ہے جو جہان میں لٹک جائے (رک جائے) اعمال میں کوتاہی کرنے لگے، یا بالکل غفلت اور بے عملی یا بد عملی اختیار کر لے (لیں) جب سالک مہادت میں کوتاہی کرتا ہے اگر چھٹی سے تو بہا مستحضر کر کے بدستور بیکسر مگر مہم ہو گیا تو بیکسر سالک بن جائے گا اور خدا نخواستہ اگر دہی غفلت رہی تو اندیشہ ہے کہ کبھی رابع یعنی وہاں تک نہ ہو جائے (جو کچھ اعمال و اشغال اور مہادہ وغیرہ سے آپ تک حاصل کیا ہے وہ بھی نہ بچس جائے اپنی بد عملی کی محسوس سے) فرمایا اس راوی (قصوف) کہداتے سے خدا برحق کے سر ملے سر کرنے) کی لغزش کے ساتھ دے رہے ہیں۔

(i) امراض (۲) جواب (۳) تفکیک (۴) سب حرید

[illegible]

اس امر پر عملی طور پر 15 سالوں کے اندر 175 لاکھ کے اضافہ کے ساتھ ہے۔

## (۵) سب قدیم (۶) تسلی (۷) عبادت

اول امراض ہوتا ہے (امال و اشغال میں سستی، کوتاہی، مرشد سے مستقل و باخدا ہرط و قطع اور اصداغ پہنے میں غفلت و انحراف)۔ اگر محضت و توبہ نہ کی (مذکورہ امراض و انحراف سے باز نہ آ جا) تو حجاب ہو گیا (دل پر پردہ و غبار آ کر اوپر سے رابطہ منقطع یا کمزور ہو گیا، امال کی برکت اور مرشد کی توجہ سے دل پر جو روشنی و روحانی سکون اور ایمانی کیفیات و محاسن کا فیض نثر ہوتا تھا وہ پردے میں ہو گیا)۔ اگر پھر اصداغ رہا (حجاب ہونے پر بھی چڑکھا اور فکر مند ہو کر امال و اصداغ میں مشغول نہ ہوا) تو حاصیل ہو گیا۔ اگر اب بھی استغفار نہ کیا تو عبادت میں جو ایک زائد کیفیت ذوق و شوق کی قسم وہ سب ہو گئی، اس کو سلب کر دیتے ہیں۔ اگر اب بھی اپنی بے ہوئی نہ چھوڑی تو جو راحت و عطاوت (ایمانی محاسن اور روحانی سکون) کہ زبانی (دراز انفرادی و ذوق و شوق) سے قبل اصل عبادت میں قسمی وہ بھی سلب ہو گئی، اس کو سب قدیم کہتے ہیں۔ اگر اس پر بھی توبہ میں تقصیر (سستی، دل پر دہی) کی توبہ نہ کی (اللہ سے دوری، قربت حق سے غروئی) کو دل کاردار کرنے لگا یہ تسلی ہے (یعنی احساسِ بے یاری بھی مٹ گیا، قربت حق کی اتنی ہلندی بجھ جانے کے بعد محرم ہونے اور دلیک آنے پر چھینٹی اور فکر مندی کے جذبات و احساسات سے بھی عاری ہو گیا)۔ اگر اب بھی وہی غفلت رہی تو محبت، عبادت (خلوت و دشمنی) سے بدل جانے کی۔ اس درجے پر کر کر اور گھر کر اللہ و رسول سے، اللہ والوں سے، اللہ کے احکام سے ایک چڑ اور ناگوار ہی ہونے لگتی ہے اور جتنا دل پر رنگ چڑھتا اور بڑھتا ہے اپنی اس ناگواری اور وحشت پر وہ عمل و آدھ بھی کرنے لگتا ہے۔ دین و اہل دین کو دین کے شعائر و نشانات کو وہ نقصان پہنچانے دیتا ہے اور بدنام کرنے کے درپے ہو جاتا ہے۔

## خانہ تلاشی / سرچنگ پوائنٹ (Searching Point)

معاشرے اور سماج کی کاہنہ سروے کریں، لوگوں کے اور گروہوں و جماعتوں کے احوال و

انہیں ان کے طور طریقوں اور چلن و چارچ کو ہم صوفیاء کے طویل تجربات سے تجویز داخلہ کر دے  
 مذکورہ بالا حنفی کے ساتھ درجنوں کی کسوٹی پر پرکھیں اور چارہ لیں تو اچھے لوگوں میں حنفی و  
 حنفی کے ان وجوہات کی تصدیق ہوتی ہے، اچھا ہی میں آگے بڑھنے والوں میں سے کسی کو  
 کبھی دیکھا ہوتا ہے کہ وہ برائی کے کپ میں کھڑا ہے، اور اس میں دن بدن آگے بڑھتا چارہ پا  
 ہے، خواہ مخواہ بری و جرات اس کی سیاسی ہوں یا سماجی ہوں، معاشرتی ہوں یا اخلاقی ہوں  
 لیکن اندر سے معاملہ کی جو یکونومیت اور حقیقت ہوتی ہے اس کے داخلے اٹارے ایمان و  
 یقین اور اللہ و رسول ﷺ کے ساتھ ہمارے تعلق کی کی بیشی سے ملتے ہیں۔

بندہ سمجھتا ہے کہ حضرات مثلاً، صوفیاء کا تجویز کردہ یہ مذکورہ چارہ صرف صوفیہ کے راستے  
 سے خدا پرستی کی راہوں پر چلنے والوں تک محدود اور ان کے ساتھ مخصوص نہیں، اگرچہ مثلاً  
 نے متصوفین اور مریدوں کی تربیت و رہنمائی کے لئے یہ اصول وضع کئے تھے لیکن اپنی موصیحت  
 میں یہ ہرگز کو مسلمان پر صادق آئے اور منطبق ہوتے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو شریعت کے  
 اصل داخلہ سے اس پر دقت فرمائیں۔

(۱) اٹھیں شیطان یمن قربت الہی میں عروج کے مدارج پر بہت آگے تک گیا۔ ہر قلیق  
 آدم (علیہ اہل بیتا علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے مرحلے میں آکر اس نے حنفی کا سربلند  
 مردودیت کی نگاہ دیاں کھانا شروع کیں تو آغا خان کن پختیوں میں گرا۔ حنفی کے مذکورہ  
 سات درجے کتنی جلدی اس نے پیچھے چھوڑ کر اتھار پختیوں میں جا کر دم لیا۔ اپنی حنفی کی یہی  
 تاریخ اور ہسٹری وہ آدم کی اولاد میں سے ایک ایک پر دو ہزار چاہتا ہے جیسا کہ اس نے اول  
 دن ہی اپنے اس لازم کا اظہار کر لیا تھا اور اس کو پورا کرنے کے لئے سہلے طبع کی تھی، تو  
 اسے آدم کے بیٹے اور بیٹے دیکھا تھاری رعب کی اتنی ہی بے وقعت اور کم قیمت ہے کہ یہ شیطان کی  
 ہسٹری اور تاریخ ویرانے جو گئے ہو۔ آدم کی ہسٹری اور تاریخ کیوں نہ دہرائی جائے جن  
 سے لعش ہوئی تو پیا ہونے کی بجائے اور حریف پختیوں میں گرنے کی بجائے انہوں نے  
 بلکہ یوں کی طرف دیکھا اور دونا شروع کیا۔ بلکہ یوں والے رب کو پورے دل و جان سے

بکا رہا۔ آنکھوں نے انگلیں محاسن کے دریا بہا دیے۔ دل نے حسرت و پشیمانی کے ارمان نکال ڈالے، زبان نے توبہ و توبہ کی کربانی نکالتے اخذ کر کے ان کو شب و روز کا وکیل بنا دیا۔ دیکھا ظلمنا الفساد وان لم تعفر لنا و تو حمنا لنكونن من العاسرین۔ بھیجی شہنہ روز کی فرخ و دل، صدائوں، دعاؤں، دعاؤں اور دعاؤں سے زمین کو ہلا ڈال۔ فرشتوں اور ستاروں اہل کو جھجھوڑ کر رکھ دیا۔

نصائے اور غلاؤں کی پیناں و حسوں کو اپنے نالہ ہائے نیم شبی اور آہ و مگر گاہی سے لرزا لرزا ڈال۔ عرش ربانی کو جہاں فرس کر کے اپنی بگڑی کو بٹایا۔

(۳) قرآن مجید میں اہل نفاق کے احوال میں دو مثالیں مذکور ہیں، وہی اہل نفاق جن کے عقیدہ و عمل میں دورگی ہو۔ دعویدار ایمان کے ہوں، اللہ و رسول ﷺ سے قطعیت کے ہوں، آخرت کی کاسپانی کے طلب گار ہونے کے ہوں، لیکن اعمال ایمان کے مستانی ہوں، کفر و اہل کفر کے طور طریق، رسوم و رواج، عادات و اخلاق پسند کرنے والے اور ان کو اختیار کرنے والے ہوں، دنیا و دوزخ کا دنیا کوئی اول و آخر سب کچھ گھنڈے والے ہوں۔ ۱

صوفیاء کے بیان کردہ مذکورہ سات درجہ تہذیبی اصولی طور پر سورہ بقرہ کی ان آیات میں اہل نفاق کے حلقہ مشابہت سے بھی سمجھ میں آتے ہیں کہ یہ خدا پرستی کا دعویٰ کر کے ایک حد تک اس کے راستے پر چل کر باہر کفر و نفاق کی پستیوں اور اندھیروں کو اختیار کر لیتے ہیں۔

۱۔ سورہ بقرہ کی آیات ۱۷۵-۱۷۶

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَٰؤُلَاءِ فَسَيَكُنْ أَعْيُنُكُمْ حَاغِبًا عَنْ دِينِكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُدْرِكُونَ ۚ سَبَّحُوا لِلَّهِ فِي الْبُحُورِ وَالْبُلُودِ وَالْجِبَالِ وَالشَّجَرِ وَهُوَ عَزِيزٌ ذُو جَلَالٍ ۖ يُدْرِكُ الْغُيُوبَ ۚ ۱۷۵  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَٰؤُلَاءِ فَسَيَكُنْ أَعْيُنُكُمْ حَاغِبًا عَنْ دِينِكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُدْرِكُونَ ۚ سَبَّحُوا لِلَّهِ فِي الْبُحُورِ وَالْبُلُودِ وَالْجِبَالِ وَالشَّجَرِ وَهُوَ عَزِيزٌ ذُو جَلَالٍ ۖ يُدْرِكُ الْغُيُوبَ ۚ ۱۷۶

ترجمہ: اے ایمان والے! ان کی پیروی نہ کرو، ورنہ تمہاری نگاہیں دین سے ہٹ جائیں گی اور تم نہ پکڑ سکو گے۔ سبحان للہ (سبحان للہ) بحروں، دریاؤں، پہاڑوں، درختوں اور وہ عظیم الشان ہے جو غیب کو پہنچاتا ہے۔ ۱۷۵  
اے ایمان والے! ان کی پیروی نہ کرو، ورنہ تمہاری نگاہیں دین سے ہٹ جائیں گی اور تم نہ پکڑ سکو گے۔ سبحان للہ (سبحان للہ) بحروں، دریاؤں، پہاڑوں، درختوں اور وہ عظیم الشان ہے جو غیب کو پہنچاتا ہے۔ ۱۷۶

(”ختمہ مکہ“)

## اپنے بزرگوں کی وفات پر منظوم تاثرات

کفن کس پھول کا دیں اُس سراپا ناز کو یا رو

(راقم کے مرشد حضرت نواب محمد علی صاحب قیصر دہلوی کی جدائی پر)

قبائے نور بھی بج کر سراپا دریا اب ہو کر	پلے ہیں چاہ پہنی عقیقہ ہمارے حضرت قیصر
جو صومالین پہ چڑھا تو اُٹھ کر کے ساراں تکے	ہوا گل وہ چاربا دیں دھبہ کی شب آخر
نئے سونے دہ دھات و تھکنہ کی حضرت	کیا تھامیں دلچاہ اور چاہ بچھا در دہر
یہ کیا سا ہے اجڑی کی کہی گزری آئی؟	اواسی چھا گئی ہے ہر دریاوار کے اوپر
مٹا دیں جہاں لٹ گئی ہل نظر کریں	بھگی ہے ماتی سف در ہے کراپ اور خیر
نظر کی سلطنت کے ناجور اُمیری ہدائی پر	فرود ہیں جہاں ہر دو گریں حضرت قیصر
کفن کس پھول کا دیں اُس سراپا ناز کو یا رو	کہ موسم ہو گیا پت پت بھڑکانا ہے کس نظر
مٹا ہوا مورتی خیمہ جی فطرت بہت سے	زہی قہمی اس سمجھا جی دم کی کیا تقسیم کیا کٹور

جہو وقت تھا خلق دور اس بھی تھا آج

شریعت کا طریقہ تھا جس کا بھی تھوڑا

۱۔ چھانڈو، ۱۳۳۸ھ وفات حضرت آیات اللہ (۱۳۳۳ھ مطابق ۱۳۱۱ھ) ۲۰۱۱ء۔

۲۔ اسلام آباد میں آپ کے ولادت گاہ کی طرف اشارہ ہے جس پر قیصر قریبی گئی تھی۔

۳۔ آپ کے مرحوم اہل حضرت سیدنا خیر کو چھوٹی دہرائی (وفات ۱۳۳۸ھ، ۱۹۱۹ء) اور چھوٹی دہرائی (وفات ۱۳۳۸ھ، ۱۹۱۹ء) کے خلاف تھے۔

۴۔ آپ کے مرحوم اہل حضرت سیدنا خیر کا ایک خط صاحب جلال آبادی دہرائی (وفات ۱۳۳۸ھ، نومبر ۱۹۹۲ء) کی طرف لکھا تھا، جس پر حضرت خیر دہرائی دہرائی کے خلاف تھے۔





## رثاء الشیخ

(بندہ کے استاد الشیخ شیخ محمد ریٹ جاری سعید الرحمن رحمہ اللہ کی پہلی پرہیزگاری ۱۰۰۹ھ کے روزنامے)

پیارے ہیں میری کے سلسلے	بندہ ہے ہیں نگہوں کے سرچلے
انہو پیاروں کا چلن بڑھتے ۛ	خیر ہی ہیں حق وصدق کی مشعلیں
مسند و مشورہ عت وبراں ہے ہر	شیخ مسند سوائے حق ہی چلے
فستہ کارہاں سوائے پیادہ کی رواں	لہو شیخ پر دہپ عقیدت کے چلے
تیسوں سال جن کے دم سے گونے	خبر و غراب سے حق کے ظلالے
دعویٰ حق و صبر دین کے نے	خون دل وے کے ہم سر کر چلے
بزم ہستی و رگزد ہے بے ثابت	الوداع اہم اپنے اصلی گھر چلے
اتھو نکل ہر سے مشعل	آشیاں ہو طلحہ جب اہم نے

عاجب نہیں کہ رحمت کا سن

هُوَ سَعِيدٌ ذَاهِبٌ إِلَى الْجَنَّةِ طَوْبَى لِمَنْ

۱۱ ۱۲۳ ۷۸ ۳۱ ۳۸۳ ۱۸ ۲۵

۱۳۳۰ھ

ہذا آپ مولانا عزیز الرحمن چاندی، مولانا رفیع الدین خان سعید (گورنمنٹ) کے عزیز ہمارے تھے شیخ محمد ریٹ جاری سعید الرحمن رحمہ اللہ کی پہلی پرہیزگاری ۱۰۰۹ھ کے روزنامے میں مذکور ہے۔  
پہلی پرہیزگاری حضرت مولانا رفیع الدین خان سعید (گورنمنٹ) کے ساتھ ہوئی تھی۔ ہمارا واسطہ مولانا رفیع الدین خان سعید کے بانی و قائم تھے۔

## قطرات اشک

AF-1570

(مرحوم جانی مولانا ڈاکٹر عظیم احمد خان کی جہان کی پر، دو قسطوں نومبر ۲۰۱۲ء)

بچا تک بڑا شب گیر بھی	دلت پہ کس کی سب ہونے لگی بھی
بے سود قاتل ہر جاں ہر تہہ بھی	کھائی ہے کاپ نظر بھی
صدے سے قہر کے ابھی لگے نہ تھے	کہ روئے ہی گئے ڈاکٹر عظم بھی
عجیب کے تھے وہ قلب ہر بھی کر	کرتے رہے انکار بھی تہیر بھی
فکات ہاں تھیں ان کی تھیں	گھٹاں کرتے قلب کو بے تیر بھی
قہر تھے کہ شای عیال کا غم	شان جہان کے یہ تھے قصور بھی
سرشار تھے رنج ازل کے مہر سے	کرتے کتاب دل کی وہ قہر بھی
قلب و نظر دالے تھے وہ ان کے حضور	بے کار تھی، قرآن بھی، قرآن بھی
دھار سے جن کی ہوں آساں تھیں	حوال کا وہ پتا بھی تھے، قہر بھی
کیسے ہوں ملے اصلاح کے اب مرے	اتھرتے دلوں تھے وہ یہ بھی

## (مدحتِ عشرت بموقع اشاعت کتاب "حالاتِ عشرت")

گلابِ باب سے دھونے کی حاجت ہے	زبان و ذہن کو سداے مدحت ہے
منور ہو جو جاں تو دل	مطبوعہ جہدِ وقت سے جس کو بھی نسبت ہے
وہ اہم طریقت کا جو قہر ہے	ہدایہ ہر شاہد، عشرت ہے
ہے اتھ، منک درگا، عشرت سے	تعلق آپ سے یہ رب کی رحمت ہے

توفیق مسلمان و الحقنی بالصلحین

نور محمد حسین۔ 11/ ستمبر/ 1437ھ 24/ نومبر/ 2015ء، ادارہ غفران، راولپنڈی